

خانوادہ نبوت حضور ﷺ کی ازواج مطہرات، صاحبزادوں اور صاحبزادیوں، نواسوں،
نواسیوں اور جملہ اہل بیت کا وکالت، معلومات افزا اور ایمان افروز مفصل و مدلل تذکرہ

تذکرہ اہل بیت اطہار ﷺ



مولانا محمد عبدالمعبود

﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴾
(القرآن)

تذکرہ اہل بیت اطہار

خانوادہ نبوت حضور ﷺ کی ازواج مطہرات، صاحبزادوں
اور صاحبزادیوں، نواسوں، نواسیوں اور جملہ اہل بیت کا
دکھ، معلومات افزا اور ایمان افروز مفضل و مدلل تذکرہ

مؤلف

مولانا محمد عبدالمعبود

افتح پبلی کیشنز
راولپنڈی

©
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ
اشاعت اولہ ۲۰۱۰ء

انتساب

فخر کون و مکارا، سلطان زمین و زمان، سید لاؤ لکین و آل آخرین

حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ

صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و اوصالیہ و ازواجہ و ذریائہ و اتباعہ اجمعین
کے نام تاجی اسم گرامی سے اس حقیر سی خدمت کو منسوب کرتا ہوں،
جن کی کچی محبت اور کامل اتباع سے خاندانوں قبیلوں اور قوموں کو برائی،
و نیوی اور آخری سعادت، عکست اور نلاج و کامرانی حاصل ہوئی۔

بندہ پے نوا

محمد عبدالعبود عفا اللہ عنہ

۲۹۷۶۳

مآثر محمد عبدالعبود مولانا

تذکرہ اہل بیت اطہار / مولانا محمد عبدالعبود۔ راولپنڈی: الفیث پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء

ص ۳۴۸

۱۔ محمد - اصحاب

297.64

MUH Muhammad Abdul Ma'bood, Maulana

Tazkara Ahl e Bait Athaar/ by Maulana Muhammad Abdul
Ma'bood. - Rawalpindi: Al-Fath Publications, 2010

328 p.

ISBN 978-969-9400-03-2

1. Muhammada - Companions

■ + 92 322 517 741 3
■ alifathpublications@gmail.com

الفیث پبلی کیشنز

distributor

VPrint Book Productions

• + 92 51 581 479 6 • vprint.vp@gmail.com
• + 92 300 519 254 3 • www.vprint.com.pk

فہرست

مؤلف کا سوانحی خاکہ
تجاویذ

آل اور اہل بیت کی توفیق

۹	۱۳
۱۹	۲۱
۲۳	۲۵
۲۷	۲۸
۲۹	۳۱
۳۳	۳۵
۳۶	۳۹
۴۱	۴۵
۴۹	۵۵
	۵۹

آل کی لغوی تفتیق
"آل" قرآنی تاج غریب
آل رسول ﷺ
اہل کا مصداق
قرآنی تصریمات
امادیہ کے آئینہ میں
آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم
درستی آل ہے
آل، دو جن پر صدقہ حرام
حدیث کساء
عازرہ شوکانی کی تصریمات
مفسرین کی تصریمات
محدثین کی تصریمات
قول فیصل

خلاصۃ الکلام و خلاصۃ المرام

آیت علی کا صدق

حضرت رسول ﷺ

۶۴

۶۶

۷۷

آل بیت نبی

اقسام آل

آل نبی

عبدالمطلب بن ہاشم

حارث بن عبدالمطلب

سیدہ فاطمہ سیدہ خاتون رضی اللہ عنہ

ابولہب بن عبدالمطلب

سیدہ زہرا بن عبدالمطلب

فضل بن عباس رضی اللہ عنہ

عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

کرم بن عباس رضی اللہ عنہ

عبد اللہ بن عباس

ابوطالب بن عبدالمطلب

طالب

علی

جعفر اطہار رضی اللہ عنہ

سیدہ زینب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

محمد بن حنفیہ

اتم ہانی رضی اللہ عنہا

زمانہ بنت ابوطالب

۸۵

۸۶

۸۶

۸۶

۸۸

۹۰

۹۰

۹۵

۹۵

۹۶

۹۶

۹۹

۱۰۳

۱۰۳

۱۰۳

۱۰۷

۱۱۵

۱۱۶

۱۱۶

فہرست

سید عالم ﷺ کے ماموں

علی بن عبد اللہ

عباس بن عبد اللہ

۷

۱۱۷

۱۱۷

۱۱۸

آل بیت سکونی

ام المومنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین سیدہ وندشب بنت جحش رضی اللہ عنہا

ام المومنین سیدہ جویہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

۱۲۱

۱۲۹

۱۵۴

۱۶۰

۱۶۶

۱۶۹

۱۷۹

۱۹۵

۲۰۲

۲۰۷

۲۱۸

۲۲۲

آل بیت ولایت

شام کو مبعوث ﷺ کی شہزادیان

شہزادی زینب رضی اللہ عنہا

شہزادی رقیہ رضی اللہ عنہا

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا

۲۲۹

۲۲۹

۲۳۷

۲۴۳

۲۶۰

شیخ الاسلام کے شاگرد

۲۸۳

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

۲۸۳

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

۲۸۳

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

۲۸۳

شیخ کوثرین رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد

۲۸۹

نواسر رسول علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہ

۲۹۱

نواسی رسول امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا

۲۹۲

نواسر رسول عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ

۲۹۳

نواسر رسول حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما

۲۹۳

نواسر رسول سیدہ زینب رضی اللہ عنہ

۲۹۷

امام زین العابدینؑ

۲۹۸

نواسی رسول سیدہ و ام کلثومؑ علیٰ

۲۹۹

نواسی رسول سیدہ زینبؑ علیٰ

۳۰۱

حواشی

۳۰۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مؤلف کا سوانحی خاکہ

راولپنڈی سے جنوب کی جانب علاقہ پٹھوار کے ایک چھوٹے سے گاؤں "پارغ خیر" میں مقیم راجپوت خاندان کی ایک نامور شخصیت مولوی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ۵ جولائی ۱۹۳۶ء کو ایک سنی کے ولادت ہوئی۔ والد گرامی قدر نے نام "عبدالعبود" رکھا۔ بعد میں ایک اللہ والے بزرگ نے اس کی ابتدا میں "محمد" کا اضافہ فرما دیا، اس طرح پورا نام محمد عبدالعبود قرار پایا۔

والد گرامی قدر قطب الاقطاب سیدی و مولائی حسین علی نور اللہ مرقدہ، وال بھجڑاں، ضلع میانوالی سے مسلماً متشدد یہ میں بیعت تھے۔ شیخ کی تعلیمات اور روحانی فیض سے اللہ تعالیٰ نے شریک و بدعت سے سخت بھڑکنا دیا اور اہل باغ سنت ان کی عادت جانے لگی تھی۔ سخت مخالفت اور نامساعد حالات کے باوجود حیدر دست کی تبلیغ میں مصروف رہے اور لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو راہ راست پر لانے میں کامیاب ہو گئے۔

واقم الحروف کے دو بڑے بھائی بھی تھے۔ والد صاحب نے انہیں بھی دینی تعلیم دلانے کی کوشش کی، لیکن پوری طرح کامیاب نہ ہو سکے۔ میں نے ہفتہ قرآن مجید والد بزرگوار سے پڑھا۔ محل تک تعلیم پائی سکول بند، ضلع راولپنڈی سے حاصل کی۔ ۱۹۵۱ء تا ۱۹۷۱ء میں علاقہ سوات، اڈیالہ روڈ پر واقع موضع "خفصہ" کی معروف علمی شخصیت حضرت مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں علوم اسلامی کے حصول کی غرض سے حاضر ہوا۔ دو سال ان سے علمی استفادہ کیا۔ قادی میں کریم، شیخ عطار، بگستانی، سعدی، یوستانی، سعدی، اور فقہ میں نور الایضاح اور مالکیت، اور صرف میں قانونی زراوی، زلمائی اور مراح الاوراج پڑھیں۔ مولانا موصوف نے بڑی محنت اور صبر و تدبیر سے قانونی مرتب فرمایا تھا، جس میں صرف کے علاوہ نحو کے بھی بہت سے

اہم اور مفید قواعد حسن اہواز سے سودے ہوئے تھے۔

۱۹۵۳ء تا ۱۳۷۷ء میں موضع ہمیں، ضلع چکوال میں حضرت مولانا قاضی منیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ مولانا غنیمت الرحمن ہزاروی سے فون اور فقہ کی کتب پر مجلس بعد ازاں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان برہ اللہ مضبوط سے دورہ تفسیر قرآن پڑھا، پھر اہل علوم دارالعلوم تعلیم القرآن میں حاصل کیے اور ۱۹۶۸ء تا ۱۳۸۸ء میں سند فراغ حاصل کی۔

۱۹۶۰ء تا ۱۳۷۹ء میں قلعہ ابراہیم، مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی لاہوری طیب اللہ شاہ دھول ایجنہ ماہو سے شرف بیعت حاصل ہوئی اور مدرسہ کے رحلت فرما جانے کے بعد ان کے جانشین اور غلبہ الرشید حضرت مولانا عبداللہ نور اللہ مرحومہ سے سلوک کی تکمیل کی اور بوساطت مولانا قاضی حضرت محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ کے اجازت کی تعلقہ سے فرائز۔

۱۹۶۳ء تا ۱۳۸۳ء میں جامع مسجد پھولوں والی، مری پورہ اور ایچ پیڈی میں مامت و خطابت کی خدمت کا موقع اللہ نے دیا۔ اگرچہ ۱۹۶۶ء میں اذکار کی ملازمت سے ریٹائر ہو گیا مگر اہل محلہ کے شدید اصرار کے باعث یکم دسمبر ۲۰۰۶ء تک یہ خدمت انجام دیتا رہا۔ اسی اثنا میں ۱۹۶۸ء تا ۱۳۸۸ء کو جمعیت علماء اسلام میں شمولیت اختیار کی، جس کے اس وقت امیر، سیدی و مرشدی حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرحومہ تھے۔ اسی سال یعنی ۱۹۶۸ء میں علوم جدیدہ میں میٹرک اور علوم شرعیہ میں فاضل فاری کے امتحانات میں کامیابی سے ہسکتا ہوا۔

جمعیت علماء اسلام میں شمولیت کے بعد ملک میں بچا ہونے والی تمام مذہبی اور سیاسی تحریکات میں بھرپور حصہ لیا، مثلاً ۱۹۶۸ء تا ۱۳۸۸ء میں بحالی جمہوریت، ۱۹۷۴ء تا ۱۳۹۳ء میں تحریک تحمیل اور ۱۹۷۸ء تا ۱۳۹۸ء میں تحریک نظام اسلام وغیرہ۔

۱۹۷۴ء تا ۱۳۹۳ء میں پہلی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے حج کی سعادت سے سرفراز فرمایا، جس کے باعث ان مقدس مقامات کی تاریخ لکھنے کا شوق دل میں شعلہ ہوا۔ چنانچہ سلسلہ حج سے وابستگی پر تاریخ ”مصلیٰ السنوۃ“ لکھی، جو اب تک کچھ ہزار باب کی تعداد میں چھپ چکی ہے، اور اب اس کا اضافہ شدہ ایڈیشن بھی طبع ہو گیا ہے۔ ۱۹۷۸ء تا ۱۳۹۸ء میں دوسری مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری کے دوران بعض متقدم شخصیات سے کچھ کلام اور حرم شریف سے حقیقی تاریخی دستاویز حاصل کیں اور اس موضوع پر بعض تاریخی کتابیں خرید لیا اور تاریخ مکتبہ المکرمہ کی تدوین میں

معروف ہو گیا، جس کی ضخیم دو جلدیں قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ تیسری جلد، جو نظام تعلیم پر بھی اور صرف تکالیف سے ہو سکتی تھی، اب کتبہ رحمانیہ نے تینوں جلدیں یکجا برصاف اضافہ کے ساتھ شائع کر دی ہیں۔

۱۹۸۰ء تا ۱۴۰۰ء میں دارالعلوم دیوبند کی صدر سالہ نقیدہ اشغال تاریخی کانفرنس میں پاکستان کے پانچ سو جدید علماء کرام کی جماعت کے ساتھ ہندوستان کا سفر کیا، جہاں کانفرنس میں شرکت کے علاوہ دارالعلوم دیوبند، سہارنپور اور دہلی کی شہرہ آفاق اسلامی درسگاہوں میں حاضری دی۔ دہلی کے گوجر روزگار تاریخی مقامات دیکھے، متعدد اولیاء کرام کے مزارات کی زیارت سے شرف ہوا اور بعض تاریخی کتابوں کا ذخیرہ بھی حاصل کیا۔ ۱۹۸۶ء تا ۱۴۰۶ء کو دہلی میں ”شیخ الہند سیمینار“ میں شرکت کی اور آگرہ کے تاریخی مقامات بھی دیکھے۔

۱۹۸۲ء تا ۱۴۰۳ء میں اللہ تعالیٰ نے حج کی سعادت عطا فرمائی۔ اس سفر کے دوران بعض قدیم اور نیا پاب تاریخی کتب حاصل کرنے میں کامیاب ہوا، جن کی روشنی میں ”تاریخ مدینہ المنورہ“ کی تدوین جدید کی۔ پہلے اس کے ۳۸۰ صفحات تھے اور اضافہ کے بعد ۶۸۰ صفحات ہو گئے ہیں۔ بعد میں بھی اللہ تعالیٰ نے حج و عمرہ کی سعادت پارہ نصیب فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے اور دو بیٹیاں عطا فرمائی ہیں۔ کچھ لڑکے چاروں حافظ، قاری اور عالم ہیں۔ بیٹے اپنے مدرسہ جامعہ قاسم العلوم میں اور بیٹیاں جامعہ انکسار صدیقہ میں تعلیمی و تدریسی خدمات انجام دے رہی ہیں۔

اب تک مطبوعہ کتب حسب ذیل ہیں:

- ۱- تاریخ مدینہ المنورہ
- ۲- تاریخ مکتبہ المکرمہ
- ۳- عمدة المسالك
- ۴- شکیں و خصل ہوی
- ۵- سوانح شیخ القرآن
- ۶- نراذ کی مکمل کتاب
- ۷- خواجہ تاجی نماز
- ۸- مسائل بیعت
- ۹- مسلک السادات فی الدعا و بعد المکتوبات
- ۱۰- خواجہ تاج کا ذکر و عمرہ
- ۱۱- عید نبوی میں نظام تعلیم
- ۱۲- سیرت اہمات المؤمنین
- ۱۳- سیرت سید الشہداء و سیدہ خاتونہ

- ۱۳۔ مسواک کی فضیلت
 ۱۶۔ شاو کوئین کی شہزادیاں
 ۱۸۔ ایساں ثواب کی شرعی حیثیت
 ۲۰۔ عفت و الدین

- ۱۵۔ خواتین کا فتنی انسانیکو بیٹھا
 ۱۷۔ بچوں کا اسلامی انسانیکو بیٹھا
 ۱۹۔ تذکرہ اہل بیت اطہر
 ۲۱۔ خلق عظیم

نگاہِ اولیں

محمد عبدالمعبود عفا اللہ

۱۸ مارچ ۲۰۰۶ء

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبٰی بَعْدَہٗ اَمَّا بَعْدُ:

اللہ رب العزت نے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ پھر ان کی قلبی تسکین اور افس و
 مروت کے لیے حضرت حوا کو پیدا فرمایا، پھر ان کی اولاد کا سلسلہ قائم فرمایا۔

اَلَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْہَا زَوْجَہَا وَنَسَبَ بَیْنَہُمَا
 وَجَانًا مَّحْنُوًّا وَنِسَاءً. (سورۃ النساء: ۱)

ترجمہ: جس نے تم کو پیدا کیا ایک شخص سے، اور اسی سے پیدا کیا اس کے جوڑے کو، اور ان
 دونوں سے پھیلا یا بہت سے مردوں اور عورتوں کو۔

جب سیدنا آدم اور سیدہ حوا کی اولاد کی تعداد بڑھ گئی اور زمین کے مختلف حصوں میں پھیل
 گئی تو ان کی یاہمی پہچان اور تربیت کی خاطر اللہ جل جلالہ نے انہیں قبیلوں اور خاندانوں میں تقسیم کر
 دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کرامی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَا قَبَائِلَ
 لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ. (سورۃ الحجرات: ۱۳)

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور ہم نے تمہاری مختلف
 قومیں اور خاندان بنائے تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کرو۔

چنانچہ شہب اور قبائل کا سلسلہ جاری رہا، جن میں انبیاء و اولیاء، مسلمان و کفار، سام و عتقف
 انواع و اقسام کے لوگوں کا تعارف تھا، جس کے ذریعے ہوتا رہا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِي مِنْ خَيْرِ فِرْقَتِهِمْ، وَحَسْبِ الْفِرْقَتَيْنِ، ثُمَّ

اس شرف میں برابر کی شریک و ہمگیر ہیں۔ ان مقدس ہستیوں کو اہل بیت میں شامل نہ سمجھنا صریح غلط و زیادتی ہے، بلکہ قرآن و حدیث کی تصریحات سے چشم پوشی اور حقائق سے روگردانی ہے۔ لفظ "اہل" تو پوری امت کے انجیل کو اپنی وسعتوں میں سمیٹے ہوئے ہے، لیکن بعض لوگ اس کی اصطلاح وسعتوں کو صرف "چچین" میں محصور کرنے کے درپے ہیں۔ جس طرح آقا اب عالم رب ساری دنیا کو دنیا پار کر رہا ہے، لیکن کوئی نادان یا چشمہ چشم اس کی تپائی کو اپنے ٹھکر کی چار دیواری میں مقید کرنے کی سعی یا مشغور کرے تو یہ اس کی حماقت ہے۔

آیہ تطہیر "وَنُطَهِّرُكُمْ نُطَهْرًا" کا سیاق و سباق بڑی صراحت کے ساتھ ازدواج مطہرات ہی کو اس کا مصداق بیان کر رہا ہے۔ اور "حدیث کسا" بھی صراحتاً اسی پر دلالت کرتی ہے کہ اہل بیت کا حقیقی مصداق تو ازدواج مطہرات ہی ہیں۔ لیکن رحبت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس دعائے "کلمی" وائی برگزیدہ ہستیوں کو بھی "اہل بیت" میں شامل کر دیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ حَوْلَاہُ اَعْلٰی بَنَیْنِیْ۔ اَلْقَدْ بَیْعَ غُفْلَہُ الْاَوْجَسْ وَ طَہَّرَہُ نَظَہْرًا۔
ترجمہ: اے اللہ! یہ بھی میرے اہل بیت ہیں، ان سے بھی رجس کو ڈور کر کے انہیں پاک صاف فرما دے۔

اگر آیت کا مصداق یہی چار ہستیاں ہوں تو پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ دعا بخود اللہ کے حق اور اہل بیت کے لیے ہو جاتی ہے۔

بہر حال کتاب میں اسے پوری وضاحت و صراحت سے بیان کر دیا گیا ہے۔ اللہ رب العزت عقل سلیم اور ہم دلفراست کی پاکیزگی عطا فرمائیں تو اس مسئلہ کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ ان اہل حق کو درود شریف کے مبارک کلمات میں بیان کیا گیا ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ خَبِیْرٌ حَبِیْبٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ خَبِیْرٌ حَبِیْبٌ۔

ترجمہ: اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما، جیسے کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی، یہے شک تو ہی شان والا قادر تعریف

خیر المعبولین فجعلنی من غیر القبلیۃ، ثم غیر البیوت، فجعلنی من

غیر بیوتہم، فلما غیرہم نفساً و غیرہم بیتاً۔ (سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۰۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ساری حقوق کو پیدا کیا، اور مجھے ان میں سے بہترین فرقے میں پیدا کیا۔ پھر دُفروں کو پیدا کیا، پھر قبیلوں میں سے پسند کیا اور مجھے بہترین قبیلہ میں کیا۔ پھر گھروں کو چنا اور مجھے ان میں سے بہترین گھر میں پیدا کیا۔ چنانچہ میں ان سے ذات میں بھی بہتر ہوں اور گھرانے میں بھی۔

اللہ جل مجدہ نے جس طرح آپ ﷺ کے خاندان کو دینی و دنیوی سیادت و قیادت سے سرفراز کیا، آپ ﷺ کے گھرانے کو بھی دنیا جہان کے گھرانوں میں افضل و معزز اور شرف بنایا۔ چونکہ خاندان متعدد افراد پر مشتمل ہوتا ہے، جس میں نسبی و صلبی سبب افراد پائے جاتے ہیں، خاندان میں موروثی اہلی اور بد اہلی کے افکار و نظریات کے ہم آہنگی اور اس کے مشن اور کام سے اختلاف رکھنے والے بھی ہوتے ہیں۔ ان کی کسی عملی یا نظریاتی نفوذ کے باعث انہیں خاندان کی فہرست سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ انصافاً، اگر اموات اور اولادات کی بارش احاطت گزار اور نظریاتی ہم آہنگی رکھنے والے افراد پر ہی ہوا کرتی ہے۔

جس خاندان کا تذکرہ پیش نظر ہے، اس کے موروثی اہلی اور بد اہلی "اہل بیت" ہیں۔ لیکن ان کا تعارف اپنے کائنات بجز موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی "عظیم نسبت" سے کرنا چاہیں گے، اور اس معروف اصطلاح "خاندان" کے بجائے "آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم" اور "اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم" جیسی پاکیزہ اور مادر غیبی نسبت سے تذکرہ کیا جائے گا۔

ہم نے قرآن و حدیث کے تناظر میں دیکھا ہے کہ "آل اور اہل بیت" کا استعمال کن معنوں میں ہوا ہے، اور "آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم" اور "اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کن خوش نصیب، ذی وقار اور محترم ہستیوں کو قرار دیا گیا ہے۔ "سیرت اہل بیت الہیاء" میں اس پر مفصل اور مدلل بحث کی گئی ہے، جس کا خلاصہ اور ادبیت لباب یہ ہے کہ لفظ "آل" اپنے وسیع تر مفصل اور مدلل بحث کی گئی ہے، جس کا خلاصہ اور ادبیت لباب یہ ہے کہ لفظ "آل" اپنے وسیع تر معنوں میں سرور و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان، ازدواج مطہرات، اولاد و اہل بیت کا نام لے کر ہر چیز کا متعلق اچھے پر محیط ہے، جبکہ "اہل بیت" کی حقیقی اور اصلی مصداق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواج مطہرات ہیں، اور انہی کی اولاد یعنی چاروں صاحبزادیوں بھی ان کے ساتھ

ہے۔ اسے اللہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل و اولاد میں برکت عطا فرما، جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل میں برکت عطا فرمائی، بے شک تو بڑی شان والا کامل و تعریف ہے۔
اللہ رب العزت ہمیں ان مقدس ہستیوں کی کامل اطاعت اور مطلق محبت عطا فرمائے، اور
اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے جو سب سے مفید عام بناوے۔

بند و پیغمبر

محمد عبدالمعین و عفا اللہ عنہ

آل اور اہل بیت کی توضیح

آل کی لغوی تحقیق

”آل“ کی لغوی تحقیق و تخریج ملاحظہ ہو:

آل کا لفظ اصل میں ”أَهْلٌ“ تھا۔ ہا کو ہمزہ سے بدل دیا اور دو ہمزے ہو گئے۔ دوسرے ہمزہ کو الف سے بدل دیا تو ”آل“ ہو گیا۔
چنانچہ مشہور لغوی محقق علامہ ابن منکدر افریقی مصری (م ۱۱۷۵ھ) اس کی تخریج اس طرح بیان کرتے ہیں:

وَأَنَّ الْمَرْجُلَ: أَهْلُهُ: وَاللَّهُ زَالٌ رَشُولُهُ: تَوَلَّيْتُهُ أَصْلُهَا أَهْلٌ. فَمِ
أَهْلِيَّتِ الْفَاءُ هَمْزٌ فَفَصَارَتْ فِي التَّضْمِينِ أَالٌ. فَلَمَّا تَوَلَّيْتُ الْهَمْزَ ثَانِ
أَهْلُوا الثَّانِيَةَ أَلْفًا. حَتَّى قَالُوا أَهْلٌ وَأَخْبَرُوا^(۱)

ترجمہ: آدمی کی آل اس کی اہل و عیال ہوتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی آل ان کے
دوستوں کو کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ آل دراصل أَهْلٌ تھا، پھر ہا کو ہمزہ سے بدل دیا گیا تو آل بن گیا۔
جب لگا تا دو ہمزے آئے تو اہل عرب نے دوسرے ہمزے کو الف میں بدل دیا جیسا کہ آدم
اور آفریں کیا گیا ہے۔

موصوف مزید لکھتے ہیں:

أهل المذهب: من يدين به، وأهل الأمر
وُلَاةٌ، وَأَهْلُ الْبَيْتِ: سُكَّانُهُ، وَأَهْلُ الرَّجُلِ: الْخَصْمُ النَّاسُ بِهِ، وَأَهْلُ
بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَزْوَاجُهُ وَنِسَائُهُ وَصِهْرُهُ. أَهْلِي
عَلَيْهَا عَلَيْهِ السَّلَامُ: وَقَبِيلُ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأَهْلُ كُلِّ نَبِيٍّ أَهْلُهُ.^(۲)

كُلُّ نَقِيٍّ وَهُوَ مِنْ أَهْلِيٍّ

ہا ہا ہا آں صدق کہ چناں پروردگار
آہا از و مکرم و ابنا عزیز تر

آلہ و رابطہ بیت کی توضیح

یہ اس شخص کے متعلق استعمال ہوگا جس کو دوسرے کے ساتھ ذاتی تعلق ہو، مگر قریبی رشتہ داری یا تعلق والا ہو۔ قرآن مجید میں ہے:

وَأَنىٰ إِبْرَاهِيمَ وَأَنىٰ عِصْرَانَ.

ترجمہ: خاتہانِ ابراہیم اور خاتہانِ عمران۔

ادخلوا آل فرعون أشد العذاب.

ترجمہ: فرعون والوں کو نہایت سخت عذاب میں داخل کر دو۔^(۴)

”آل“ قرآنی تناظر میں

اللہ جل مجدہ نے اپنے کلام مقدس میں لفظ ”آل“ تقریباً چوبیس مرتبہ استعمال فرمایا ہے، اور ہر ایک مرتبہ کے معروف و مشہور شخصیت کے ساتھ بطور مصداق استعمال فرمایا ہے۔ چنانچہ پھر عربوں کے ساتھ اس لفظ کو چودہ مقامات پر بیان فرمایا ہے، ”آل لِيْ عَرَبُوْنَ“:

- | | |
|-----------------------|-----------------------|
| ١- سورة البقرة: ٢٨٦ | ٢- سورة البقرة: ٥٠ |
| ٣- سورة آل عمران: ١١ | ٤- سورة العنكبوت: ١٣٠ |
| ٥- سورة العنكبوت: ١٣٢ | ٦- سورة النحل: ٥٣ |
| ٧- سورة النحل: ٩٥ | ٨- سورة النحل: ٩٦ |
| ٩- سورة النحل: ٩٧ | ١٠- سورة النحل: ٩٨ |
| ١١- سورة النحل: ٩٩ | ١٢- سورة النحل: ١٠٠ |
| ١٣- سورة النحل: ١٠١ | ١٤- سورة النحل: ١٠٢ |
| ١٥- سورة النحل: ١٠٣ | ١٦- سورة النحل: ١٠٤ |
| ١٧- سورة النحل: ١٠٥ | ١٨- سورة النحل: ١٠٦ |
| ١٩- سورة النحل: ١٠٧ | ٢٠- سورة النحل: ١٠٨ |
| ٢١- سورة النحل: ١٠٩ | ٢٢- سورة النحل: ١١٠ |
| ٢٣- سورة النحل: ١١١ | ٢٤- سورة النحل: ١١٢ |
| ٢٥- سورة النحل: ١١٣ | ٢٦- سورة النحل: ١١٤ |
| ٢٧- سورة النحل: ١١٥ | ٢٨- سورة النحل: ١١٦ |
| ٢٩- سورة النحل: ١١٧ | ٣٠- سورة النحل: ١١٨ |
| ٣١- سورة النحل: ١١٩ | ٣٢- سورة النحل: ١٢٠ |
| ٣٣- سورة النحل: ١٢١ | ٣٤- سورة النحل: ١٢٢ |
| ٣٥- سورة النحل: ١٢٣ | ٣٦- سورة النحل: ١٢٤ |
| ٣٧- سورة النحل: ١٢٥ | ٣٨- سورة النحل: ١٢٦ |
| ٣٩- سورة النحل: ١٢٧ | ٤٠- سورة النحل: ١٢٨ |
| ٤١- سورة النحل: ١٢٩ | ٤٢- سورة النحل: ١٣٠ |
| ٤٣- سورة النحل: ١٣١ | ٤٤- سورة النحل: ١٣٢ |
| ٤٥- سورة النحل: ١٣٣ | ٤٦- سورة النحل: ١٣٤ |
| ٤٧- سورة النحل: ١٣٥ | ٤٨- سورة النحل: ١٣٦ |
| ٤٩- سورة النحل: ١٣٧ | ٥٠- سورة النحل: ١٣٨ |
| ٥١- سورة النحل: ١٣٩ | ٥٢- سورة النحل: ١٤٠ |
| ٥٣- سورة النحل: ١٤١ | ٥٤- سورة النحل: ١٤٢ |
| ٥٥- سورة النحل: ١٤٣ | ٥٦- سورة النحل: ١٤٤ |
| ٥٧- سورة النحل: ١٤٥ | ٥٨- سورة النحل: ١٤٦ |
| ٥٩- سورة النحل: ١٤٧ | ٦٠- سورة النحل: ١٤٨ |
| ٦١- سورة النحل: ١٤٩ | ٦٢- سورة النحل: ١٥٠ |
| ٦٣- سورة النحل: ١٥١ | ٦٤- سورة النحل: ١٥٢ |
| ٦٥- سورة النحل: ١٥٣ | ٦٦- سورة النحل: ١٥٤ |
| ٦٧- سورة النحل: ١٥٥ | ٦٨- سورة النحل: ١٥٦ |
| ٦٩- سورة النحل: ١٥٧ | ٧٠- سورة النحل: ١٥٨ |
| ٧١- سورة النحل: ١٥٩ | ٧٢- سورة النحل: ١٦٠ |
| ٧٣- سورة النحل: ١٦١ | ٧٤- سورة النحل: ١٦٢ |
| ٧٥- سورة النحل: ١٦٣ | ٧٦- سورة النحل: ١٦٤ |
| ٧٧- سورة النحل: ١٦٥ | ٧٨- سورة النحل: ١٦٦ |
| ٧٩- سورة النحل: ١٦٧ | ٨٠- سورة النحل: ١٦٨ |
| ٨١- سورة النحل: ١٦٩ | ٨٢- سورة النحل: ١٧٠ |
| ٨٣- سورة النحل: ١٧١ | ٨٤- سورة النحل: ١٧٢ |
| ٨٥- سورة النحل: ١٧٣ | ٨٦- سورة النحل: ١٧٤ |
| ٨٧- سورة النحل: ١٧٥ | ٨٨- سورة النحل: ١٧٦ |
| ٨٩- سورة النحل: ١٧٧ | ٩٠- سورة النحل: ١٧٨ |
| ٩١- سورة النحل: ١٧٩ | ٩٢- سورة النحل: ١٨٠ |
| ٩٣- سورة النحل: ١٨١ | ٩٤- سورة النحل: ١٨٢ |
| ٩٥- سورة النحل: ١٨٣ | ٩٦- سورة النحل: ١٨٤ |
| ٩٧- سورة النحل: ١٨٥ | ٩٨- سورة النحل: ١٨٦ |
| ٩٩- سورة النحل: ١٨٧ | ١٠٠- سورة النحل: ١٨٨ |
| ١٠١- سورة النحل: ١٨٩ | ١٠٢- سورة النحل: ١٩٠ |
| ١٠٣- سورة النحل: ١٩١ | ١٠٤- سورة النحل: ١٩٢ |
| ١٠٥- سورة النحل: ١٩٣ | ١٠٦- سورة النحل: ١٩٤ |
| ١٠٧- سورة النحل: ١٩٥ | ١٠٨- سورة النحل: ١٩٦ |
| ١٠٩- سورة النحل: ١٩٧ | ١١٠- سورة النحل: ١٩٨ |
| ١١١- سورة النحل: ١٩٩ | ١١٢- سورة النحل: ٢٠٠ |
| ١١٣- سورة النحل: ٢٠١ | ١١٤- سورة النحل: ٢٠٢ |
| ١١٥- سورة النحل: ٢٠٣ | ١١٦- سورة النحل: ٢٠٤ |
| ١١٧- سورة النحل: ٢٠٥ | ١١٨- سورة النحل: ٢٠٦ |
| ١١٩- سورة النحل: ٢٠٧ | ١٢٠- سورة النحل: ٢٠٨ |
| ١٢١- سورة النحل: ٢٠٩ | ١٢٢- سورة النحل: ٢١٠ |
| ١٢٣- سورة النحل: ٢١١ | ١٢٤- سورة النحل: ٢١٢ |
| ١٢٥- سورة النحل: ٢١٣ | ١٢٦- سورة النحل: ٢١٤ |
| ١٢٧- سورة النحل: ٢١٥ | ١٢٨- سورة النحل: ٢١٦ |
| ١٢٩- سورة النحل: ٢١٧ | ١٣٠- سورة النحل: ٢١٨ |
| ١٣١- سورة النحل: ٢١٩ | ١٣٢- سورة النحل: ٢٢٠ |
| ١٣٣- سورة النحل: ٢٢١ | ١٣٤- سورة النحل: ٢٢٢ |
| ١٣٥- سورة النحل: ٢٢٣ | ١٣٦- سورة النحل: ٢٢٤ |
| ١٣٧- سورة النحل: ٢٢٥ | ١٣٨- سورة النحل: ٢٢٦ |
| ١٣٩- سورة النحل: ٢٢٧ | ١٤٠- سورة النحل: ٢٢٨ |
| ١٤١- سورة النحل: ٢٢٩ | ١٤٢- سورة النحل: ٢٣٠ |
| ١٤٣- سورة النحل: ٢٣١ | ١٤٤- سورة النحل: ٢٣٢ |
| ١٤٥- سورة النحل: ٢٣٣ | ١٤٦- سورة النحل: ٢٣٤ |
| ١٤٧- سورة النحل: ٢٣٥ | ١٤٨- سورة النحل: ٢٣٦ |
| ١٤٩- سورة النحل: ٢٣٧ | ١٥٠- سورة النحل: ٢٣٨ |
| ١٥١- سورة النحل: ٢٣٩ | ١٥٢- سورة النحل: ٢٤٠ |
| ١٥٣- سورة النحل: ٢٤١ | ١٥٤- سورة النحل: ٢٤٢ |
| ١٥٥- سورة النحل: ٢٤٣ | ١٥٦- سورة النحل: ٢٤٤ |
| ١٥٧- سورة النحل: ٢٤٥ | |

سیدنا الوظ علیہ السلام کے ساتھ

سیدنا مولود علیہ السلام کے ساتھ لفظ آل کو قرآن مجید میں چار مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔

- ١- سورة الحجر: ٥٩
٢- سورة الحجر: ٦٢
٣- سورة النمل: ٥٦
٤- سورة القمر: ٣٣

• سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے نام کے ساتھ صرف ایک مرتبہ سورۃ آل عمران: ۳۳ میں لفظ

ترجمہ: اہل اہلبیت سے مراد وہ ہیں جو اسلام کے پیروکار ہیں۔ اہل
عمر اور کارکن مملکت ہیں۔ اہل بیت سے مراد گھر میں رہنے والے لوگ ہیں۔ اہل ارجس:
کی کے خاص تعلق دار، اہل بیت انجی سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں، آپ
نبیؐ کی بیویاں اور آپ ﷺ کے داماد ہیں۔ داماد سے میری مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا
کہ بیت سے مراد صرف آپ ﷺ کی بیویاں ہیں۔ اور اس سے مراد نبی کی ہاست ہے۔
علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی (م ۸۱۴ھ) کہتے ہیں:

أَفْضَلُ الرُّجُلِ: عَشِيرَتُهُ، وَذَوْ قُرْبَاهُ — وَاهْلُ الْأَمْرِ: وَلَاتُهُ، وَالْمَيْتُ: سُكَّالُهُ، وَالْمُلْمَحَبُّ: مَنْ يَدِينُ بِهِ، وَالرُّجُلُ: زَوْجَتُهُ، كَأَهْلَتِهِ.

وَلِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأُجَاهُ، وَبَنَاتُهُ وَصِهْرُهُ عَلَى رَحْمَةِ
اللَّهِ تَعَالَى مِنْهُ، أَوْ نِسَانُهُ وَلِكُلِّ نَبِيٍّ امْتَةٌ. (٣)

ترجمہ: آدمی کی اہل اس کا کبیر، قبیلہ اور دستور دار ہیں۔۔۔ اور اہل الامر سے مراد ارکانِ مملکت ہیں۔ اہل بیت سے مراد انھر میں رہنے والے لوگ ہیں۔ اور اہل مذہب سے مراد یوں کے پیروکار ہیں۔ اور اہل الرحل سے مراد اُن کی بیوی ہے۔ اور اہل النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد آپ ﷺ کی بیویاں، بیٹیاں اور دادا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، یا اُن کی بیویاں۔ اور آل سے مراد برائی کی امت ہے۔

امامِ راجبؑ اعلمہائی (م ۵۳۸) لکھتے ہیں:

”اَنّٰل“ بعض نے کہا ہے کہ ”آئی“ اصل میں ”اَفْعَل“ ہے، کیونکہ اس کی تفسیر ”اَفْعِلْ“ آتی ہے مگر اس کی اضافت کا مقصد انسان میں ہے ہمیشہ ”عَلِمَ“ کی طرف ہوتی ہے۔ کسی اسم نکرہ اور نامہ ایسا کہ انسان کی طرف اس کی اضافت جائز نہیں ہے۔ اس لیے آلِ لُحَّان (عسفم) کو کہہ سکتے ہیں، مگر آلِ رمل۔ آلِ زمان کو کہلاؤ۔ آلِ مکان کو کہلاؤ یا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح ہمیشہ صاحب شرف اور افضل حق کی طرف مضاف ہوگا۔ اس لیے آلِ اَبْنِیٰ بھی نہیں کہہ سکتے، بلکہ آلِ اللہ یا آلِ سلطان کہا جائے گا۔ مگر افضل کا لفظ مذکورہ بالا میں ہے ہر ایک کی طرف منسوب ہو کر آتا ہے۔ چنانچہ جس طرح اہلِ زمین کو کہلاؤ جبکہ مذکورہ بالا آتا ہے، اسی طرح اہلِ اللہ اور اہلِ نبی بھی کہہ سکتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ ”اَفْعَل“ ”اور اصل معنی فِعْل ہے اس کی تفسیر: ”اَفْعِلْ“ آتی ہے اور

”آل“ استعمال ہوا ہے۔

ترجمہ: فرعون کی بیوی آسیہ نے دریا سے موسیٰ کو نکالا۔
 علاوہ انیس قرآن مجید میں لفظ ”آل“ سیدنا ابراہیم، سیدنا نوح، سیدنا یعقوب، سیدنا موسیٰ،
 سیدنا ہارون اور سیدنا داؤد علیہم السلام کے ساتھ قدامت استعمال ہوا ہے، یعنی آل ابراہیم، آل نوح، آل
 یعقوب اور آل موسیٰ وغیرہ لیکن پورے قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم گرامی
 کے ساتھ استعمال نہیں کیا گیا۔ ”آل محمد“ ہاں نبی یا آل رسول قرآنی اصطلاح نہیں ہے۔

آل رسول ﷺ

سیدنا محمد محمود کہتے ہیں:

”آل رسول“ رسول کی اولاد، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے تعلق رکھنے
 والے لوگ۔ ”آل“ ایک وسیع لفظ ہے۔ قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اس لفظ کا جاسنے
 سے اس کے معنی قوم، اولاد، خاندان اور وارث کے مشہور ہیں، جیسا کہ آل ابراہیم، آل عمران،
 آل نوح یا آل ہارون اور آل فرعون وغیرہ قرآنی ترکیب سے ظاہر ہے۔

علمائے اسلام نے آل رسول کو دو طرح بیان کیا ہے: ایک جسمانی، جس کا تعلق ماضی سے
 ہے، اور دوسرے روحانی، جس کا تعلق حال سے ہے۔ ایک گروہ ماضی کے تعلق سے آل رسول کا
 معنی پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی زوجہ حجرتہ فاطمہ اثر پر اور رضی اللہ عنہا،
 آپ ﷺ کے داماد سید علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ کے دونوں نواسے: سیدنا حسن
 ابن علی اور سیدنا حسین ابن علی کی ذات والا صفات قرار دیتا ہے۔

پھر اسی کے ساتھ ہی اسی لفظ نظر کا ایک اور گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محترم چچا
 سیدنا عباس بن عبد المطلب، آپ کی اولاد اور سیدنا علی ابن ابی طالب کے دونوں بڑے بھائیوں:
 سیدنا عقیل ابن ابی طالب اور سیدنا جعفر طیارؓ ابن ابی طالب اور ان کی اولاد کو بھی آل رسول قرار
 دیتا ہے۔

اب رہے دو گروہ جو اس لفظ کے روحانی پیلو کو نکالوں کے سامنے رکھتے ہیں، ان کے
 نزدیک علاوہ ان کا تیز نفوس کے، جن کی تعظیم گرامر مسلمان اپنا فرض سمجھتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی تمام امت یعنی فرزند ان جو حید، مہذب، اسلامیہ پر آل رسول کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور ان

سیدنا یعقوب علیہ السلام کے ساتھ

سیدنا یعقوب علیہ السلام کے نام کے ساتھ ”آل“ دوسری آیا ہے

۱۔ سورۃ یوسف ۶۱۔ ۲۔ سورۃ صافات ۶۰

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے نام کے ساتھ ”آل“ ایک مرتبہ سورۃ البقرۃ ۲۲۸ میں آیا ہے۔

سیدنا ہارون علیہ السلام کے ساتھ

سیدنا ہارون علیہ السلام کے ساتھ سورۃ البقرۃ ۲۲۸ میں ایک مرتبہ لفظ ”آل“ آیا ہے۔

سیدنا داؤد علیہ السلام کے ساتھ

سیدنا داؤد علیہ السلام کے ساتھ لفظ ”آل“ ایک مرتبہ سورہ صافات ۱۳ میں آیا ہے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ

سیدنا عیسیٰ بنت مریم کے واقعہ میں سورۃ آل عمران ۳۳ میں لفظ ”آل“ ایک مرتبہ

آیا ہے۔

مذکورہ بالا تمام آیات میں سیاق و سباق اور شان نزول کے مطابق لفظ ”آل“ گروہ
 جماعت، اتباع و انصار، رجب و کار خرم اور حاجی کے معنی و مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ بعض آیات
 میں اولاد کو بھی اس میں شامل کیا گیا ہے، لیکن وہاں بھی اتباع اور بیوی کا وصف زیادہ نمایاں
 ہے۔ لیکن پورے قرآن مجید میں کسی ایک مقام پر بھی صرف اولاد یا پشتہ دار کی وجہ سے ”آل“ کا
 اطلاق نہیں کیا گیا۔

اسی طرح لفظ ”آل“ میں بیوی بھی شامل ہے۔ جیسا کہ سیدنا داؤد علیہ السلام کے واقعہ میں
 بیوی کو سختی قرار دیتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

إِنِّ اِلٰی لَوْجَدُ اِنَّ لَمْ نَجِدْهُمْ اٰخِیْنِیْنَ۔ اِلَّا اَخْرَجْتَهُ۔ (سورۃ الحجر ۵۹-۶۰)

اگر لفظ ”آل“ میں بیوی شامل نہ ہوتی تو اشتہار کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں فرمایا:

لَا تَلْفُظْ اِلَّا بِزَعُوْنٍ یَّکُوْنُ لَیْھُمْ عَذَابٌ وَّخِیْرًا۔ (سورۃ القصص ۸)

کی دلیل یہ ہے کہ نبوت اور رسالت وہی چیز ہے، کہیں شے نہیں جس سے خون اور جسم کی وراثت چل سکے۔ (۵)

اہل کا مصداق

امام ربیع اصفہانی (۵۳۸ھ) لکھتے ہیں:

أَهْلُ الرَّجُلِ أُنُوكُوں کو کہا جاتا ہے جو اس کے ہم نسب یا ہم دین ہوں، یا کسی صنعت یا مکان میں شریک ہوں، یا ایک شہر میں رہنے والے ہوں۔

اصل میں أَهْلُ الرَّجُلِ تو وہ ہیں جو کسی کے ساتھ ایک مسکن میں رہتے ہوں۔ پھر مجازاً آدمی کے قریبی رشتہ داروں پر اہل بیت اہل کا لفظ بولا جانے لگا اور عرف میں اہل الیہیت کا لفظ خاص کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان پر بولا جانے لگا۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

إِنَّمَا أَهْلُ بَيْتِ اللَّهِ يُحِبُّونَ غُلَامًا مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ.

ترجمہ: اے پیغمبر کے اہل بیت! خدا چاہتا ہے کہ تم سے چاچا کی (کاکیل بیکل) دو دو کرے۔ اور کہی أَهْلُ الرَّجُلِ سے یہی مراد ہوتی ہے۔ (۶)

امام ربیعؒ فرماتے لکھتے ہیں:

”أَهْلُ النَّبِيِّ“۔ یعنی سے کہا اہل، اہل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار مراد ہیں۔ اور بعض کے نزدیک اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہیں علم و معرفت کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خصوصی تعلق حاصل ہوا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اہل دین و دھرم ہیں؛ ایک وہ جو علم و عمل کے اعتبار سے راجح اور محکم ہوتے ہیں۔ ان کو ”أَهْلُ النَّبِيِّ“ اور ”أَهْلُ الْبَيْتِ“ بھی کہتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جن کا سراسر تقیید تعلق ہوتا ہے۔ ان کو نجد محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کہہ سکتے ہیں مگر ”آلِ مُحَمَّد“ نہیں کہہ سکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امت اور آل میں عموم و خصوص کی نسبت ہے، یعنی ہر آل نما اس کی امت میں داخل ہے، مگر ہر امتی آل نما نہیں ہو سکتا۔

امام جعفر صادقؑ سے کسی نے دریافت کیا کہ لوگ تمام مسلمانوں کو آل نما میں داخل سمجھتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا: یہ صحیح بھی ہے اور غلط بھی۔ سائل نے عرض کیا، یہ کیسے؟ فرمایا: غلط تو اس

لیے کہ تمام امت آل نما میں داخل نہیں ہے، اور صحیح اس لیے کہ وہ شریعت کے کلمہ پابند ہو جائیں تو انہیں آلِ انبیاء کہا جاسکتا ہے۔

اور آیت کریمہ:

وَقَالِ زَيْلُ خُلُوفٍ يَفْنَى الْفَرْغُونَ. (سورۃ انفار: ۲۸)

ترجمہ: اور فرعون کے لوگوں میں سے ایک مومن شخص نے کہا۔

اس آیت میں اس مومن مرد کے آل فرعون سے ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ بظاہر تو اس کے خصوصی اہل کاروں اور فرعونی شریعت کے ماننے والوں سے تھا، اور ممکن و سب کے اعتبار سے انہی میں سے شمار ہوتا تھا، اس لیے کہ وہ لوگ بھی اسے اپنی شریعت کا پابند خیال کرتے تھے۔ (۷)

امام ابوذرؓ کا بھی الدین بن شرف انوری رحمہ اللہ (۶۷۷ھ) لکھتے ہیں:

آلِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم: اس میں جن توحید پات پائی جاتی ہیں:

- ۱۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب مراد ہیں۔ امام شافعی کا قول بھی یہی ہے۔
- ۲۔ اس سے مراد آپ کی سبھی اولاد ہے، اور دوسرے قاطعہ رضی اللہ عنہا کی اولاد مراد ہے اور ان کی نسل۔

۳۔ قیامت تک آنے والا ہر مسلمان اطاعت گزار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل ہے۔ قاضی ابوظہبؒ، الا زہریؒ و شیخان ثوریؒ و دیگر وہا کی بقول ہے۔ (۸)

علاء ابن ابی مرجم عسقلانی رحمہ اللہ (۸۵۴ھ) بھی اس کی تائید و توثیق فرماتے ہیں:

الآل سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اور اولاد ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ”تعبہ شہداء“ آل سے مراد آپ ﷺ کی بیویاں اور جن پر صدقہ حرام ہے اور اولاد بھی اس میں داخل ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آل سے مراد سیدہ و قاطعہ رضی اللہ عنہا کی اولاد یا انھیں مراد ہے۔

جیسا کہ امام نوویؒ نے شرح منہب میں بیان کیا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد تمام قریش ہیں، جیسا کہ ابن رافعؒ نے ”المکلف“ میں کہا ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ آل سے آپ ﷺ کی ساری اطاعت گزار امت ہے۔ (۹)

رضی اللہ عنہما۔

علماء کرام ان روایات، اخلاقات اور اقوال میں تحقیق اور توجہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ "بیت" کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ بیت نسب

۲۔ بیت سکنی

۳۔ بیت ولادت

لہذا عبدالمطلب کی اولاد حضورِ مصلی اللہ علیہ وسلم کے "اہل بیت نسب" ہیں۔ ازواج مطہرات "اہل بیت سکنی" ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف "اہل بیت ولادت" ہیں۔ اور اہل بیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد شامل ہے۔ ان میں سے خاص کر حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین سلام اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ کیونکہ یہ حضرات فضل و کرامت اور محبت کے لحاظ سے زیادہ ممتاز اور مخصوص ہیں۔ (۱۱)

قرآنی تصریحات

قرآن مجید کا محاورہ بھی یہی ہے کہ اہل بیت کے مفہوم میں ذہبہ اصالتہ داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں فرمایا جب فرشتوں نے انہیں فرزند ابرہہ کی بشارت سنائی، ان کو یہ اندیشا میں اس بشارت پر تعجب ہوا۔ تو فرشتوں نے کہا:

﴿تَفْخِخْنِي مِنْ أَنْفَرِ اللَّهِ وَخَفْتُ اللَّهَ وَنَزَّلْتُ عَلَيْكُمْ الْكَلِمَ الْأَنْبِيَّ ۚ إِنَّهُ خَبِيرٌ مُحِيطٌ﴾ (سورہ عہود: ۷۳)

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو "اہل بیت" کہا گیا ہے، یعنی گھروالی۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا:

﴿فَأَنِّي لِأَخْلِيهِ امْكُتُّوْا بِئِذَا أَنْشَأْتُ نَادَا﴾ (سورہ طہ: ۱۰)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کو مخاطب کرتے ہیں: "لاہلہ"۔

دوسری آیت میں ہے:

﴿إِنَّهَا لَمَوْسَىٰ ۖ لِأَخْلِيهِ بِئِذَا أَنْشَأْتُ نَادَا﴾ (سورہ فصل: ۷)

سیدنا یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں ہے:

﴿فَالْتَمَسْنَا جُزْءًا مِنْ زَادِهِ بِأَهْلِكَ سَوَاءٌ إِلَّا أَنْ يُسْحَنَ﴾ (سورہ یوسف: ۲۵)

زینک نے بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا: "اہلک" "میری بیوی۔

اللہ رب العزت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماتے ہیں:

﴿وَأَمَّا أَهْلُكَ بِالضُّلُوعِ وَاضْطُرَّ عَلَيْهِ﴾ (سورہ طہ: ۱۳۴)

"اہلک" "اپنے گھروالوں کو۔

احادیث کے آئینہ میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں بھی "اہل" کا اطلاق بیوی پر کیا گیا ہے۔

۱۔ اِذَا وَقَعَ الرَّجُلُ بِأَهْلِهِ وَهِيَ حَائِضٌ (۱۲)

ترجمہ: بیٹھنے کی حالت میں بیوی سے جماع کیا۔

۲۔ اِنْ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِينَ إِيْمَانًا احْسَبْنِهِ خَلْقًا وَالتَّطَهُّمِ بِأَهْلِهِ (۱۳)

ترجمہ: یہ ٹیپ کاہل ایمان والا وہ آدمی ہے جس کے اخلاق اتنے ہی ہوں اور اپنی بیوی کے ساتھ میرانی سے پیش آئے۔

۳۔ فَوَجَدَ عِنْدَ أَهْلِهِ وَجَلًا فَرَأَىٰ عَيْنُهُ وَسَمِعَ بِأَذْنِهِ (۱۴)

ترجمہ: میں اُس نے بیوی کے پاس ایک آدمی کو پایا، اس کی آنکھوں نے دیکھا اور کان سے سنا۔

۴۔ اِذَا اتَىٰ أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ فَلْيَسْتُرْ (۱۵)

ترجمہ: تم میں سے جب کوئی آدمی اپنی بیوی کے پاس آئے تو پردہ کر لے۔

۵۔ هَلْ مِنْكُمْ الرَّجُلُ اتَىٰ أَهْلَهُ فَأَخْلَقَ عَلَيْهِ بَابَهُ (۱۶)

ترجمہ: تم میں سے جب کوئی آدمی اپنی بیوی کے پاس آئے تو دروازہ بند کر لے۔

۶۔ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَالْأَخِيرُ كَمِ لِأَهْلِهِ (۱۷)

ترجمہ: تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا ہو اور میں تم سب سے زیادہ اچھا

ہوں اپنی بیوی کے ساتھ۔
ترجمہ: اے مسلمانو! اس شخص سے گوان بدلہ لے گا جس نے میری "اہل بیت" کے متعلق

مجھے لایع دئی ہے۔ خدا کی قسم! میں اپنی بیوی کو پا کھانا اور تنگ سی بگھتا ہوں۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے

بعد فرمایا:

اشيروا علي في اناس ابوا اهلي. وابع الله ما علمت علي اهلي

من سوء قط. وابتوهم بمن. والله ما علمت عليه من سوء قط. ولا

دخل بيتي قط الا وانا حاضر. ولا غبت في سفر الا غاب معي. (۲۳)

ترجمہ: مجھے ان لوگوں کے متعلق مشورہ دو میں جنہوں نے میرے گھروالوں پر تہمت لگائی۔

اللہ کی قسم! میں اپنی گھروالی میں قطعاً کوئی برائی نہیں جانتا اور جس شخص کے متعلق تہمت لگائی ہے،

اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی، اور نہ ہی کبھی وہ میرے گھر میں آیا مگر میری موجودگی میں۔ اور جب

میں سفر میں گیا تو وہ بھی سفر میں گیا۔

ان تمام احادیث میں افسوس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی اور "افضل

النسب" کا لفظ صراحۃً ازواج مطہرات کے لیے استعمال ہوا ہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے

کہ اہل بیت میں ازواج مطہرات سب سے پہلے شامل ہیں، اور یہی اصلی اور حقیقی مصداق ہے۔

آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

احادیث طویلہ میں "آل محمد" کا الحاق صراحۃً ازواج مطہرات پر بھی پایا جاتا ہے۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الأنبياء اجعل رزق آل محمد قوتاً. (۲۵)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے کی مرتبہ فرماتے تھا:

والذي نفس محمد بيده ما أصبح عند آل محمد صاع خبث

ولا تمق. (۲۶)

ترجمہ: جس ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آل لاہلک علیک حقاً. (۲۸)

ترجمہ: بے شک تجھ پر میری بیوی کا حق ہے۔

۸۔ وقفہ باہلی فی رمضان. (۲۹)

ترجمہ: رمضان کے روزہ کی حالت میں بیوی سے میں نے صحبت کر لی۔

۹۔ يشكو اليه الله وجد مع اهله وجنلاً. (۳۰)

ترجمہ: ایک آدمی نے فکارت کی کہ میں نے اپنی بیوی کے ساتھ غیر آدمی کو دیکھا ہے۔

۱۰۔ فاراد النبی صلی اللہ علیہ وسلم عنہا ما يريد الرجل من اهله. (۳۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت حنیفہ کے) پاس جانے کا ارادہ فرمایا،

جس طرح مرد اپنی بیوی کے پاس جانے کا ارادہ کرتا ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج کے لیے بھی لفظ "اہل" استعمال ہوا ہے۔

۱۱۔ جب ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے الزام تراشی کی تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ طلب فرمایا۔ آپ ﷺ نے حضرت علی اور اسامہ

رضی اللہ عنہما سے مشورہ فرمایا:

نستشير ههنا في فراق اهله.

ترجمہ: ان دونوں سے اپنی بیوی کے جدا کرنے کے متعلق مشورہ فرمایا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے:

يا رسول الله صلى الله عليه وسلم اهلك وما تعلم الا حياء. (۳۲)

ترجمہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی بیوی (عائشہ) کے متعلق ہم بھلائی اور خیر کے

سوا کچھ نہیں جانتے۔

ان حضرات سے مشورہ طلب کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف

فرماوئے اور فرمایا:

يا معشر المسلمين من يعارضني من رجل قد بلغني اذا في اهل

بيتي. فوالله ما علمت من اهلي الا حياء. (۳۳)

ناہدوں کا ٹکڑہ کر کے رکھیں۔ پس نبی ﷺ نے فرمایا، بہت سی عمر جس آل محمد ﷺ (حضور ﷺ کی ازواج) کے ہاں آتی ہیں جو اپنے خاندانوں کا ٹکڑہ کرتی ہیں، وہ مرد قہار اور اچھے لوگ نہیں۔

مذکورہ بالا اقسام احادیث میں ازواج مطہرات کی کو "آل محمد ﷺ" کہا گیا ہے۔ ان میں نہ تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں شامل ہیں اور نہ ہی حضرات حسنینؑ و مرثیہؑ۔

(۸) مردوں میں یہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو کہہ سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شایہ، آپ نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے عثمانؓ کو ابو بکرؓ کے پاس بھیجا (جب وہ غلیظ ہوئے) اور اُن سے مطالب کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کئی اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی تھی، اس میں سے ان کے حصے لئے چاہئیں۔

لیکن میں نے انہیں رد کیا اور اُن سے کہا تم خدا سے نہیں ڈرتیں؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود میں فرمایا تھا کہ ہماری میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ اس ارشاد میں خود اپنی ذات کی طرف تھا:

انما یسا کمل آل محمد فی هذا الحال فاضیہ ازواج النبی ﷺ الی ما اخبرو نہیں۔ (۳۲)

ترجمہ: البتہ آل محمد ﷺ کو اس کا سناؤ، میں سے (ساتھ کی طرح ان کی ضروریات کے لیے) ملتا رہے گا، جب میں سے ازواج مطہرات کو حدیث سنائی تو انہوں نے اپنی رائے بدل دی۔

(۹) "آل محمد ﷺ" سے ازواج مطہرات اور ذریت بھی مراد ہیں۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو درود شریف پڑھنے کا حکم فرمایا:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ خَافَا صَلَّیْتَ عَلٰی
اِبْرٰهٖمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرٰهٖمَ اِنَّکَ حَبِیْبٌ مُّحِبٌّ. اَللّٰهُمَّ بَارِکْ
عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ خَافَا بَارِکْتَ عَلٰی اِبْرٰهٖمَ وَعَلٰی
آلِ اِبْرٰهٖمَ اِنَّکَ حَبِیْبٌ مُّحِبٌّ.

ترجمہ: اے اللہ! اہل بیت نماز فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اُن کے گھروالوں پر، جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور آپ کے گھروالوں پر، جیسے تو تعریف کے لائق اور بزرگ والا ہے۔ اے اللہ! خاص برکتیں نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر

کے پاس صبح کو ایک ساعہ نذر یا بھجور کا بھی نہیں ہے۔

(۳) عن عائشہ قالت: ما ضیع آل محمد ﷺ منذ قدم المدینۃ من طعام ہو ثلاث لیال کبیرا حتی قبض. (۴۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھروالوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عید منورہ شریف لانے کے بعد آپ ﷺ کے وصال تک کبھی پیٹ بھر کھانا نہیں کھایا۔

(۴) امام لوتین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما ضیع آل محمد من خبز شعیر یومین متابعین حتی قبض رسول اللہ ﷺ. (۸)

ترجمہ: دو دن تک ہوا تیرا کی روٹی سے حضرت محمد ﷺ کے گھروالے یہ نہیں ہوئے۔

(۵) سیدہ ہی سے روایت ہے:

ما ضیع آل محمد من خبز بر فوق ثلاث. (۴۹)

ترجمہ: تین دن سے زیادہ آل محمد ﷺ کو روٹی سے یہ نہیں ہوئے۔

(۶) امام لوتین فرماتی ہیں:

ان کسا آل محمد ﷺ لیسکت شہورا ما نسوقہ بنار ان ہوا الا التمر والنساء. (۳۰)

ترجمہ: ہم آل محمد ﷺ کا یہ حال تھا کہ مہینہ مجید تک گزر جاتا تھا اور آگ نہ ملتا کہ تھے، صرف بھجور اور پانی پر گزارا تھا۔

(۷) قال رسول اللہ ﷺ لا تنصروا اماء اللہ فجاء عمر الی رسول اللہ ﷺ فقال ذلزل النساء علی ازواجہن فخرج فی ضربہن فاطمات بآل رسول اللہ ﷺ لستا کثیر مشکون ازواجہن فقال النبی ﷺ لقد طاف بآل محمد نساء کثیر مشکون ازواجہن لیس اولئک یمخارکم. (۴۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی بندگی کو بیخود نہ کرو۔ پھر حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، پس عرض کیا، مجھ کو آپ اپنے خاندانوں پر بڑی ہوئی ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں مارنے کی اجازت دی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں بہت سی عورتیں اپنے

وسلم اور آپ ﷺ کے گھروالوں پر، جس طرح تو نے برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم علیہ
اسلام اور ان کے گھروالوں پر، بے شک تو تعریف کے لائق اور بزرگ والا ہے۔

مولانا محمد منظور عثمانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

”اس درود شریف میں ”آل“ کا لفظ چاروں دعا آیا ہے۔ ہم نے اس کا ترجمہ
”گھرانے والوں“ کیا ہے۔ عربی زبان ان کو خاص کر قرآن و حدیث کے
استعمالات میں کسی شخص کی آل ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو ان لوگوں کے ساتھ
خصوصی تعلق رکھتے ہوں، خواہ یہ تعلق نسب اور شرف کا ہو۔ جیسے اس کی بیوی، بچے یا
رقہ وقت اور عقیدت و محبت اور اتباع و اطاعت کا، جیسے کہ اس کے مشن کے خاص
ساحقی اور محسن و جعین۔ اس لیے نفس لغت کے لحاظ سے یہاں آل کے دونوں
معنی ہو سکتے ہیں۔

بہرحال اس عاجز کے نزدیک مانع یہی ہے کہ درود شریف میں ”آل“ محمد مصطفیٰ
اللہ علیہ وسلم سے آپ کے گھرانے یعنی ازواج مطہرات نوروز مراد ہے۔ اور
اسی طرح آل ابراہیم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے۔
قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ کو طاب کر کے فرمایا گیا
ہے: وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ إِهْلُ الْبَيْتِ ذِي الْحُرَّةِ حَبِيبَةُ جَبِينَةَ بِلَا شِبَالٍ
ابراہیم وہی ہیں جن کو آل آیت میں اہل البیت فرمایا گیا ہے۔“ (۳۲)

(۱۰) عَنْ أَبِي حَمِيدٍ الصَّاعِدِيِّ هُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَيْفَ نَصَلِّي
عَلَيْكَ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَذُرِّيَّةِ كَمَا
صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ. وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَذُرِّيَّةِ كَمَا بَارَكْتَ
عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ. (۳۳)

ترجمہ: صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ پر کس طرح درود بھیجیں؟ آنحضور
ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح کہو: اللہ اے اللہ! محمد ﷺ کی ازواج اور آپ ﷺ کی نسل پر اپنی رحمت
نازل کر جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل کی۔ اور محمد ﷺ کی ازواج اور ان کی نسل پر برکت
نازل کر جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر برکت نازل کی۔ بلاشبہ خود وہ صفات پاک ہے۔ (۳۵)

تکیم الامت مولانا شرف علی قاسمی (۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں:

”اس میں شک نہیں کہ ازواج مطہرات بھی آل محمد میں داخل ہیں، اور اسی طرح
ذریعہ میں بھی داخل ہیں۔ مکمل اختلاف اے لغت یہ ہے کہ ازواج تو آل محمد میں
اصلاً داخل ہوں اور ذریعہ میں جہاں داخل ہوں، کیونکہ آل کہتے ہیں اہل بیت کو۔
یعنی گھروالوں کو، اور گھروالوں کے مفہوم میں یہی سب سے پہلے داخل ہے۔ پس
یہ احتمال نہیں ہو سکتا کہ ذریعہ تو آل میں داخل ہو اور ازواج داخل نہ ہوں۔“ (۳۶)

ہر متقی آل ہے

”آل محمد“ مصطفیٰ اللہ علیہ وسلم سے متقی، پرہیزگار اور پاکیزہ امتی بھی مراد ہیں۔ جیسا

کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱۱) اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا سُئِلَ عَنِ آلِهِ. قَالَ: آلُ مُحَمَّدٍ
كُلُّ نَفْسٍ. (۳۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ”آل“ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا،
ہر متقی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل ہے۔

امام نووی (۷۶۶ھ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرماتے ہیں:

(۱۲) اِنَّهُ سُئِلَ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: كُلُّ مُؤْمِنٍ مِنْ
نَفْسٍ. (۳۸)

ترجمہ: آپ سے دریافت کیا گیا، آپ ﷺ کی آل کون لوگ ہیں؟ فرمایا، ہر متقی مسلمان
میری آل ہے۔

(۱۳) عَامِدُ جَاهِلِ الدِّينِ سَبَوْنِي نَعْنِي دُرِّ مَشْرُوعٍ رِشِّ رِوَايَتِ تَقِيٍّ كَلَّ كَلَّ: بَنِي مَرْوِيَّةَ حَضْرَتِ
اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَعْدَ رِوَايَتِ كَرْتِ هِيَ كَرِوَالِ اللّٰهُ صُفْلَى اللّٰهُ عَلَيَّ وَسَلَمَ سَعْدَ پُوجھا گیا، آپ ﷺ کی
آل کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ مُؤْمِنٍ. (۳۹)

ترجمہ: ہر ایماندار میری آل ہے۔

آل، وہ جن پر صدقہ حرام

”آل“ میں دو سب لوگ شامل ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(۱۳) عن زید بن ارقم وحی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذکرکم اللہ فی اہل بیتی۔ فقیل لزیید وحی اللہ عنہ، ومن اہل بیته؟ ایسے نساؤہ من اہل بیته؟ قال: نساؤہ من اہل بیته، ولكن اہل بیته من حرم الصدقة بعده آل علی، وآل عقیل، وآل جعفر، وآل عباس۔ (۳۰)

ترجمہ: میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج مطہرات آپ کے اہل بیت میں سے ہیں؟ فرمایا، آپ کی ازواج مطہرات آپ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ اور دو سب اہل بیت میں سے ہیں جن پر آپ ﷺ کے بعد صدقہ خیرات حرام ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، وہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا، حضرت علی کا خاندان، حضرت عقیل کا خاندان، آل جعفر اور آل عباس کا خاندان۔

(۱۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان هذه الصدقات، اما هي اوساخ الناس، واما لاحتل للمحمد ولا آل محمد۔ (۳۱)

ترجمہ: یہ لوگ یہ صدقات لوگوں کے میل ہیں، اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کی آل کے لیے حلال نہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ اور بعض مالکیہ کے نزدیک یہ دو ہاشم اور بنو مطلب پر صدقہ حرام ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا قول ہے کہ صدقہ صرف بنو ہاشم پر حرام ہے۔ (۳۲)

شافعی، حنفی، مالکی اور امام مالک کا قول ہے کہ صدقہ صرف بنو ہاشم پر حرام ہے۔ حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عقیل اور حضرت عباس کی اولاد اہل بیت میں شامل ہیں۔ (۳۳)

(۱۶) حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مغربی میں صدقہ کی کج روایت میں ڈال لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اگلی سے ان کے منہ سے کج روایت نکال دی اور فرمایا:

انا آل محمد لا تحل لنا الصدقة۔ (۳۳)

ترجمہ: ہم آل محمد کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔

(۱۷) حضرت عید اللہ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارقم بن ارقم زہری رضی اللہ عنہ کو صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ انہوں نے ابورافع رضی اللہ عنہ کو بھی ساتھ لے جانا چاہا۔ لیکن ابورافع آپ ﷺ کی خدمت میں اجازت لینے کو حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يا ابا الفطح، ان الصدقة حرام على محمد و علي آل محمد. وان مولی القوم منهم۔ (۳۵)

ترجمہ: اے ابورافع! مجھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد پر صدقات حرام ہیں، اور آزاد کردہ تمام بھی اسی قوم کے حکم میں داتا ہے۔

(۱۸) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بنو ہاشم کے دو جوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ ہمیں صدقات وصول کرنے کی خدمت پر مامور فرمائیں، تاکہ ہم بھی دوسروں کی طرح فائدہ اٹھا سکیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انا آل محمد لا تحل لنا الصدقة. وهي اوساخ الناس۔ (۳۶)

ترجمہ: یہ لوگ ہم آل محمد کے لیے صدقہ حرام ہے۔ یہ صدقات لوگوں کے گناہوں کا میل ہیں۔

(۱۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نوفل بن حارث نے اپنے دو بیٹوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ آپ ﷺ سے صدقات کے مال سے کچھ تعاون حاصل کریں، تاکہ گھر پر ضروریات پوری کی جاسکیں۔ دو دونوں آپ ﷺ کے درودت پر حاضر ہوئے اور گھر میں آنے کی اجازت چاہی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ سے فرمایا، بدو کر لیکن میرے بچے کے بیٹے آ رہے ہیں۔ ان دونوں نے اپنی ضرورت کا ذکر

کیا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یحل لکم اهل البیت من الصدقات شیئی۔ ولا خصالۃ الیدی الناس۔ (۳۷)

گفتہ شد احادیث میں "آئی محکمہ" سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ بیوی ہونا صراحتاً ثابت ہو چکا ہے۔ اسی طرح ایسی متعدد احادیث پائی جاتی ہیں جن میں "اہل بیت" سے مراد صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہی لگی ہیں، ان میں بیٹیاں وغیرہ کوئی بھی شامل نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا دلیر کیا، لوگ کھانا کھا کر چلے گئے، مگر تین آدمی دیر تک بیٹھے ہاتھیں کرتے رہے۔

فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانطلق الی حجرۃ عائشہ۔ فذال السلام علیکم اهل البیت ورحمۃ اللہ۔ فقاتل علیہک ورحمۃ اللہ کیف وجدث اهلک۔ بارک اللہ لک۔ (۳۸)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینبؓ کے گھر سے نکل کر حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: "اے اہل بیت!" تم پر اللہ کی سلامتی اور رحمت نازل ہو۔ حضرت عائشہؓ نے جواب میں عرض کیا: اور آپ ﷺ پر بھی اللہ کی سلامتی اور رحمت ہو۔

"کیف وجدث اهلک" آپ ﷺ نے اپنی بیوی کو کیا پایا؟ اللہ آپ ﷺ کو برکت عطا فرمائے۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے:

فجعل یمر علی نساءہ فیسلم علی کل واحدۃ منہن سلام علیکم کیف اتمم یا اهل البیت فیقولون بخیر یا رسول اللہ، کیف وجدث اهلک۔ فیقول بخیر۔ (۳۹)

ترجمہ: پھر آپ ﷺ ہر ایک بیوی کے پاس تشریف لے گئے اور ہر ایک کو سلام کیا۔ اسے اہل بیت اتمم کہی تھیں؟ سب نے سیکر کیا، یا رسول اللہ ﷺ! ہم بخیر سے ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی بیوی کو کیا پایا؟ ارشاد فرمایا: خوب ہے۔

حدیث کسما

حضرت عمر بن سلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوئی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہؓ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلا دیا اور اپنی کمرلی میں بیٹھالیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے تھے، ان پر بھی چادر ڈال دی اور اللہ کے حضور عرض کیا:

"یا اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے گناہ کی تپاست دور کر دے، اور ان کو خوب پاک کر دے۔"

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جہاں جہاں چلے وہم خیر ہو۔ (۵۰)

حدیث کسما کی کسی تحقیق نے انتہائی تفسیر خرچ فرمائی ہے۔ علمی ذوق رکھنے والے احباب کے لیے اسے نقل کیا جاتا ہے۔

وزوی عن انس وعائشہ وأم سلمۃ نحو ذلک۔

اصل الحدیث۔ ورد عن جماعة من الصحابة.

(۱) حدیث ام سلمہ، ولہ طرق متعددہ، الاول: أخرجه الطحاوی فی "المستدرک" ۶۶۶ من طریق الأجلح عن شہر بن حوشب عن أم سلمہ، وعبد الملک عن عطاء عن أم سلمہ، وإسناده حسن فی الشواہد، الأجلح هو ابن عبد اللہ، ولقہ قوم، وضعفہ آخرون، ولقد تابعہ عبد الملک بن أبی سلیمان، وهو ثقة، لكن لم یسمع عطاء عن أم سلمہ، وأخرجه أحمد ۳۰۳/۶ والترمذی ۳۸۷۶ والظہری ۲۳ (۶۹۹) عن زید بن العازر عن شہر عن أم سلمہ، وإسناده لکن لأجل شہر، الظہری الثقات: أخرجه الطحاوی ۶۸۷، والظہری ۴۸۴۵ و۴۸۴۷ من طریق عطیۃ العوفی عن أبی سعید عن أم سلمہ، وإسناده وأجل عطیۃ العوفی، الطريق الثالث: أخرجه الطحاوی ۶۷۵ و۷۷۴ من طریق عمیرۃ بنت أُمی عن أم سلمہ، وإسناده ضعیف لجهالة عمیرۃ، الطريق الرابع: أخرجه الطحاوی ۲۳ والظہری ۴۸۳۹۸ من طریق عبد اللہ بن وہب بن زعمہ، وإسناده ضعیف، فیہ خالہ بن معاذ القطوانی، غیر

فقلت: يا رسول الله أليس من أغل الثيب؟ قال: "إنك إلى غير، أنت من الزواج النسي".

(٤) وأخرج (الترمذي) ووضحه، و(الحاكم) ووضحه عن سعد بن أبي وقاص قال:

لما تزلفت هذه الآية: ﴿لَدُعْ أُنثَاهُ نَا وَأُنثَاهُ كُمُ وَيَسَاءُ نَا وَيَسَاءُ كُمُ﴾. الآية دعا رسول الله ﷺ غيلاً وفاطمة وحسناً وحسيناً، وقال:

"اللَّهُمَّ هؤلاء أغلبي."

(٨) وأخرج (الحاكم) ووضحه من حديث عبد الله بن جعفر، قال: لما نظر

رسول الله ﷺ إلى الرخصة هابطة، قال: "ادعوا لي، ادعوا لي"، فقالت صفية: مَنْ يَدْعُو

اللَّهُ؟ قال: "أغلبي بي: غيلاً وفاطمة والحسن والحسين" فجاء بهم، فالتق عليهم

النبي ﷺ بكساء فم رفع يديه فقال:

"اللَّهُمَّ هؤلاء آلي، فضل عليّ محمد وعليّ آل محمد."

والنزل الله عز وجل: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَغْلَ الثَّيْبِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾.

(٩) وأخرج (الحاكم) ووضحه ونقحه عن ابن عباس، قال: قال رسول الله ﷺ:

"النجم أمان لأهل الأرض من الفري، وأغل بي أمان لأهل من الإغلاف."

(١٠) وأخرج (الترمذي) و(الحاكم) وقال: صحيح الإسناد عن ابن عباس

قال: قال رسول الله ﷺ:

"عبدوا الله تعالى لما يغفلوكم به من نعيمه، واجتوبوا لئلا يحب الله، واحبوا أغل بي بي."

(١١) وأخرج (الحاكم) في (المستدرک)، وقال: حديث صحيح على شرط

(مسلم) عن أبي سعيد الخدري، قال: قال رسول الله ﷺ:

"والذي نفسي بيده لا يعضن أغل الثيب أحد إلا أدخله الله النار."

(١٢) وأخرج (الحاكم) في (المستدرک) وقال: صحيح الإسناد عن أبي رز

(١) أخرج (مسلم) وأحمد، عن زيد بن أرقم، قال: قال رسول الله ﷺ:

"إلا وإلى فارك بيكم قلبي، أدخلكم كتاب الله عز وجل، هو خير الله الذي من البعة كان على الهدى، ومن تركه كان على الضلالة، وعترتي أغل بي."

فقال: من أهل بيته نسائه؟

قال: "أهل الله إلى المرأة تكون مع الرجل العسر من الذعر قبلها فترجع إلى أبيها ولحمها، أغل بيته: أصله وغشته الذين خرجوا الصلوة بقده."

(٢) وأخرج (البخاري) عن ابن عمر، أن أبا بكر الصديق قال:

"أولم مخلصاً ﷺ في أهل بيته."

(٣) وأخرج (مسلم) عن عائشة، قالت:

خرج رسول الله ﷺ وعليه شرط فرخل (من خفي) مشوذاً، فجاء الحسن

فأدخله، ثم جاء الحسين فأدخله، ثم جاء ث فاطمة فأدخلها، ثم جاء علي فأدخله، ثم

قال:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَغْلَ الثَّيْبِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾.

(٤) وأخرجه أيضاً، (الحاكم) ووضحه.

(٥) وأخرج (الترمذي) من حديث انس، قال: كان رسول الله ﷺ (٣٠/٤)

حين تزلفت هذه الآية: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَغْلَ الثَّيْبِ﴾. يفر باب

فاطمة إذا خرج للصلاة قريباً من ستة أشهر فيقول:

"الصلاة أغل الثيب" ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَغْلَ الثَّيْبِ

ويطهركم تطهيراً﴾.

(٦) وأخرج (الترمذي). أيضاً، (الحاكم) ووضحه، عن أم سلمة قالت:

تزلت هذه الآية وأنا جالسة على باب بيت النبي ﷺ: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ

عنكم الرِّجْسَ أَغْلَ الثَّيْبِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾. وفي الثيب رسول الله ﷺ وعلى

فاطمة والحسن والحسين فجللهم بكساء، وقال:

"اللَّهُمَّ هؤلاء أغل بي بي، فأذهب عنهم الرِّجْسَ وطهرهم تطهيراً."

أله قال وهو أجدهُ باب الكنية:

من غزاني فقد غزاني، ومن أنكرني فانا أبو ذر، سمعت رسول الله ﷺ يقول:
"إلا إن [غزى] أهلي بنى ليكم يثرب ميثبة نوح من زكيتها نحا ومن تخلف عنها
[هلك]." (هنا)

(١٣) وأخرج (ابن ماجة) والبخاري في معجمه الثلاثة، وفي إسناده
البزار الحسن بن أبي جعفر البخاري، وفي إسناده الكبير أبي عبد الله بن داود وهما
متروكان، وليسوا في إسناده (الحاكم).

(١٤) وأخرج (البزار) والبخاري في حديث ابن عباس، وفيه الحسن بن
أبي جعفر البخاري المذکور.

(١٥) وأخرج (البخاري) في (الكبير) عن ابن عمر أنه ﷺ قال:

"أول من أشفع له يوم القيامة [من أمي] أمي بنتي، ثم الأثرث فالأثرث بن
لترثي، ثم الأنصار، ثم من آمن بي واتبعني من اليمن، ثم ساير العرب، ثم الأعاجم،
ومن أشفع له أولاً وفضل."

(١٦) [٣٠١/ب] وأخرج (ابن عساکر) عن علي بن أبي طالب، عه:

"من صنع إلي أخيد من أهل بني كذا فإنه غلبها يوم القيامة."

(١٧) وأخرج (الطبراني) عن عثمان بن عفان، قال: قال رسول الله ﷺ:

"من صنع ضيعة إلى أخيد من غلب عبد المطلب ولم يتجاه بها في الدنيا فغلب
مكافاته إذا بقي."

(١٨) وأخرج (ابن عدي) والبيهقي في (مسنده الفردوس) عن علي، عه:

ﷺ أنه قال:

"اليكم على الضراط أشدكم خباً لأهل بني ولأصحابي."

(١٩) وأخرج (الترمذي) و(ابن ماجة) و(الحاكم) في (المستدرک) و(ابن

حبان) عن زید بن أرقم أنه ﷺ قال لعلي وفاطمة وحسن وحسين:

"أنا خير لمن خارتكم وبكم لمن سالفتم."

(٢٠) وأخرج (الحاكم) في (المستدرک) أيضاً من حديث أبي هريرة،
وقال: هذا حديث حسن.

(٢١) وأخرج (أحمد) و(الترمذي) عن علي أنه ﷺ قال:

"من أحب هذين - يعني الحسن والحسين - وأبائهما وأمهما كان معي في
ذي جني يوم القيامة."

(٢٢) وأخرج (ابن ماجة) و(الحاكم) في (المستدرک) عن أنس عه أنه
قال:

"نحن نعو عبد المطلب قادة أهل الجنة: أنا وخمزة وعلي وجعفر والحسن
والحسين والحديث."

(٢٣) وأخرج (الطبراني) في (الكبير) عن علي و(الحاكم) عن أبي سعيد أنه
ﷺ قال لفاطمة:

"بني وإياك وهذا الرأفة - يعني علياً - والحسن والحسين يوم القيامة لي
مجان واجيد."

(٢٤) وأخرج (أبو نعيم) في (الحلية) عن علي عه:

"من آذاني في أهلي فقد آذى الله."

(٢٥) وروى (الكبير) في (الأوسط) بإسناد جيد أنه عه وهو

ضعيف عن ابن عمر، قال: أعر ما تكلم به النبي ﷺ:

"أخيلوني في أهلي بنى."

(٢٦) وأخرج (الطبراني) في (الأوسط) بإسناد جيد أنه عه (الصحيح) غير

عبد بن عدي، وهو ثقة، عن علي أنه دخل على النبي ﷺ وقد بسط سملة فجلس

عليها هو وعلي وفاطمة والحسن والحسين، ثم قال:

"اللهم إرض عنهم كما أنا عنهم راض."

(٢٧) وأخرج (الكبير) في (الأوسط) عن زب بن أبي سلمة

أن رسول الله ﷺ كان عند أم سلمة، فدخل عليها الحسن والحسين وفاطمة، فجعل

الخسَن مِنْ بَنِي وَالْخَسَنَ مِنْ بَنِي، وَطَاعِمَةٌ فِي حَجَرٍ، وَقَالَ:

"رَحِمَةُ اللَّهِ وَمَزَكَاةُ عَلَيْنَا أَهْلَ الْبَيْتِ، إِنَّهُ حَبِيبٌ مُجِيدٌ."

لَيْسَتْ أُمَّ سَلَمَةَ، فَقَالَ: مَا يَكِيدُ؟ فَقَالَتْ: يَارَسُولَ اللَّهِ خَفِضْتَ هَؤُلَاءِ

وَرَفَعْتَنِي أَنَا وَابْنِي؟ وَقَالَ: "أَنْتَ وَابْنُكَ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ."

وَفِي إِسْنَادِهِ ابْنُ لُحَيْجَةَ وَفِيهِ ضَعْفٌ يَسِيرٌ، وَحَدِيثُهُ فِي الْعَالِمِ خَسَنٌ.

(٣٨) وَأَخْرَجَ (التَّزَارِ) بِإِسْنَادٍ فِيهِ مَنْ لَمْ يُعْرِفْ عَنْ خُثَيْرِ بْنِ خُوْزَيْمٍ، قَالَ:

أَقَامَ رَجُلَانِ خُطْبَةً يُسَبِّحُونَ عَلِيًّا، حَتَّى كَانَ أَحَدُهُمَا رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ يَقُولُ لَهُ

أَيُّسَ، فَقَالَ: وَاللَّهِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ:

"إِنِّي لَأَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِأَكْثَرِ مَنَّا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَجَرٍ وَخَجَرٍ."

وَأَيُّمَ اللَّهِ مَا أَخَذَ أَوْ ضَلَّ لِرَجَبِهِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، أَفَرَجَ نَحْوَهَا غَيْرُهُ وَيَقْبِضُ عَنْ

أَهْلِ بَيْتِهِ؟

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ: بِإِسْنَادِهِ حَسَنٌ إِنْ كَانَ [١/٣١] شَهْرَ تَبَعِهِ.

(٣٩) وَأَخْرَجَ (الكُفَرَانِي) فِي (الكَبِيرِ) بِإِسْنَادٍ رَجَالُهُ ثَقَاتٌ عَنْ أَبِي جَمِيلَةَ، أَنَّ

الْخَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ جِئَ قَبْلَ عَلِيٍّ مُتَخَلِّفٌ، فَبَيَّنَا هُوَ يُحْسِلُ بِأُتَاسٍ إِذْ وَقَبَ إِلَيْهِ وَجِلٌ

فَطَعَهُ بِخَنْجَرٍ فِي رِجْلِهِ، فَتَمَرَّضَ مِنْهَا ثَمَنًا، ثُمَّ قَامَ خَطَبَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ:

يَا أَهْلَ الْبَيْتِ! أَتَقُولُ اللَّهُ بَيْنَنَا أَمْرًا كَرِيمًا وَجَبَانًا، وَنَحْنُ أَهْلُ الْبَيْتِ الَّذِينَ

قَالَ اللَّهُ غُرٌّ زُجْلٌ: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ

تَطْهِيرًا﴾.

فَمَا زَالَ يُؤَنِّبُ بِتَكْلَمٍ حَتَّى مَا نَزَى فِي الْمَسْجِدِ إِلَّا بِأَكْبَةٍ.

(٣٠) وَأَخْرَجَ (الْبُكَيْرَانِي) فِي (الْأَوْسَطِ) بِإِسْنَادٍ رَجَالُهُ ثَقَاتٌ، إِلَّا سُلَيْمَ بْنَ

خُلَيْفَةَ فَلَمْ يُعْرِفْ عَنْ أَبِي خُرَيْزَةَ، أَنَّ عَلِيًّا بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ:

بِمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَحَبَّ إِلَيْكَ أَنَا أُمَّ طَاعِمَةٌ؟ قَالَ: "طَاعِمَةٌ [أَحَبُّ] إِلَيَّ مِنْكَ"

وَأَنْتَ أَغْرٌ عَلَيَّ بَيْنَهَا، وَكَأَنِّي بِكَ وَأَنْتَ عَلَيَّ خَوْجِي تَلَوْدُ غَنَّةِ النَّاسِ وَإِنَّ عَلِيًّا

لَأَبَارِئِي [مَعْلٌ] عِلْمُهُ أَجْمَدُ السَّمَاءِ، وَإِنِّي وَأَنْتَ وَالْخَسَنُ وَالْخَسَنُ وَطَاعِمَةٌ وَغَقِيلٌ

وَحَفَرٌ فِي الْحَجَّةِ ﴿وَأَعْوَأُوا عَلَى سُورٍ مُتَقَابِلِينَ﴾ لَا يَنْظُرُ أَحَدٌ فِي قَفَا ضَاحِيهِ."

(٣١) وَأَخْرَجَ (الْبُكَيْرَانِي) فِي (الْأَوْسَطِ) بِإِسْنَادٍ رَجَالُهُ ثَقَاتٌ، عَنْ ثُرَيَّانَ تَوَلَّى

رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَعَا لِأَجَلِهِ لَعَنَ خَزْرَ عَيْنًا وَطَاعِمَةً وَغَيْرَهُمَا، فَقُلْتُ:

يَارَسُولَ اللَّهِ! أَنَا مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ؟ قَالَ: "بَعْدَ مَا لَمْ يَلْمِ عَلَيَّ بَابَ سُوءَةٍ أَوْ تَأْتِي أَبِيرًا"

نَسَأَهُ."

(٣٢) وَأَخْرَجَ (الْبُكَيْرَانِي) فِي (الْأَوْسَطِ) وَ(الكَبِيرِ) وَرَجَالُهُمَا رَجَالُ الصَّحِيحِ،

غَيْرَ الْخَسَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ - وَهُوَ ثَقَفٌ عَنْ جَابِرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عُفَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ لِلنَّاسِ

حِينَ قُرُوجُ بَيْتِ عَلِيٍّ: أَلَا تَهْتَنُونِي؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ:

"يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كُلُّ شَيْءٍ وَنَسَبٍ إِلَّا نَسَبِي وَنَسَبِي."

(٣٣) وَأَخْرَجَ (الْبُكَيْرَانِي) فِي (الكَبِيرِ) بِإِسْنَادٍ رَجَالُهُ ثَقَاتٌ، عَنْ أَبِي عُبَيْسٍ أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:

"كُلُّ شَيْءٍ وَنَسَبٍ مَنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا نَسَبِي وَنَسَبِي."

(٣٤) وَأَخْرَجَ (الْبُكَيْرَانِي) فِي (الكَبِيرِ) بِإِسْنَادٍ فِيهِ إِبْرَاهِيمُ بْنُ وَكْرَةَ الْقُدْسِيُّ،

وَلَمْ يُعْرِفْ حَالَهُ، عَنْ أُمِّ بَكْرٍ بِنْتِ الْمُسَوِّدِ بْنِ قُرْقُزَةَ أَنَّ الْخَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ خَطَبَ إِلَى

الْمُسَوِّدِ بْنِ قُرْقُزَةَ ابْنَتَهُ، فَرَزَّه، وَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ:

"كُلُّ شَيْءٍ مَنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا نَسَبِي وَنَسَبِي." (٥١)

حَوَاشِي

(١) (مسلم: ٩/٢٢٢-١-١) مِنْ حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ أَرْوَمَ تَبَعَهُ، وَمِنْ طَرُقٍ أُخْرَى، وَفِي إِحْدَاهَا

بَعْدَ: "وَالْمُهَنَّبِ حَرَمُوا الصَّلَاةَ بَعْدَهُ" قَالَ: "وَمَنْ هُمْ؟" قَالَ: "غَمُّ آلِ عَلِيٍّ وَآلُ غَابِلٍ وَآلُ

حَفَرٍ، وَآلُ الْفَقَاسِ" قَالَ: "كُلُّ هَؤُلَاءِ حَرَمُ الْمَسْجِدِ؟" قَالَ: "بَعْدُ"

وَهُوَ عَدُوُّ أَحْمَدَ مِنْ حَدِيثِهِ، وَنَ طَرُقٍ أُخْرَى: (٣/١٤٠، ٥٩، ٥٨ و ٣/٢٤٦، ٣٤١،

وَأَخْرَجَهُ (الْبُكَيْرَانِي) فِي سَنَةِ: (٣١١/٢-٣٣٢،

وَرَوَاهُ عَنْ سُلَيْمِ بْنِ جَعْفَرٍ وَغَيْرِهِمْ) ص ٢٦٦

(٢) (الْبُكَيْرَانِي: وَفِيهِ الْبَابُ: ٦٣/٤)

(٣) (مسلم: فضائل: ١١٦/٢)

و (نُزَارَةُ حَرَمِي): أَيُّ فِيهِ صُورَةُ الرَّحْمَالِ، وَهُوَ حَرْبٌ مِنْ بَرْدِ الْبَرِّ.

- وهو عبد (أحمد)؛ ١٢٢/٩؛ وقسمه الأول: أبو داود: كتاب الناس: ١٤٢/٢
- (٤) ميرد بعد، وانظر عن الحديث بمختلف رواياته (مشكل الآثار): ٣٣٨-٣٣٩
- (٥) (الترمذي) من حديث أبي (بلفظه: تحفة تفسير سورة الأعراف: ٦٨/٩) وانظر تفسيرها في (فتح القدير): ٢٤٩-٢٤٨/٣
- (٦) (الترمذي): ٩٦/٩؛ والعبارة الأخيرة في التفسير ليست فيه، (المستدرک): ١٣٦/٣، ورواه (الكثير) في (الكثير) من عدة طرق: ٣٦٣/٣ (من رقم ٢٦٦٣-٢٦٦٤) والحديث بمختلف طرقه وخرجه في (فتح القدير): ٢٤٩/٣
- (٧) الترمذي: تفسير سورة آل عمران (تحفة): ٣٣٩/٨-٣٥٠، وأخرجه مطولا في (مناقب علي: ٢٢٨/١٠) والآية ٢٠ من آل عمران تمامها: ﴿... وَنُفِثْنَا وَنُفِثْنَا نَفَثًا تَنْهَلُ فَتَحْضِلُ نُفْثًا اللَّهُ عَلَى الْكَلْبَيْنِ.﴾ يسمي بآية (المبغلة) من (الإنهال) وهو الاجتهاد في الدعاء باليمن وغيره.
- (٨) (المستدرک): ٣٣٩/١-٣٤٠-٣٤١؛ (المستدرک): ١٣٤/٣
- (٩) (المستدرک): ١٣٨/٣؛ وقد تلغيت الآية (٣٣/٣)
- (٩) (المستدرک): ١٣٩/٣؛ وبما فيه فيه: "... فإذا خالفتها قليلا من العرب اغفلوا فصاروا حرب يلبس". وعلق عليه الحافظ الذهبي بأنه (موجود).
- (١٠) (الترمذي): تحفة: ٢٩٢/١٠، (المستدرک): ١٥٠/٣
- (١١) (المستدرک): ١٥٠/٣
- (١٢) (المستدرک): ١٥١-١٥٠/٣؛ ومنه (مثل: وفيه بدل "فذلك" "فخرق")
- (١٣) عن (مجمع الزوائد) وتضعيف المسند له: ١٦٨/٩؛ ورواه على حديث (المستدرک): "ومن قاتلنا في آخر الزمان حُرْمَنٌ قَتَلَ نَحْلَ الْجَلَالِ".
- و (الطبراني): الكبير: ١٣١/١-١٣٥-١٣٨
- (١٤) المجمع: أيضا: ١٦٨/٩
- (١٥) عن (كثير العمال): ٩٣/١٢؛ رقم (٣٣١٣٥) عن (الطبراني) الحاكم، ومنه الإضافة
- (١٦) عنه أيضا، رقم (٣٣١٥٣) عن (ابن عساکر) عن (علي).
- (١٧) عنه أيضا، عن (الحطاب) بلفظه رقم (٣٣١٥٣) عن (عصان).
- (١٨) عنه (صهبا) رقم (٣٣١٥٥) وكثرة عن (الإكمال) رقم (٣٣١٦٣)
- (١٩) نقل عنه كذلك عن (الأربعة) عن زهبة بن أرقم رقم (٣٣١٥٩) وهو عبد (الترمذي): ٣٤٢/١٠، و (ابن ماجه) مقدمة: ١٥١؛ (المستدرک): ١٢٩/٣
- (٢٠) عن (الكثير) أيضا، عن (المستدرک) و (أحمد) و (الطبراني) رقم (٣٣١٦٣)، وهو نفسه
- السابق إلا أنه عن طريق آخر من حديث أبي خزيمة (المستدرک): ١٣٩/٣
- (٢١) (أحمد): ١/٤٢؛ (الترمذي) ومناقب علي بن أبي طالب: ١٠-٢٣٤/٣؛ وقال: "هذا حديث حسن غريب لا يخرجه من حديث جعفر بن محمد إلا من هذا الوجه"
- ونقله المؤلف عنيما عن (كثير العمال): ١٢/٤٢ رقم ٣٣١٦١
- (٢٢) عنهما نقلًا عن (كثير العمال)، أيضا، رقم (٣٣١٦٢) وهو عبد ابن ماجه، "كتاب الفتن باب خروج المهدي: ٥١/٩؛ وأوله فيه: "نحن ولد عبدالمطلب سادة أهل الجنة..." الحديث
- (٢٣) عنهما عن (الكثير) رقم (٣٣١٤٤) وذكر أيضا (أحمد)، وهو عبد الحاكم في (المستدرک): ١٣٤/٣
- (٢٤) عنه أيضا، عن أبي نعيم (المعجم): رقم (٣٣١٩٤)
- (٢٥) عن (مجمع الزوائد) عن (الأوسط) ومنه تضعيف حاسم بن عبيدة الله: ١٦٣/٩
- (٢٦) عن المجمع: أيضا: ١٦٩/٩
- و (المتعلق) كسما يقتضيه فيه، وما زال اسمه في اليمن حتى اليوم.
- (٢٧) عنه أيضا، ١٦٨/٩، وانظر ما رُوِيَ عن أبو نعيم بهذا الصدد (الكثير): ٣٩٦/٣-٥١
- (٢٨) بلفظه عن (المجمع): ١٤١-١٤٠/٩؛ وما بين القوسين للمؤلف عن ابن حجر.
- (٢٩) عن المجمع: أيضا: ١٤٢/٩
- وفي تاريخ بغداد: ١٣٨/١ لم يذكر أنه كان يعالي حين الطاعة بل كان واثقا بلفظه، وانظر مقال الطالبيين.
- (٣٠) عن (المجمع) أيضا: ١٤٩/٩، وقد أسقط المؤلف بعد "علي شَرُّ شَرِّائِيْنَ" العبارة التالية وما لاستفادة أنها تلخصه أو من حديث آخر.
- "أنت معي وبيحك في الجنة، ثم قرأ رسول الله ﷺ آياتا على شَرِّ من ظالمين"
- وعنه أخرجه محصرا: (كثير العمال): ١٠٩/١٤؛ رقم (٣٣٢٢٥)
- (٣١) عن (المجمع): ١٤٩/٩
- (٣٢) نفسه: ١٤٢/٩، وهو في (الكثير) من حديث: ٣٩٦/٣ رقم ٢٦٦٣ و ٢٦٦٤.
- وقد أخرجه الحاكم في (المستدرک): ١٤٢/٣؛ وقال: "صحح الإسناد فلفظه الذهبي بقرائه "قلت مطيع" ورواه عبد الرزاق في مصنفه (١٠٣٥٣)
- (٣٣) نفسه: ١٤٢/٩، عن (الكثير) و (أحمد)، (كثير العمال) (٣٣٢٢٣) وأضاف "وصلى"
- (٣٤) نفسه: ١٤٣/٩-١٤٢/٩، وهو جند (أحمد)، عن (البيهقي) ٣٣٢/٣

مفسرین کی تصریحات

مولانا اور لیس کا نہ صلیٰ کہتے ہیں:

حضرت حکیم الامت قاضی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک وعظ میں فرماتے ہیں، یہاں بعض لوگوں کو ایک حدیث سے شبہ ہو گیا ہے، وہ یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم کو پاؤں میں دھواں کر کے فرمایا۔

اللھم ھؤلاء اھل بیٹی۔

ترجمہ: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔

اس سے بعض "مفسرین" نے یہ سمجھا کہ ازواج مطہرات اہل بیت میں داخل نہیں۔ حالانکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ! یہ بھی میرے اہل بیت ہیں، ان کو بھی پاک کر دے۔

اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَجْلًا لِّلْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كُمُ تَطْهِيرًا۔

کی فضیلت میں داخل اور شامل فرما، اور ان کو بھی اس گرامت میں شریک فرما۔ آپ کا قصود صرف تھا کہ جس اہل بیت ہیں اور ازواج مطہرات اہل بیت نہیں۔ اور اس حدیث کے بعض طرق میں آیا ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان حضرات مذکورین کو کہا میں داخل کر کے دعا فرمائی تو ہم المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بھی ان میں شامل فرما لیجئے۔ تو آپ نے فرمایا کرتے رہا، یا جب ہو۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ تم کو کہا میں داخل کرنے کی ضرورت نہیں، بہرہ تو پہلے ہی سے اہل بیت میں داخل ہو۔ (۵۲)

کیونکہ ان تمام آیات کا نزول تمہارے ہی بارے میں ہے اور ان آیات میں اولیٰ تا آخر تمام خطابات ازواج مطہرات ہی کو ہیں اور ازواج مطہرات ہی ان خطابات کی اولین مخاطب ہیں، لہذا ان کے لیے اس قسم کے عمل کی اور کسی قسم کی تصریح کی ضرورت نہیں تھی۔ ان کا اہل بیت ہونا قطعی اور یقینی ہے۔ البتہ دایا اور دامادی اولاد کے بارے میں شبہ ہو سکتا ہے کہ ان کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھرانہ قرار دیا جائے یا ان کو مستقل طور پر گھرانہ سمجھا جائے، اس لیے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حسین رضی اللہ عنہم کو ایک چادر میں لے کر یہ دعا کی: "اللھم ھؤلاء اھل بیٹی۔" ا۔

تا کہ اس دعا کے ذریعہ یہ حضرات بھی ازواج مطہرات کے ساتھ اس وعدہ نعت و

گرامت میں شریک ہو جائیں جو اللہ نے نبی کے گھرانے کے لیے ارادہ فرمایا ہے۔ اگر اس آیت کا اصل نزول حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہوتا تو آپ ﷺ کو دعا کی ضرورت نہ ہوتی۔

فرض یہ کہ عباس میں داخل کر کے دعا کرتا اُن لوگوں کے لیے تھا جن کے لیے اہل بیت ہونے میں کسی قسم کا شبہ ہو سکتا تھا، اور ازواج مطہرات کا تو اہل بیت ہونا ایسا قطعی اور یقینی تھا کہ جس میں کسی قسم کے شبہ کا امکان ہی نہ تھا، اس لیے ان کو عباس میں داخل کرنے اور "اللھم ھؤلاء اھل بیٹی" کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اجنبی تھے، اس لیے ان کے ساتھ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو کہا میں کیونکر داخل کیا جا سکتا تھا۔

اور ایک روایت یہ ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں آپ کے اہل بیت میں سے نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، کیوں نہیں۔ اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حسین رضی اللہ عنہم کی دعا سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بلائے اور اپنی کساء میں داخل کر کے ان کے لیے دعا فرمائی۔

اور جس طرح احادیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کو کہا میں داخل کر کے دعا کرنے کا ذکر آیا ہے، وہی طرح بعض روایات میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے حقائق بھی آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو داران کی اولاد کو اپنی کساء (کسیل) میں داخل کر کے دعا فرمائی۔

ان مختلف دعاؤں سے آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ ازواج مطہرات کے ساتھ دوسرے اعزاء و اقارب بھی اس نعت و گرامت میں داخل ہو جائیں۔ پس ان کو اس نعت و گرامت میں شریک کرنے کے لیے آپ ﷺ نے یہ دعا بھی فرمائی۔ پس آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو داران کی اولاد کو بھی اپنی دعا سے اس وعدہ میں داخل فرمایا۔ اگر یہ آیت ان ہی کے حق میں نازل ہوئی ہوتی تو دعا کی حاجت ہی کیا تھی، اور آپ ﷺ اصول حاصل کی کیوں دعا فرماتے۔ اور جو بات جس آدمی کے حاصل کرنے کی یوں کوشش کرتے۔ اس لیے آپ ﷺ نے پہلی بار ہم المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس دعا میں شریک نہ فرمایا، کیونکہ اس دعا کو ان کے حق میں تحصیل حاصل جانا۔ کیونکہ آیت کا نزول ہی آپ ﷺ کی بیٹیوں کے بارے میں ہوا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت میں صرف ازواج ہی داخل نہیں کچھ رجال بھی ہیں۔ (۵۸)

محدثین کی تصریحات

چند محدثین کی تصریحات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

علاء الدین جرجستانی (۸۵۴ھ) رقم طراز ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث التثبید میں "آل محمد" سے مراد آپ ﷺ کے گھرانے والے ہیں۔ اس ضمن میں دورِ اہتیمائی بائی جاتی ہیں: ایک میں کہا گیا ہے "آل محمد" سے مراد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ ﷺ کی اولاد ہے، کیونکہ حدیث کی اکثر روایات میں "آل محمد" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ جبکہ حدیث ابی حیدر کی روایت میں آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ "وازدواجہ وذریعہ" آیا ہے جس سے "آل محمد" کی تخریج قویٰ جان ہوئی ہے کہ "آل محمد" سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور آپ ﷺ کی ذریعہ ہے۔

علاء الدین نقیبہ میں "آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم" سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں اور جن لوگوں پر صدقہ حرام ہے وہ بھی آل میں شامل ہیں۔ اور اسی طرح آپ ﷺ کی اولاد (نسل) بھی اس میں شامل ہے۔ اس طرح ان احادیث میں یقین دہی جاسکتی ہے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں "آل محمد" سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں "ما شایع آل محمد من عجز مادوم فلاقا۔" اسی طرح سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے، "اللہم اجعل ذری آل محمد قوتا۔" اس میں بھی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ازواج مطہرات مراد ہیں۔ (۵۹)

صحیح شیعہ میں شیخ سلیمان محمد القادری رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں،

"اہل البیت" وقہ دلیل علی ان نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اهل بیتہ ایضا لانہ مسبوق بقوله "بنساء النبی لستن کاحد من النساء" و ملحق بقوله "واذ کنون ما یظنی فی بیوتکم۔" (۶۰)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ "اہل بیت" کا اطلاق چند متقی

بارے میں نازل ہوئی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کو بھی اس حکم میں داخل فرمایا، کیونکہ وہ جدِ بیادنی اس کی مقتضی ہے، اسی طرح آپ ﷺ کو بھی دراصل ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی، مگر چونکہ آپ ﷺ کی آل و اولاد و درجہ اہتم اس کی سختی تھی، اس لیے آپ ﷺ نے ان کو بھی اس میں شامل فرمایا۔ باقی ازواج تو پہلے ہی سے اہل بیت میں داخل ہیں، ان کو حاکم میں داخل کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان آیات کا نزول ہی ازواج مطہرات کے بارے میں ہوا۔

آیات میں اول سے آخر تک تمام خطایات ازواج مطہرات ہی کو ہیں، بلکہ اصل متفقہ لغت یہ ہے کہ ازواج اصلاً داخل ہوں اور ذریعہ حرام۔ کیونکہ اہل بیت کے معنی لغت میں گھر والوں کے ہیں، اور گھر والوں کے مفہوم میں بیوی سب سے پہلے داخل ہے، اور لفظ "آل" اصل میں اہل تھا، اس لیے اس کا اصل صداق بھی بیوی ہے۔ (۵۷)

سورۃ الاحزاب کا چوتھا رکوع پورا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی شان میں نازل ہوا ہے اور سادہ شامی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی خطاب تھا، اس لیے یہی نہایت خطاب فرمایا، مثلاً:

- ۱۔ قل لا زواجکم
- ۲۔ کنتن
- ۳۔ توذن
- ۴۔ فتعالین
- ۵۔ امتعنن
- ۶۔ امر حکمن
- ۷۔ ان کنتن
- ۸۔ توذن
- ۹۔ منکن
- ۱۰۔ ینساء النبی
- ۱۱۔ من یات منکن
- ۱۲۔ یقتن
- ۱۳۔ منکن
- ۱۴۔ تعمل
- ۱۵۔ توذنہا
- ۱۶۔ اجرہا
- ۱۷۔ اعتدلتہا
- ۱۸۔ ینساء النبی
- ۱۹۔ لسن
- ۲۰۔ ان اتقین
- ۲۱۔ فلا تخضعن
- ۲۲۔ قلن
- ۲۳۔ قرن
- ۲۴۔ فی بیوتکم
- ۲۵۔ لا یمرحن
- ۲۶۔ العن الصلوۃ
- ۲۷۔ آتین الزکوۃ
- ۲۸۔ اطعن اللہ
- ۲۹۔ واذکرن
- ۳۰۔ بیوتکم

تین خطایات مآخذ کے سفیدش ہوئے ہیں اور ذکرِ صیغہ صرف تین ہیں: یلعب، عنکم، یطہرکم۔

روش یافتہ کے ہے اور کلام اللہ اس سے پاک ہے۔

شاہ صاحب مزید لکھتے ہیں،

اور جو کچھ تہذیب اور دیگر صحاح میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار آدمیوں کو بھی ایک کھل میں گھیر لیا اور دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ . فَادْفَنْهُمْ عَنْهُمْ اَلْوَجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا .

ترجمہ: اے ہمارے اہل بیت ہیں، سو ڈور کر ان سے نجاست کو اور پاک کر دے ان کو پاک کرنا۔

اس وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یا حضرت! مجھ کو بھی شریک کر لیجیے۔

فرمایا: انت علی عیسوی وانت علی مکنکنا "سرخ و نیل اس بات کی ہے کہ یہ آیت ازواج کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے ان چار آدمیوں کو بھی اپنی دعا سے اس وعدے میں داخل کیا ہے۔

پس اگر ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہو تو دعا کی حاجت ہی کیا تھی، اور حضرت کیوں اس بات کے حصول کی، جو حاصل تھی، دعا کرتے۔ اسی واسطے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس دعا میں شریک نہیں کیا کہ ان کے حق میں تعمیل حاصل جاتا۔

اور متفق اہل سنت کہتے ہیں کہ ہر چند یہ آیت ازواج مطہرات کے خطاب میں ہے لیکن اس سب سے کہ العسرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب (اقتدار عموم لفظ کا ہونا ہے نہ کہ خصوص سبب کا) سب اہل بیت اس بشارت میں شامل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ دعا چار آدمیوں سے موصول فرمائی، بطور سبب خاص کے بھی اور یہ بھی کہ قرینے ازواج کی نصیبت کے سابق اور لاحق عبارت سے معلوم کر کے ڈرے کہ ایسا نہ ہو کہ خاص ازواج کے واسطے ہو۔

اسی واسطے یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ اس قسم کا معاملہ جو عباسی و حسینی اور علی و ہنول کو ملے دعا کی ہے، حضرت عباس اور ان کے لڑکوں کے ساتھ بھی ثابت ہے۔ اور دعا آپ کا بھی تھا کہ اپنے سب اقربا کو لفظ اہل بیت میں، کہ آیت کریمہ میں ہے، اور خدا تعالیٰ نے اس کے ساتھ خطاب فرمایا، داخل کریں۔ (۶۲)

علامہ شمس الدین الذہبی (م ۷۴۸ھ/ ۱۳۷۴ء) فرماتے ہیں:

بیہات حضورنا صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ (۶۳)

قول فیصل

فخر المفسرین علامہ عبدالحق عثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۵ھ) "قول فیصل" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں، قول فیصل یہ ہے کہ دراصل اہل بیت ازواج مطہرات ہی ہیں اور ان حضرات نے اپنے پیارے فرزندوں کو بھی شامل فرمایا اور یہی نہیں، ہاں بیٹے اور بہت قریب کے عزیز و اقارب بھی گھر میں لوگ شمار ہوتے ہیں۔ جس اعتقاد کو جو اوجہ امت خالص بھی ہے کہ ازواج مطہرات اور ان پر کھڑا لوگوں کو بھی اہل بیت سمجھ کر ان کا تہجد سے ادب کرے، جن میں حضرت عائشہ صدیقہ، فاطمہ زہرا، اور حسین و زین العابدین علیہم السلام بھی داخل ہیں۔ (۶۴)

امام قرطبی (م ۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

والذی ینظرون من الآیة انہا عامۃ فی جمیع اهل البیت من الازواج وغیرہم۔ (۶۵)

امام شمس الدین ابو نعیم ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

واراد باهل البیت نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانہن فی بیتہ، وذهب ابو سعید الخدری وجماعة من التابعین منهم مجاہد وقتادہ وغیرہما الی انہم علی وفاطمة والحسن والحسین۔
قال زید بن لوقم: اهل بیتہ من حرم الصدقة علیہ بعدہ آل علی و آل جعفر و آل عباس۔ (۶۶)

ترجمہ: سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، اہل بیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات مراد ہیں، کیونکہ یہی آپ ﷺ کے گھر میں رہائش پذیر تھیں۔ اور ابو سعید الخدری اور تابعین کی ایک جماعت، جن میں مجاہد اور قتادہ وغیرہ شامل ہیں، وہ کہتے ہیں، اہل بیت کا مصداق حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔ اور

زید بن آدم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، جن لوگوں پر صدقہ حرام ہے وہ اہل بیت کا صدقہ ہیں۔ ان میں آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس شامل ہیں۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۴ھ) کہتے ہیں:

وقول عكرمة ومقاتل وابن السائب "ان اهل البيت في هذه الامة مختص بزوجاته عليه ليس بسجيد اذ لو كان كما قالوا لكان التركيب عن كمن ويظهر كن."

وقال ابو سعيد الخدري هو خاص برسول الله صلى الله عليه وسلم وفاطمه والحسن والحسين.

وروى نحوه عن انس وعائشه وام سلمة وقال الضحاك هم اهلہ وازواجه۔ وقال زيد بن ارقم والثعلبي بنو هاشم الذين يحرمون الصدقة آل عباس وآل علی وآل عقیل وآل جعفر و يظهر انهم زوجاته واهله فلا تخرج الزوجات عن اهل البيت بل يظهر انهم احق بهذا الاسم لسلامتهم بيته عليه الصلاة والسلام۔ (۶۷)

ترجمہ: مکرّمہ مقال اور ابن السائب کا قول ہے کہ اس آیت تطہیر میں "اہل بیت" کا صدقہ صرف ازواج مطہرات ہیں۔ اگر یہ بات درست مان لی جائے تو آیت میں "عنکم" اور "یظہرکم" کی جگہ "عنکم" اور "یظہروکم" کا تائید کا صیغہ مستعمل ہوتا۔ اور ابو سعید و امّ مومنین فرماتے ہیں، "اہل بیت" کا صدقہ خاص کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسین رضی اللہ عنہم ہیں۔

اور ایسا ہی حضرت انس، حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اہل بیت کا صدقہ آپ کی ازواج اور آپ کی اولاد ہے، ازواج مطہرات کو اہل بیت سے لگاؤ نہیں چاہ سکتا، بلکہ ہی تو زیادہ ہقدار ہیں اس نام کی۔ کیونکہ وہی یعنی ازواج ہی آپ کے گھر میں رہائش پزیر رہتی ہیں۔

علامہ قواد الدین اسماعیل بن کثیر (۷۴۳ھ) نے متعدد احادیث نقل کی ہیں جن سے

روایت ہوتی ہے کہ اہل بیت کا صدقہ صرف ازواج مطہرات ہی نہیں بلکہ حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہم اور عمارتہ یا بھی شامل ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ارقم سے پوچھا "و من اهل بيته يازيد؟ اليس نساؤه من اهل بيته؟" اور آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج نسل بیت کا صدقہ نہیں ہیں؟

قال نساؤه من اهل بيته ولكن اهل بيته من حرم الصدقة بعده۔ (۶۸)

ترجمہ: کہا کہ ازواج تو اہل بیت ہی ہیں، لیکن وہ لوگ بھی اہل بیت کا صدقہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔

علامہ ابن جریر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۴ھ) کہتے ہیں:

وقيل المراد بآل محمد صلى الله عليه وسلم ازواجه وذريته، لان اكثر طرق هذا الحديث جاء بلفظ "وآل محمد" وجاء في حديث أبي حميد موضعه "وازواجه وذرية فدل على ان المراد بالآل الازواج والذرية"۔۔۔ فالمراد بالآل في التشهد الازواج ومن حرمت عليهم الصدقة ويدخل فيهم الذرية فبذلك يجمع بين الاحاديث۔ وقيل: المراد بالآل ذرة فاطمة خاصة۔ حكاه ابن الرافعة في الكفاية، وقيل المراد بالآل جميع الامة الاجابة۔ (۶۹)

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد آپ کی بیویاں اور آپ کی اولاد ہے، کیونکہ حدیث کے اکثر طرق میں لفظ "آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم" آیا ہے اور حدیث ابی حمید میں اس کی جگہ "وازواجه وذریہ" آیا ہے، پس اس سے معلوم ہوا کہ آل سے مراد ازواج اور اولاد ہے۔ اور تنہا حدیث آل سے مراد بیویاں اور وہ حضرات ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور اس میں اولاد بھی داخل ہے، اس طرح تمام احادیث کی مراد جمع کی جاسکتی ہیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آل سے مراد صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد ہے، جیسا کہ امام ابو حنیفہ نے شرح منہج میں بیان کیا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تمام قریش آل میں شامل

۳۔ تذکرہ خیر میں ہے، جو ایسے تعلیم میں ہیں، وہ ہرگز قرینہ اس بات کا نہیں، جن سکین کس آیت میں لفظ اہل بیت سے ازواج مطہرات مراد ہیں، بلکہ کوئی اور مراد ہیں۔

۵۔ قرآن مجید میں لفظ اہل بیت کے لیے ہر جگہ مذکر کے صیغہ اور ضمیر استعمال ہوتا ہے اور ان میں سے اکثر مقامات میں بالانطلاق قرطبی نے سوائے عورتوں کے کوئی مراد نہیں۔

۶۔ اہل بیت کا لفظ اگر حضرت علی و فاطمہ و حسین رضی اللہ عنہم کے لیے وارد ہوا ہے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے لیے بھی وارد ہوا ہے۔ بلکہ بعض ایسے حضرات کے لیے جو کسی طرح کی قربت نبوی یا صبری یا رضائی نہ رکھتے تھے، یہی لفظ اہل بیت وارد ہوا ہے، جیسے سلمان قاری۔ لہذا معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات کے سوا جن کو بھی اہل بیت فرمایا وہ بجا و رحمت کے طور پر مجازاً فرمایا گیا ہے۔

۷۔ اگر کچھ فرق حضرت سلمان کے اہل بیت ہونے میں اور اہل عباس کے اہل بیت ہونے میں نکل بھی سکے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے لیے وہ فرق بھی نہیں نکل سکتا۔ وہ اہل عباس ہی ہیں اور بالکل اسی طرح دعا بھی ان کے لیے ہے۔

۸۔ محققین اہل سنت کا یہی مذہب ہے کہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقتاً ازواج مطہرات ہیں اور حضرت علی و فاطمہ و حسین و حضرت عباس رضی اللہ عنہم اور ان کی اولاد دعا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس فضیلت میں شامل کیے گئے ہیں۔

۹۔ ازواج مطہرات کے لیے قرآن کریم کو ایسی دعا ہے کہ وہ دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کی طالب نہ ہیں، بلکہ اللہ اور رسول و دار آخرت کی طالب ہیں۔ وہ تمام ایمان والوں کی ماں ہیں۔ ان سے ابتدا ہی طور پر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح منوع ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا نے اختیار سلب کر لیا کہ وہ اپنی ازواج کو طلاق دیں۔ یہ ایک بے نظیر بات ہے۔

۱۰۔ ازواج مطہرات کے برابر کوئی عورت نہیں ہو سکتی۔ (۵۵)

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”الغرض یہ بات کہ ازواج مطہرات آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے نہیں ہیں،

بلکہ اس لفظ کا اطلاق صرف آپ ﷺ کی ایک بیٹی، ایک داماد اور دو عورتوں سے ہوتا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۴ھ) لکھتے ہیں:

وعلی آل محمد وهم اتباع عند مالک کما تقدم وقال ابن عبد البر فی الاستذکار قال بعض اهل العلم ان هذا کلام محتمل النواويل تفسیره حدیث ابی حمید و من تابعه، اللهم صلی علی محمد و علی ازواجه و ذریته لان لفظ الاکل محتمل لوجوده، منها الاهل ومنها اتباع، و ان ما جملة مرة فسرہ اخرى.

ترجمہ: اور ”آل محمد“ کا صدق اہل نام مانگ کے نزدیک منظور نہیں لفظ علیہ وسلم کے پیروی

کرنے والے ہیں اور ان میں عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے ”استذکار“ میں کہا ہے کہ بعض اہل علم کے نزدیک اس کی تفسیر حدیث ابی حمید میں بیان ہوتی ہے۔ آل کا صدق آپ کی اتباع کرنے والے لوگ ہیں، اس روایت میں ہے: ”اللہم صلی علی محمد و علی ازواجه و ذریته“۔

لفظ آل میں کسی احتمال پائے جاتے ہیں جن میں سے ایک اہل ہے اور ایک احتمال اتباع کرنے والے ہیں، مگر یہ کہ ایک لفظ ”آل محمد“ مجمل تھا اور اس کی تفسیر ”و علی ازواجه و ذریته“ سے بیان کر دی ہے۔

خلاصۃ الکلام وخاتمۃ المرام

اہل اہل سنت حضرت مولانا مفتی عبدالغفور کھٹک مدنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء) مفتی صاحب کے اختتام پر بعنوان ”خلاصۃ الکلام وخاتمۃ المرام“ رقم طراز ہیں۔ جو تعالیٰ اس تفسیر سے دس یا تیس فی صدی طور پر راض ہو گئیں:

۱۔ آپ ﷺ میں لفظ اہل بیت سے مراد اہل ازواج مطہرات جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں اور اس کے سوا کوئی دوسرا مرد ہو ہی نہیں سکتا۔

۲۔ محاورہ قرآنی میں کسی کا اہل بیت ہونا اس کی زوجہ کے کسی کو نہیں کہا گیا اور اگر کسی مقام پر لفظ اہل بیت تفسیر کسی کی طرف منقاد کیے ہوئے مستعمل ہوا ہے تو وہاں بھی اس مکرر سے رہنے والے ہی مراد ہیں نہ کوئی اور۔

۳۔ لغت عرب میں بھی کسی شخص کا اہل بیت ہونا اس کی زوجہ کے، کسی کو نہیں کہتے۔

بن جبر عن ابن عباس، وتلا قوله "وَأَذْكُرُونَ مَا يُنْفِلُ فِي بُيُوتِهِمْ
مِنْ آيَاتِ اللَّهِ" (۷۸)

ترجمہ: سعید بن جبر حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ اہل البیت سے مروی ہوئی کہ کہیں کہیں کی بیویاں ہیں، کیونکہ وہی آپ ﷺ کے گھر میں تھیں۔ اور ان میں سے کسی نے اس کی دلیل میں یہ آیت تلاوت فرمائی: "وَأَذْكُرُونَ مَا يُنْفِلُ فِي بُيُوتِهِمْ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ" امام جاراٹھو بن عمر انجری (۵۲۸ھ) فرماتے ہیں:

وهي هذا دليل بين علي ان نساء النبي ﷺ من اهل بيته ثم ذكرهن
ان يوتيهن مهابط الوحى وامرهن ان لا ينسبن ما ينزلن فيها من
الكتاب الجامع بين امرين. (۷۹)

ترجمہ: اس آیت میں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی بیویاں اہل بیت ہیں۔ پھر اللہ جل شانہ نے انہیں یہ بات دولا کی کہ ان کے گھر نزول وحی کا مقام ہیں اور انہیں حکم دیا کہ جو کچھ دنیا و آخرت کی کامیابی کی جامع ہے اور ان کے گھروں میں پڑھی جاتی ہے، اسے فراموش نہ کریں۔

امام ابی القریب عبدالرحمن بن علی ابن الجوزی (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

"اهل البيت"، تین اقوال پائے جاتے ہیں:

أول: أنهم نساء رسول الله صلى الله عليه وسلم لأنهن في بيته.

ترجمہ: جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں، اس لیے کہ وہی آپ ﷺ کے گھر میں رہتی تھیں۔

سعید بن جبر نے اہل اللہ بن عباس سے روایت کیا ہے، اور یہی نکرہ ابن السائب اور عطاء کا قول ہے، اور اس قول کی تائید اس آیت کے ماقبل اور ما بعد سے ہوتی ہے، کیونکہ وہ تمام آیات ازواج مطہرات کے حلقے ہیں۔ اس قول پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر اس آیت سے پہلے اور بعد کی تمام آیات ازواج مطہرات کے حلقے ہیں تو پھر جبر میں ضمیر موصوف کی ہوتی چاہیے گی، جبکہ "عنکم" اور "وَيُطَهَّرُونَ"۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات بھی تو ازواج

تو زبان کے لحاظ سے درست ہے، نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ بلکہ ایک خاص فرقہ کے ذکا روں کی مباحث کے نتیجہ میں اس قطعی امت میں عرقہ عام کی حیثیت اختیار کر لی۔ اور ہماری سادہ دلی کی وجہ سے اس طرح کی بہت سی دوسری غلط باتوں کی طرح اس کو بھی قبول عام حاصل ہو گیا۔ اور جیسا کہ عرض کیا گیا، حالت یہ ہو گئی کہ "اہل بیت" کا لفظ سن کر ہمارے اچھے بڑھے لکھوں کا ذہن بھی ازواج مطہرات کی طرف نہیں جاتا، جو قرآن مجید کی زد سے اس لفظ کی اولیں صدق ہیں۔ (۷۹)

آپے تطہیر کا مصداق

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّيسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كَهْمُ
نُفُسِهِمْ. (الاحزاب: ۳۳)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ چاہے ہیں کہ تم سے ریس کو دور کر دیں، اے اہل بیت! اور تمہیں اچھی طرح پاک صاف کر دیں۔

آپے تطہیر میں "اہل بیت" سے مراد حضرات مفسرین کے نزدیک بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہیں۔

علامہ ابو بکر احمد بن علی الرازی البیضاوی (۵۵۷ھ) لکھتے ہیں

حضرت محمد کا قول ہے کہ اس کا نزول ازواج مطہرات کے بارے میں ہے۔ اس قول کی دلیل یہ ہے کہ آیت کی ابتدا اور سلسلہ بیان کا تعلق ازواج مطہرات کے ساتھ ہے۔ آپ نہیں دیکھتے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَذْكُرُونَ مَا يُنْفِلُ فِي بُيُوتِهِمْ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ.

بعض حضرات کا قول ہے کہ آیت کا نزول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور ازواج مطہرات دونوں کے بارے میں ہے، کیونکہ لفظ میں ان سب کا احتمال موجود ہے۔ (۷۷)

امام ابی الدیلمی محمد بن محمود القراءہ ابوالخنی (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

واراد باهل البيت نساء النبي ﷺ لأنهن في بيته وهو رواية سعيد

مطہرات کے ساتھ ان کے گھروں میں سکونت پڑے تھے، اس لیے مذکر خیر استعمال ہوئی ہے۔

دوم: یہ آیت خاص کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی ہے، اور یہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

سوم: اہل بیت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اور آپ ﷺ کی بیویاں ہیں۔ باقی کاکہ یہی قول ہے۔ الزنجاج کہتے ہیں، اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اور آپ ﷺ کی آل کے مرد حضرات مراد ہیں۔ (۸۰)

امام فرالدین محمد بن عمر بن محمد بن الحسن بن علی الرازی (۶۴۴ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ثم ان الله تعالى نزل عذاب المؤمنين، وعذاب بخصاب المذكرين. بقوله (يُضْحِبْ غَضَبُكَ) ليدخل فيه نساء اهل بيته ورجالهم. واختلف الاقوال في اهل البيت، والاثنى ان يقال هم اولاده وازواجه، والحسن والحسين منهم، وعلى منهم، لانه كانه من اهل بيته يسب معاشرته بنت النبي صلى الله عليه وسلم و ملازمته للنبي. (۸۱)

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ نے مؤمنان کا عذاب پھیل کر مذکر کا خطاب اختیار فرمایا، جیسا کہ ”عسکرم“ ہے، تاکہ اہل بیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی عورتوں اور دیگر مردوں کو بھی شامل کر لیا جائے۔ اور ”اہل بیت“ کے مصداق میں مختلف اقوال ہیں۔ سب سے بہتر یہ قول ہے، دوم آپ ﷺ کی اولاد اور بیویاں مراد ہیں، اور حسن، حسین بھی ان میں شامل ہیں، اور علی بھی ان میں شامل ہیں۔ کیونکہ وہ بھی آپ ﷺ کی بیٹی کی نسبت سے آپ ﷺ کے گھر میں رہتے رہائش پزیر رہے۔

امام ابو سعید الخدری (۶۴۴ھ) رقم فرماتے ہیں:

وقد اختلف اهل العلم في اهل البيت، من هم؟ فقال عطاء وعكرمة وابن عباس، هم زوجاته خاصة. (۸۲)

ترجمہ: اہل بیت کون ہیں؟ اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ عطاء، عکرمة اور ابن عباس کہتے ہیں، اہل بیت صرف ازواج مطہرات ہیں۔

امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمد الواسی (۴۰۴ھ) لکھتے ہیں:

وفيه دليل على ان نساؤه من اهل بيته. (۸۳)

ترجمہ: اور اس میں دلیل ہے کہ یہ بیویاں اہل بیت سے ہیں۔

امام ابو سعید محمد بن یوسف بن علی بن حیان الأشعری ہاشمی حیان (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:

وقول عكرمة ومقاتل وابن السائب ان اهل البيت في هذه الآية

بزوجاته ويظهرهم زوجاته واهله فلا تخرج الزوجات عن اهل

البيت، بل يظهرهن اهل البيت، لا اسم لاملازمتهن بيته عليه الصلاة

والسلام. وقال عطية، والذي يظهر ان زوجاته لا يخرج عن ذلك

البيت فاهل البيت زوجاته وبنوها وزوجها. وقال الزمخشري،

وفي هذا دليل على ان نساء النبي ﷺ من اهل بيته. ثم ذكر لهن ان

يسوتيهن مهابط الوحى، وامرهن ان لا يمسسن مايتلى فيها من

الكتاب الجامع بين امرين. (۸۴)

ترجمہ: عکرمة، مقاتل اور ابن السائب کہتے ہیں، اس آیت میں اہل بیت سے مراد رسول

اللہ ﷺ کی بیویاں ہیں۔ اور خابہر ہے کہ آپ ﷺ کی بیویاں ہی آپ ﷺ کی آل ہیں، اس لیے

یہ بیویاں اہل بیت سے خارج نہ کر دو، بلکہ وہی اہل بیت کہلانے کی زیادہ حقدار ہیں۔ کیونکہ وہ ہمہ

وقت آپ ﷺ کے گھر میں رہائش پزیر تھیں۔ اور عطیہ کا قول ہے کہ ازواج مطہرات کو اہل بیت

سے خارج نہ کیا جائے، البتہ آپ ﷺ کی ازواج اور آپ ﷺ کی بیٹی اور اس کے بیٹے اور اس کے

شوہر بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔ اور زمخشری کہتے ہیں، اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ

نبی ﷺ کی بیویاں آپ ﷺ کی اہل بیت ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے گھر کو مسجد و مکی قرار دیا،

اور انہیں ارشاد فرمایا کہ جو کچھ ہمارے گھر کو میں کتاب اللہ سے پڑھا جاتا ہے، اُسے نہ بھولنا۔

امام حافظ طبرانی الدین بن یحییٰ رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) نے اس آیت پر مفصل بحث فرمائی ہے،

اور متعدد روایات سے واضح فرمایا ہے کہ یہ آیت ازواج مطہرات کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

یہاں اختصار کو نظر رکھتے ہوئے بطور نمونہ چند روایات نقل کی جاتی ہیں:

۱- واخرج ابن ابی حاتم وابن عساکر عن طریق عکرمۃ رضی اللہ عنہ، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قوله "إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ" قال: نزلت فی نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصہ. وقال عکرمۃ رضی اللہ عنہ، من شاء باہلہ انہا نزلت فی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم.

۲- واخرج ابن جریر وابن مردودہ عن عکرمۃ رضی اللہ عنہ فی قوله "إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ" قال لیس بالذی تذهبون الیہ، النما ہو نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم.

۳- واخرج ابن سعد عن عروۃ رضی اللہ عنہ "إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ" قال یعنی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم. (۸۵)

علامہ قزوینی (۴۷۷ھ) لکھتے ہیں:

یہ آیت اس بات پر نہیں ہے کہ رسول خدا ﷺ کی بیویاں ان آیتوں میں اہل بیت میں داخل ہیں، اس لیے کہ یہ آیت ان ہی کے بارے میں اتری ہے۔ آیت کا شان نزول تو آیت کے حکم میں داخل ہوتا ہی ہے، مگر یہاں کہیں ہیں کہ صرف وہی داخل ہوتا ہے، اور یہاں کہیں ہیں وہ بھی اور اس کے سوا بھی، اور یہ دوسرا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔

حضرت کرمہ تواتر اہل میں منادی کرتے پھرے تھے کہ یہ آیت نبی ﷺ کی بیویوں ہی کے بارے میں خاصہ نازل ہوئی ہے۔ (ابن جریر)

ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی یہی مروی ہے اور حضرت کرمہ تواتر یہاں تک فرماتے ہیں، جو چاہے مجھ سے پہلے کرے، یہ آیت حضور ﷺ کی ازواج مطہرات ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

طبریؒ بحث کے بعد مولانا موصوف فرماتے ہیں:

جس شخص کو حضرت حاصل ہو اور قرآن میں تدبر کرنے کی عادت ہو، وہ یقیناً ایک نگاہ جاننے والا کہ اس آیت میں حضور ﷺ کی بیویاں بلا شک و شبہ داخل ہیں، اس لیے کہ اگر شیعہ کام ہی

ان کے متعلق چل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد یہ فرمایا کہ خدا کی آیتیں اور رسول اللہ ﷺ کی باتیں، جن کا درس تمہارے گھروں میں ہو رہا ہے، انہیں یاد رکھو اور ان پر عمل کرو۔ (۸۶)

علامہ ابن کثیر (۷۴۷ھ) لکھتے ہیں:

اہل بیت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہیں، سابق و سابقہ کی آیات ایسی پر بحث کرتی ہیں۔ ازواج مطہرات کے گھروں کے علاوہ آپ ﷺ کو کوئی گھر نہیں تھا جس میں آپ ﷺ سکونت اختیار فرماتے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت خاص طور پر ازواج مطہرات کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ حضرت کرمہ تو کہتے تھے، جو چاہے میرے ساتھ مداخلہ کرے، یہ آیت ازواج کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ ابن جریر نے یہ روایت بھی نقل کی ہے، بلکہ حضرت کرمہ بازار اہل میں اعلان کرتے پھرے تھے کہ یہ آیت تمہیں رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اور ابن سعد حضرت عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس سے مراد نبی کریم ﷺ کی بیویاں ہیں۔ (۸۷)

علامہ عبدالحق قزوینی دہلوی (۱۳۳۵ھ) لکھتے ہیں:

اہل البیت کے لغوی معنی کھڑا لے کے ہیں، اور اصطلاح میں، مخصوصاً عرب کے عرف میں اس لفظ کا اطلاق یہی ہو رہا ہے۔ مگر گھر میں بیٹا، بیٹی، خواستہ، نواسی بھی ہوتے ہیں اور ایسی طرح نوکر چاکر، خادم بھی، اور ایسی طرح قرآن مجید میں ایک جگہ بھی اہل البیت کا لفظ خاص حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی پر بھی مستعمل ہوا ہے۔

اتَّعَجِبْنِ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ذُخِرْتُ اللَّهُ وَنُزِّلَتْ عَلَيْنَا مِنْ بَيْتِ اللَّهِ أَهْلُ الْبَيْتِ اور عرب بولتے ہیں، "كَيْفَ أَهْلُكَ" یعنی گھروالی کی خبر بت پوچھتے ہیں۔ ہمارے عرف میں بھی اہل خانہ گھروالی بیوی کو کہتے ہیں۔

اس لیے علماء اسلام کا ایک خاص ضمیمہ اس کا ذکر ہوا ہے کہ اس آیت میں اہل البیت سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں۔ ابن عباسؓ دکرہ وعظا، دہلوی و مفتاح و مسعود بن جبر الی کے قائل ہیں۔ بحکمہ کہتے ہیں، میں اس بات پر پہلے کر سکتا ہوں۔

وہ کہتے ہیں، اہل میں بھی خطاب نبی کی بیویوں سے ہے، "كَيْفَ قَالَ قُلْ أَزْوَاجُكَ" اور یہاں تک ان ہی کے متعلق احکام ملے آتے ہیں۔ مگر میں شیعاؤ وغیرہ اور بعد میں ان ہی کی

طرف خطاب ہے، "وَ اَذْكُرْنَ مَا يُكَلِّفُ لِي هُنَّ يَوْمَئِذٍ" اور نیز اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر ہے جو حضرت کی بیویوں کے رہنے کی جگہ ہے، جہاں آپ ﷺ شب بیاں ہوتے تھے۔ (۸۸)

حضرت العلاءؓ مولانا محمد امجد علیؒ کا مدخلی (م ۱۳۹۳ھ) نے اس آیت کی مفسل و مدلل اور انتہائی نفس کشیر اور کام فرمائی ہے، جسے نقل کیا جاتا ہے۔ اس آیت کو آج تک تفسیر کہا جاتا ہے۔

اہل سنت و الجماعت یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت باجماع صحابہ کرامؓ، ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی اور آیت میں اہل بیت نبی سے آپ کی بیواں مراد ہیں۔ اور تفسیر سے ترکیب نفس، تہذیب باطن اور تصفیہ قلب مراد ہے، جو تہذیب باطن کا وہ اعلیٰ ترین مقام ہے جو کامل اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے، جس کے حصول کے بعد گناہوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں، مگر انبیاء کی طرح معصوم نہیں ہو جاتے۔

شیعہ یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت علی مرتضیٰؑ، فاطمہؑ، زہراؑ اور حسینؑ کے بارے میں نازل ہوئی اور اہل بیت سے سبکی کو مراد ہیں، اس لفظ سے سوائے ان کے کوئی مراد ہو ہی نہیں سکتا۔ اور ربیع اس کی یہ ہے کہ خود اہل سنت کی صحیح ترین احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰؑ، فاطمہؑ اور زہراؑ اور حسینؑ کو بلا یا اور اپنی کھلی ان چاروں پر ڈال دی اور فرمایا: "اَللّٰهُمَّ هُوَلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ"۔ فَادْعَبْ عَلَيْهِمُ الرَّجْسَ وَاطْهَرْهُمْ تَطْهِيرًا۔ "اے اللہ! یہ چاروں میرے اہل بیت ہیں، پس ان سے رجس یعنی گندگی اور ناپاکی کو دور کر دے اور خوب پاک کر دے۔ نیز اس آیت میں لفظ منکدام اور مبطہر حکم میں جو تفسیریں مذکور کی موجود ہیں وہ صاف اتنا رہی ہیں کہ اس آیت میں خطاب ازواج کو نہیں۔ معلوم ہوا کہ آیت میں لفظ اہل بیت سے سبکی چار شخص مراد ہیں۔

دوسری بات اہل تشیع یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں ازواج باریہ اور تفسیر سے گناہوں سے پاک کر دینا، یعنی معصوم بنانا مراد ہے، جس سے ان چار حضرات کی عصمت ثابت ہوتی ہے۔ شیعہ اہل بیت کی عصمت ثابت کرنے کے لیے آیت تفسیر کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔

جواب: اہل تشیع کا یہ تمام استدلال دو باتوں پر مبنی ہے۔ اول یہ کہ لفظ اہل بیت سے

صرف چار اشخاص مراد ہیں، حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ اور حسینؑ، دوم یہ کہ ازواج باریہ اور تفسیر سے معصوم بنانا مراد ہے۔ جب تک یہ دونوں باتیں ثابت نہ ہوں گی، شیعوں کا استدلال صحیح نہیں ہو سکتا۔ مگر آج تک شیعہ ان باتوں کو ثابت نہیں کر سکے۔

پہلی بات کا جواب

پہلی بات کے متعلق علماء اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ لفظ "اہل بیت" اور لفظ "آل" لغت عربی میں دونوں ہم معنی ہیں۔ لغت میں اہل بیت کے معنی اہل خانہ کے ہیں، یعنی گھر والوں کے ہیں، جو مستقل طور پر گھر میں رہتے ہیں۔ جن میں ازواج، اصلاہ و اطفال ہیں اور اولاد اور ذریعہ معاش ہیں۔ خدمتگاران، کوٹھریوں اور غلاموں پر اس لفظ کا اطلاق نہیں ہوتا۔ عرب میں اور معاشرہ میں جب اہل خانہ بولا جاتا ہے تو ہر کس و نامک اس کا سبکی مطلب کہتا ہے کہ جو لوگ گھر میں رہتے ہیں اور وہاں سے چلے جائے گا قصہ نہ کہے گا، اور خانہ رہے گا اس وصف میں اصل بیباں ہیں جو ہمیشہ گھر میں رہتی ہیں۔ بیٹوں اور بیٹیوں کا ہمیشہ گھر میں رہنا خلاف عادت ہے، خاص کر مرد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خجروں اور گھروں میں سوائے آپ ﷺ کی ازواج کے کوئی نہیں رہتا تھا۔ شادی ہونے کے بعد بیٹے خود اپنا مکان بنا لیتے ہیں۔ نکاح کے بعد باپ کے ذمہ اولاد کا نہ تان و تقوٰی فرض رہتا ہے اور نہ بٹے کا مکان اس کے ذمہ واجب رہتا ہے، اور شادی ہونے کے بعد بیٹی داردار کے گھر چلی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت فاطمہؑ حضرت علیؑ کے گھر میں رہتی تھیں۔ کہا جاتا ہے، "تاهل الرجل اذ تزوج، واهلك الله في الجنة اولاد فلان متاهل ای معزوح۔"

نیز قرآن کریم کا مآر و مکی سبکی ہے کہ اہل بیت کے معنی قوم میں زہراؑ، اصلاہ و اطفال ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں جب ملائکہ نے ان کو تو فرشتوں کی بشارت دی اور جی انہ سالی میں بشارت پر غیظ ہوا تو فرشتوں نے یہ کہا:

فَاَلْقُوا تَاغْيِيْنًا مِّنْ اَمْرِ اللّٰهِ وَخَمْتِ اللّٰهُ وَهَزَمْتُمْ عَلَيْهِمُ اَفْعَالُ الْبَيْتِ ط
اِنَّهُمْ خَبِيْثٌ مُّجْبَدٌ۔

اور ظاہر ہے کہ اس آیت میں اہل بیت کے خطاب میں حضرت سارہؑ یقیناً داخل ہوئیں، کیونکہ اصل خطاب انہی سے ہے اور فرشتوں نے حضرت سارہؑ کو اہل بیت سے خطاب کر کے ان کو خدا کی رحمتوں اور برکتوں کی دعا سنائی دی ہیں۔ شاید حضرات شیعہ فرشتوں پر کوئی تنقید کریں

ان مہاس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت خاص ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی اور مکرر مرضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں کہ جس کا بی چاہے اس سے پہلہ کر سکا ہوں۔ (۹۰)

عزت رسول ﷺ

”عزت رسول ﷺ“ کے مفہوم میں بھی ہے جادست اندازی کی گئی ہے، جس طرح آل رسول اور اہل بیت رسول کے مفہوم کو محدود کر دیا گیا۔ عام طور پر ”چارتن“ مراد لی جاتی ہے، ان ہی کو ذریت طیبہ اور اسادات کا نام دیا جاتا ہے۔ جبکہ ”عزت“ کے معنی میں بیوی، خاندان، قوم، قبیلہ اور اولاد سب ہی داخل ہیں۔ انہی اعتبار سے بھی ”عزت“ کا اخلاق بیوی، اولاد اور تمام قریبی رشتہ داروں پر ہوتا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

يا ايها الناس اني تركت فيكم من اخذتم به لن تضلوا، كتاب الله و عترتي اهلبيتي۔ (۹۱)

ترجمہ: اے لوگو! میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ جو کوئی ان کو منسوبی سے قلمے گا، کبھی گمراہ نہ ہوگا، کتاب اللہ اور میری عزت، یعنی میرے اہل بیت۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انني اترك فيكم ما ان تمسكتم به لن تضلوا ابعدى احدكم اعظم من الاخر۔ كتاب الله، حبل ممدود من السماء الى الارض، وعترتي اهلبيتي، ولن ينقطعوا حتى يورث علي الحوض۔ (۹۲)

ترجمہ: میں تمہارے اندر چھوڑ رہا ہوں میرے بعد جب تک تم انہیں پکڑے ہو گے، کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک ان میں سے عظیم تر ہے، وہ وہ اللہ کی کتاب ہے، اور اللہ تعالیٰ کی آسمان سے زمین کی طرف پھیلی ہوئی رسی ہے۔ اور دوسری میری عزت، جس میرے گھر والے ہیں اور وہ ایک لگ نہ ہوں گے، یہاں تک کہ حوض کوثر پر وہ میرے پاس پہنچیں گے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ”عزت“ کی تشریح تو توحیح خود فرمادی ہے کہ اس سے مراد

بی بی نے بھی اختیار نہ کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات کو حضور نے نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کس درجہ محبت حتیٰ کہ تفریق اور تنگی سے رہنا منظور کیا، مگر حضور ﷺ سے پیغمبر کی منظور نہیں کی۔ چنانچہ اسی محبت کی وجہ سے تعالیٰ نے ان کو مذہب جنم وغیرہ کی دھکی نہیں دی، بلکہ اس سے ڈرایا کہ حضور ﷺ کو اپنی زوجیت سے پیغمبر نہ کریں۔

خلاصہ نکام یہ کہ ازواج مطہرات کے بارے میں اول آیت تحریر نازل ہوئی، پھر جب جب ازواج مطہرات نے اللہ اور رسول اللہ ﷺ اور دار آخرت کو اختیار کر لیا تو ان کے بارے میں دوبارہ وہ آیت تحریر نازل ہوئی، جس سے ان کے شرف اور کرامت کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ اور اس آیت تحریر میں جو حفاظ اہل البیت آیا ہے، اُس سے اسلئے اشارہ اور تاکید ازواج نبی مراد ہیں۔ کیونکہ ان آیات کے سیاق و سباق میں ازواج کا آخر صراحتاً ازواج مطہرات ہی کو خطاب ہو رہا ہے۔ اور ایسا صریح ہے کہ جس میں ذمہ و مہر بار تامل کی گنجائش نظر نہیں آتی۔ کیونکہ یسئذ النبی لئن شئت لكانت من النساء، بلکہ و الجحمة تک ازواج مطہرات ہی کے متعلق نکام ہے، اور ازواج کا آخر خطاب مؤثقی کی ضمیر میں لائی گئی ہیں۔ لئن شئت اور فیئذ یؤتیکن اور و الذلکون ما یفنی فی فیئذ یؤتیکن تک یہ تمام خطابات یہاں ازواج مطہرات ہی کو ہیں، بلکہ اگر شروع کر دے ”یا ایہا النبی قل لا یؤزجکم ان کنتن ثم ذن الحیلولة الدنیا و فیئذ یفنی فیئذ یؤتیکن و فیئذ یؤتیکن ثم احنا جیئذ“ سے لے کر ”ان اللہ کان لعلینا خیر سوا“ تک تمام بیویوں اور ضمیروں پر نظر ڈالی جائے تو اول سے لے کر آخر تک چھ بیویں بیٹھیں اور ضمیریں سب مؤثقی کی ہیں جو بلا کسی تردد اور تامل کے صرف ازواج مطہرات کے لیے ہیں اور یسئذ النبی اور قل لا یؤزجکم کا لفظ اس قدر واضح ہے کہ اس میں حضرت علی و حضرت حسین اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم کے دخول اور شمول کا عقلاً و ظہراً کوئی امکان ہی نہیں۔ اب حضرات شیعہ علائقہ میں کہ اس کا کیا جواب ہے۔ نکام عرب میں، تلک اجماعت و ملت کی فرض سے مؤثقی کے لیے تو ذکر کا مینہ استعمال ہو سکتا ہے مگر ذکر کے لیے مؤثقی کا مینہ اور مؤثقی کی ضمیر کا استعمال کہیں سننے اور کہنے میں نہیں آیا۔

قال ابن عباس نزلت فی ساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال عکرمة من شاء باہلہ۔ (۹۳)

میرے "اہل بیت" ہیں۔ اور "اہل بیت" کا وسیع تر اطلاق ازواج اطہار، بنات طہیات، خاندان نبوت اور ایماندار مقلی، پیغمبر کا سب پر ہوتا ہے۔ مذکورہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی بن سلطان القاری رحمہ اللہ (م ۱۰۱۴ھ) "عزت" کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

قال النووي يمتنع "عترۃ الرجل" اهل بيته ورهطه الادنون.
ولاصحابهم العترۃ على احواء كثيرة بينها رسول الله صلى الله عليه وسلم بقوله، اهل بيتي. نعلم انه اواد بذلك نسله وعصابه
الادنين واذا واجده.

ترجمہ: تو درحقی کہتے ہیں، آدمی کی عزت اس کے گھر والے اور قریبی رشتہ دار ہیں۔ اور یہ لفظ وسیع تر معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عزت کی تشریح "اہل بیت" سے فرمائی ہے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ عزت میں آدمی کا خاندان، قریبی گروہ اور بیڑاں سب شامل ہوتی ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (م ۱۰۵۴ھ) کہتے ہیں:

"وعترۃ قوم وخواہش و نزدیکان مرد و اہل بیت و من تفسیر کرد آن را بقول خود" مراد این جا از عترت اخص از قوم و اقرباست کہ اولاد جد قریب باشند، یعنی اولاد و ذریعت وی
صلی اللہ علیہ وسلم. (۹۳)

ترجمہ: اور عزت سے مراد آدمی کی قوم اور قریبی رشتہ دار، خویش و اقارب ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر خود فرمائی ہے کہ اس سے میرے اہل بیت مراد ہیں۔ اور اس جگہ عزت سے مراد بالخصوص قوم، قبیلہ اور رشتہ دار ہیں، کیونکہ دادا کی اولاد ہی قریبی ہوتے ہیں، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور ذریعت۔

سید محمود آقوی بیگ ادبی رحمہ اللہ (۱۲۷۰ھ) سورۃ الاحزاب کی تفسیر میں مذکور احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

- العترۃ الرجل. كما في الصحاح. نسله و رهطه الادنون.
- وفي النهاية. ان عترۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو عبدالمطلب، و قبل

اہل بیتہ الاقربون.

- وهم اولادہ. وعلى اولادہ وحی اللہ علیہم.
- وقيل عترتہ. الاقربون والا بعدون منهم. والذی وجہہ القرطبی. انہم من حرمۃ علیہم الزکاۃ. (۹۵)

ترجمہ: آدمی کی عزت، جیسا کہ صحاح میں ہے، اس کی نسل اور قریبی خاندان ہے۔

- اور نہایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت عید المطلب کی اولاد ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عزت سے مراد قریبی رشتہ دار ہیں، اور وہ آپ ﷺ کی اولاد اور ملا علی اور اس کی اولاد ہیں۔

- اور کہا گیا ہے کہ عزت سے مراد قریبی اور دُور کے رشتہ دار ہیں۔ اور قرطبی نے ترجیح دی ہے کہ عزت سے مراد آپ ﷺ کے دور رشتہ دار ہیں جن پر مذکورہ حرام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے جن لوگوں پر صدقات اور ذکوہ لینا حرام ہے، دو تہم قریش، بنو ہاشم، بنو عبدالمطلب، آل عباس، آل علی، آل جعفر، آل محفل اور آل حارث شامل ہیں۔ (۹۶)

علمائے لغت بھی اس پر متفق ہیں کہ "عزت" سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت، خاندان، قبیلہ اور اولاد مراد ہیں۔ اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات یعنی خور پر آل، خاندان اور کثیرہ میں شامل ہیں۔

مشہور افغانی امام ملا علی القاضی جمال الدین محمد بن حکیم ابن منظور الافرقی المصری رحمہ اللہ (م ۷۷۰ھ) "عزت" کی تعریف توضیح اور تحقیق اس طرح بیان کرتے ہیں:

- وعترۃ الرجل. القرابۃ من ولید وغیرہ. وقيل هم قومہ دنیا. وقيل هم وحی اللہ عنہ، نحن عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.
- قال ابن الاثیر: لانہم من قریش. والعامۃ نظن انہا ولد الرجل خاصۃ وان عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولد فاطمۃ وحی اللہ عنہا ہذا قول ابن سیدہ.

- وقال الازهری رحمه الله وفي حديث زيد بن ثابت قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اني تارك فيكم الثقلين خلفي، كتاب الله و عترتي، فانها لن يفترقا حتى يردا علي الحوض. وقال، قال محمد ابن اسحاق، وهذا حديث صحيح.
- وفي بعضها، اني تارك فيكم الثقلين، كتاب الله، و عترتي اهل بيتي. فجعل العتره اهل البيت.
- وقال ابو عبيد وغيره، عتره الرجل واسرته وفصلته وعطه الادنون۔ ابن الاثير، عتره الرجل اخص اقاربه. وقال ابن الاعراب، العتره ولد الرجل وذريته عقبه من صلبه.
- قال فخره النسي صلى الله عليه وسلم، ولد فاطمة البتول عليها السلام. وروى عن ابي سعيد قال، العتره ساق الشجره.
- قال و عتره النبي صلى الله عليه وسلم عبد المطلب وولده. وقيل، عترته اهل بيته الاقربون، وهم اولاد و علي و اولاده. وقيل، عترته الاقربون والا بعدون منهم.
- وقيل، عتره الرجل اقرباؤه من ولد عمه دنيا. ومنه حديث ابي بكر رضي الله عنه، قال للنبي صلى الله عليه وسلم حين شاور أصحابه في اسارى بلتر، غنيرتك و قومك. اولاد بعترته العباس، و من كان فيهم من بني هاشم، و بقره قريشا.
- والمشهور المعروف ان عتره اهل بيته، وهم الذين خرمت عليهم الزكاه والصدقه المسفروحة، وهم ذو القربى الذين لهم خمس الخمس المذكور في سورة الانفال (۹۷)
- ترجمہ: کسی آدمی کی عزت سے مراد اس کے رشتہ داروں، نیکو، اولاد اور خاندان ہے، جیسا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا قول ہے، "ہم عزت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"
- ان اشیاء کہتے ہیں، کیونکہ ابو بکر بھی قریشی تھے، عام طور پر قبائل کیا جاتا ہے کہ عزت سے
- مراد صرف اولاد ہے، اور یہ کہ عزت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد ہے، یہ قول ابن سیدہ کا ہے۔
- تہجری رسالہ اللہ کہتے ہیں، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، وہ چھاندہ بیوں کی یہاں تک کہ خوشی کا کوشہ پر مجھ سے ملاقات کریں۔ اور کہا کہ محمد ابن اسحاق نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔
- بعض روایات کے الفاظ اس طرح بھی ہیں، میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری عزت، یعنی میرے اہل بیت۔ آپ ﷺ نے عزت کی تفسیر میں فرمایا، میری عزت میرے اہل بیت ہیں۔
- اور ابو عبیدہ وغیرہ نے کہا، کسی آدمی کی عزت اس کے قریبی رشتہ داروں پر ہوتے ہیں۔ ابن اشیر کہتے ہیں، آدمی کی عزت خاص کر اس کے رشتہ دار ہوتے ہیں۔ اور ابن عربی کہتے ہیں، آدمی کی اولاد اور اس کی صلب سے پیدا ہونے والے عزت کہلاتے ہیں۔
- اور کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت سے مراد حضرت فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کی اولاد ہیں۔ اور ابو سعید سے روایت ہے کہ عزت سے مراد حضرت کا خاندان ہے۔
- اور عزت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد صاحب المطالب اور ان کی اولاد ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عزت سے مراد آپ ﷺ کے قریبی رشتہ دار ہیں، اور وہ آپ ﷺ کی اولاد اور علی اور ان کی اولاد ہیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عزت سے مراد قریب اور دور کے رشتہ دار ہیں۔
- اور کہا جاتا ہے کہ آدمی کی عزت اس کے چچا کی اولاد ہوتی ہے، جس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مقصود بھی یہی ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے متعلق صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، ان میں آپ ﷺ کی عزت اور آپ ﷺ کی قوم کے لوگ ہیں۔ اور حضرت ابو بکر نے عزت سے حضرت عباس، ابو شامہ اور قوم قریش کے دیگر افراد مراد لیے تھے۔
- اور زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ عزت رسول ﷺ سے مراد آپ ﷺ کے وہ اہل بیت ہیں جن

پر صدقہ اور ذکر کو واجبہ حرام ہے، اور وہ ذوی القربی ہیں (یعنی بنو ہاشم اور بنو مطلب)۔
جن کے لیے سورۃ انفال میں خمس الخمس مذکور ہے۔

مشہور نقوی امام محمد بن یعقوب القیر و زآدی رحمہ اللہ (م ۸۷۷ھ) لکھتے ہیں:
العترة، نسل الرحا، و رة و عشبہ تہ الاذنون۔ (۹۸)

ترجمہ: عزت سے مراد آدمی کا خاندان اور قریبی رشتہ دار ہیں۔

مولانا جو حنیہ اثر میں قاضی کیرا نوئی مدظلہ لکھتے ہیں:

”العترة: بڑا کتبہ جس سے بہت سے قبیلے نکلے ہوں۔ قبیلہ ایک باپ دادا کی اولاد کو کہتے ہیں۔ یہ عترت سے چھوٹا ہوتا ہے۔ آدمی کی نسل، اولاد، چھوٹا کتبہ، ایک باپ کی قرینہ اولاد۔“ (۹۹)

محمد ثریات الدین بن جلال الدین نکستوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”عزرت، غریبیاں و زوہدیاں و فرزندان، باز شعیب و ہمدان و مویہ۔“ (۱۰۰)

ترجمہ: عزت، ارشد دار قریبی رشتہ والے، اولاد اور صحابہ و مددگار لوگ۔“

نواب قطب الدین الدہلوی رحمہ اللہ (م ۱۲۹۹ھ) مذکورہ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

”عزرت سے مراد آپ ﷺ کی اولاد ہے۔ اور تہل بیت سے مراد آپ ﷺ کے

قرابت دار اور چہر قریب کی اولاد بھی ہے اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات بھی۔

رضوان اللہ علیہم۔“ (۱۰۱)

ان تفصیلات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ”عزرت رسول“ اپنے وسیع تر مفہوم کے اعتبار سے قوم قریش، بنو ہاشم، بنو مطلب، آل عباس، آل علی، آل جعفر، آل محسن اور آل عاص، سب پر محیط ہے۔ یہ چار کے عدد میں محدود نہیں اور نہ ہی ”چار“ ہی کی تصریح قرآن و حدیث، سنت اور تاریخ کے دامن تبادر میں کہیں دکھائی دیتی ہے۔ جس طرح اہل بیت کے صدقات میں بعض لوگوں نے شک ظہری کا مظاہرہ کیا ہے، اسی طرح ”عزرت رسول“ کے صدقات میں بھی سرقہ کی جسارت کی ہے۔ اب یہ لوگ ہر آئین و دلائل کے آفتاب عالمیت کے سامنے سرا سیماء نظر آتے ہیں۔

آل بیت نسبی

اقسام آل

قرآن، حدیث اور لغت عرب کی روش سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ لفظ "آل" ایک کثیر المعنی لفظ ہے، اور اس کا اطلاق حسب ذیل شخصیات پر ہوتا ہے:

- ۱۔ رسول اللہ ﷺ کی اپنی شخصیت
- ۲۔ انیس صدیق اذواق مطہرات
- ۳۔ اولاد اور ذریعہ طیب
- ۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اہل ایمان قرابت دار
- ۵۔ جنہیں علم و معرفت کے لحاظ سے آپ ﷺ کے ساتھ خصوصی تعلق ہو۔
- ۶۔ شریعت اسلام کے کما حقہ پابند
- ۷۔ ہاشم اور مطلب کی ساری اولاد، جن پر صدقات حرام ہیں۔
- ۸۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے آزاد کردہ غلام
- ۹۔ قوم اور وارث
- ۱۰۔ آپ ﷺ کے اتباع و انصار، امت مسلمہ فرزندانی توحید

زیر بحث آل محمد کی تین اقسام قرار پائی ہیں۔

- ۱۔ آل بیت نبوی
- ۲۔ آل بیت سبکی
- ۳۔ آل بیت ولادت

اہل بیتہ من حرم الصدقة بعدہ

آل علی، آل عقیل، آل جعفر، آل عباس

(مسلم، ج ۲، ص ۳۷۹)

۱۔ نفل

جنگ بدر میں جب مشرکین کو شکست ہوئی تو دوسرے قیدیوں کے ساتھ یہ بھی گرفتار ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا، قیدیوں سے دسے کرو یا جو چاہو۔ عرض کی، یا رسول اللہ! میرے پاس خدیہ کے لیے کوئی چیز نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ہڈ دو اے نبیؐ قیدیوں میں دے دو۔ اس کے جواب میں انہوں نے آپ ﷺ کی رسالت کا اعتراف کیا اور ایک ہزار خیر سے خدیہ میں قفل کر دیے۔ اسلام کے بعد مکہ مکرمہ واپس چلے گئے اور غزوہ خندق یا فتح مکہ کے زمانہ میں حضرت عباسؓ کے ہمراہ مدینہ منورہ تشریف لائے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۲۵ھ میں وفات پائی۔ امیر المؤمنین نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں آسودۂ خواب ہوئے۔ شہدہ بیٹے اور بیٹیاں چھوڑیں۔ (۳)

۲۔ عبداللہ

عبداللہ بن عمارؓ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کا نام عبداللہ بن عمارؓ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر عبداللہ نام رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں وفات پائی۔ (۳)

۳۔ ربیعہ

اپنے چچا عباسؓ سے دو سال بڑے تھے۔ جنگ احزاب کے موقع پر حضرت عباسؓ وغیرہ کے ہمراہ مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ایوانہ کے مقام پر پہنچ کر واپس مکہ لوٹ جانے کا ارادہ کیا۔ نفل نے کہا، اُس شرک کدو میں کہاں جاتے ہو، جہاں کے آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑتے اور ان کی تکذیب کرتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دی ہے اور ان کے صحابہ کی تعداد بھی بڑھ گئی ہے، ہمارے ساتھ چلے چلو۔ ہم حال یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچ گیا۔

ان کا ایک بچہ شیر خوار ہی کے عالم میں دشمنوں نے قتل کر دیا تھا۔ جیہ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا

وَأُولَٰئِكَ خُمُ أَصْحَابِي مِنْ رِبْعَةٍ مِنَ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ.

ترجمہ: ان کا پہلا مطالبہ ہے جسے میں ختم کرے گا اعلان کرتا ہوں، وہ ربیعہ بن عمارؓ بن

آل نبی

عبدالطلب بن ہاشم

عبدالطلب بن ہاشم کے کیا رو بیٹے تھے:

- | | | |
|---------------|------------------------------|---------------|
| ۱۔ حارث | ۲۔ زبیر | ۳۔ ابوطلب |
| ۴۔ حمزہ | ۵۔ عباس | ۶۔ مقوم |
| ۷۔ عبداللہ | ۸۔ ضرار | ۹۔ قحطی مغیرہ |
| ۱۰۔ عبدالعزیٰ | ۱۱۔ عبدالکعبہ ^(۱) | |

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیوں

- | | | |
|----------|---------|-------------------------|
| ۱۔ عاتکہ | ۲۔ منیہ | ۳۔ اروی |
| ۴۔ امیمہ | ۵۔ زہرہ | ۶۔ بیضام ^(۲) |
| ۱۔ عباسؓ | ۲۔ حمزہ | |

مسلمان چچا

حارث بن عبدالطلب

عبدالطلب کے سب سے بڑے بیٹے ہیں، اور ان ہی کے نام سے عبدالطلب کی کنیت "ابو الحارث" تھی۔

حارث بن عبدالطلب کے چار بیٹے تھے: نفل، عبداللہ، ربیعہ اور ابوسلیمان خثیمہ۔

چاروں اسلام اور شرف صحابیت سے مشرف ہوئے۔

عبدالغالب کا مطالبہ ہے۔ (۵)

غلاب قاروقی اعظم رضی اللہ عنہ میں ۴۳ھ کو وفات ہوئی۔

۳۔ ابو سفیان

ان کا نام غفرہ بن حارث بن عبدالغالب تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا بھائی ہونے کے علاوہ رضاعی بھائی بھی تھے۔ انہوں نے بھی سیدہ حلیمہ سیدہ کا دودھ پیا تھا۔ عرب کے مشہور شاعر و صحابی ہیں۔

فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا۔ غزوہ حنین میں شریک ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی جاگ انہی کے ہاتھ میں تھی۔ ثابت قدم رہے، ایک لڑکے کے لیے بھی رکاب چوٹی سے اٹک نہیں ہوئے۔

حضرت معاویہ کے دور خلافت میں وفات ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا تھا، ابو سفیان اعمیٰ و خیر لعلی۔ (۶)

سید الشہداء سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ

نام حمزہ، ابو یعلیٰ اور ابو ہریرہ کنیت۔ اسد اللہ لقب تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا تھے۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے، یعنی ابولہب کی پانڈی ٹوپیہ نے دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ سن میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برس بڑے تھے۔ (۷)

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے نبوی میں اسلام قبول کیا۔ (۸)

شمشیر زنی، تیر اندازی اور پہلوانی سمجھیں ہی سے شوق تھا۔ غزوہ بدر میں شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ کفار کے بڑے بڑے مورماں کو خاک و خون میں تر پلایا۔ غزوہ احد میں بھی بے جاگری سے لڑے۔ کفر کے لڑائی میں محسوس کرکشتوں کے پٹنے لگا دیے۔ آخر جام شہادت نوش فرمایا۔ اور سرورود عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان دق ترجمان سے "سید الشہداء" کا خطاب ملا۔

شہادت

جبکہ بدر میں کفار کے نامی گرامی سردار سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں واصل جہنم

ہوئے تھے اس لیے تمام قریشی سب سے زیادہ ان کے خون کے پلا سے تھے۔ چنانچہ حبیب بن مسلم نے اپنے غلام "حشی" کو کہا کہ اگر تم حمزہ کو قتل کردو تو ہمیں آزا دیں جائے گی۔ "حشی" امد کے موقع پر ایک چٹان کے چبھے گھاٹ لگا گئے بیٹھا ہوا تھا۔ جب حضرت حمزہ قریب سے گزروے تو اس نے اچانک حملہ کر دیا جس سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

اس شہید خدا کی شہادت پر قریش کی ہزاروں نے خوشی و مسرت کے ترانے گائے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندو بنت حبیب نے ناک ناکان کرکٹ بار بنایا۔ شکر پاک کرکے بنگلہ لگا لگا اور چلایا بھیر تھوک دیا۔ (۹)

جب سرورود عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غم گہم کی لاش پر شکر پیا لائے، ابوسفیان کو بنگلہ منظر دیکھ کرے اعتبار قبول بھرتا پیا۔ مخاطب ہو کر فرمایا، "تم پر خدا کی رحمت ہو۔ تم رشتہ داروں کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے، ایک کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔ اگر مجھے سفید کے رنگ و غم کا خیال نہ ہوتا تو میں تمہیں اس طرح بے گور و کلن چھوڑ دیتا۔ دوندہ سار پرندے کا جاتے اور تم قیامت کے دن ان کے قسم سے اٹھائے جاتے۔ بخدا مجھ پر تمہارا انتقام لازم ہے۔ میں تمہارے عوض سقر کا فروں کا مثلہ کروں گا۔"

لیکن جوڑی ہی دیر کے بعد وحی الہی نے اس کا جائز انتقام کی ممانعت کر دی۔ اس لیے قسم کا کفار و ادا کر کے میرا جہان بانی اختیار فرمائی۔

حضرت سفیدہ رضی اللہ عنہا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن تھیں۔ بھائی کی شہادت کا حال سن کر دو چار دیریں گھن کی لے آئیں۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیلوں میں ایک انصاری صحابی کی لاش بھی بے گور و کلن رکھی، اس لیے ان دونوں شہیدانِ ملت میں ایک ایک چار تقسیم کر دی۔ اس ایک چار سے سر چھپایا جاتا تو پاؤں کھل جاتے، پاؤں چھپائے جاتے تو سر برہنہ ہو جاتا۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چار سے سر اور چہرہ چھپاؤ اور پاؤں پر گھاس اور پتے ڈال دو۔ غرض اس جہرت انجیز طریقہ سے سید الشہداء کا جنازہ تیار ہوا۔ (۱۰)

اور لاو

سید الشہداء سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاں دو فرزند (ہمارہ، یعلیٰ) اور دو بیٹیاں (ام فضل اور امانہ) پیدا ہوئیں۔

یعلیٰ ہی سے آپ کی کنیت ابو یعلیٰ تھی۔ ہمارہ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام بھی حمزہ

زمانہ جاہلیت میں قریش کے ایک سربراہ اور وہ رئیس تھے۔ بیت اللہ کا اہتمام والاہرام اور لوگوں کو پانی پلانے کا منصب انہیں اپنے والد عبدالمطلب سے وراثت میں ملا تھا۔ (۱۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کرنے میں بظاہر تاخیر سے کام لیا، لیکن دل سے اس تحریک کے حامی تھے۔ بیت عقبہ کے موقع پر بھی موجود تھے۔

غزوہ بدر میں مشرکین قریش کے مجبور کرنے پر ان کے ساتھ معرکہ میں شریک ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقہ حال سے آگاہ تھے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ہدایت فرمائی کہ اٹھنا جنگ میں عباس اور دو دیگر بنی ہاشم کو قتل نہ کرنا۔ (۱۶) مگر قیدیوں کے حرا کو کرتا رہے۔

حضرت عباس کی مشکیں اس قدر گھسی ہوئی تھیں کہ دردناک آواز سے کہہ رہے تھے۔ ان کی کرناک آواز نے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند اچاٹ کر دی۔ صحابہ کرام کو معلوم ہوا تو ان کی مشکیں دھیلی کر دیں۔ لیکن رجب عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اتمام قیدیوں کی ترسیاں دیکھ کر دیں۔ (۱۷)

قید سے رہائی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کا فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا فیصلہ فرمایا۔ چونکہ حضرت عباس کی والدہ ماجدہ انصار کے قبیلہ خزاع سے تھیں، اس لیے انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، عباس ہمارے بھائی ہیں، ہم ان کا فدیہ چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن منصور بن زوہیر صلی اللہ علیہ وسلم نے سادات کی بنا کر گوارا نہیں فرمایا اور دولت مند ہونے کی وجہ سے ان سے مقتول رقم طلب فرمائی۔ (۱۸)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ناداری کا بندر چیش کیا، اور کہا کہ میں دل سے پہلے ہی مسلمان ہو چکا تھا، لیکن قوم نے مجھے جبراً جنگ میں شریک کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اول کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اگر آپ کا دعویٰ سچا ہے تو اللہ تعالیٰ آنسو دے گا، لیکن ظاہری حالت کے لحاظ سے کوئی رعایت نہیں ہو سکتی۔ ناداری کا بندر بھی قابل تسلیم نہیں، کیونکہ مجھے معلوم ہے آپ میں اسم الغضل کے پاس بہت بڑی رقم رکھتے ہیں۔

حضرت عباس کا خون کر خوف تپ ہوا، اور کہنے لگے، خدا کی قسم ایک دلی رقم میرے اور اسم الغضل کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ بے شک آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر انہوں نے اپنا اور

رکھا گیا۔ اور یحییٰ بن خزد کے پانچ لڑکے تولد ہوئے مگر ان کی نسل آگے نہ چل سکی۔ ان کے نام یہ تھے: عمار، فضل، زبیر، عقیل اور محمد۔ تمام بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔ اس طرح سیدہ خنزہ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسل شروع ہی میں منقطع ہو گیا۔

آپ کی بیٹی اماس نے رقیہ کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ روانہ ہوئے لگے تو آپ کو بھائی کہہ کر مخاطب کیا۔ حضرت خزہ کے رشتہ داروں میں حضرت زید بن حارثہ و حضرت جعفر طبری اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کی پرورش کے متعلق بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے اپنے دلائل پیش کیے۔ لیکن آپ ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ دیا، کیونکہ ان کی بیوی اماس و بہت عیس امامہ کی حقیقی خالہ تھیں۔

بعد ازاں امامہ کا نکاح امام المؤمنین سلمہ رضی اللہ عنہما کے فرزند سلمہ کے ساتھ ہوا تھا۔ (۱۹)

ابولہب بن عبدالمطلب

ابولہب کا نام عبدالمعزی اور کنیت ابوہبہ تھی۔ اس کے حسین و جمیل ہونے کی وجہ سے باپ نے اسے ابولہب کہا اور پھر امی کا نام سے مشہور ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدترین دشمن تھا۔ عارضہ طاعون میں ہلاک ہوا۔

اس کے تین بیٹے تھے، عبدہ، یحییٰ و منتخب۔ اور ایک بیٹی ڈیرہ تھی۔

ہبہ اور محب رقیہ کے کن کن افراد ہو گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو انہیں لانے کے لیے بھیجا۔ وہ دونوں حاضر خدمت ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ غزوہ جند اوطاف میں شرکت کی اور مکہ مکرمہ میں قیام پزیر رہے۔ (۲۰)

ڈیرہ بھی اوطاف میں سے منور ہوئیں اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلی گئیں۔ حارث بن نوفل بن حارث سے عقد ہوا۔ ہبہ اور ولید دو بیٹے پیدا ہوئے۔ (۲۱)

سیدنا عباس بن عبدالمطلب

عباس نام، ابو الفضل کنیت، دو والد کا نام عبدالمطلب اور والدہ کا نام بیلہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال پہلے پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کے حقیقی چچا تھے۔ (۲۲)

ترجمہ: اے عباس! ان کی زکوٰۃ اور اس کا دو گنا میرے ذمہ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! کیا تم نہیں جانتے کہ کچا پاپ کے برابر ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میرے روزِ حج کے وقت میرے پاس آنا تاکہ میں تمہارے لیے دعا کروں۔ جو تمہیں اور تمہاری اولاد کو نفع دے۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنی اولاد کے ساتھ حج کے دن صبح کے وقت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر اپنی چادر ڈال دی اور یوں دعا فرمائی:

اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِّلْعَبَّاسِ وَوَلَدِهِ مَغْفِرَةً ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً. لَا تُلْهِمُوهُ ذَنْبًا.
اللّٰهُمَّ احْفَظْهُ فِي وَلَدِهِ هَذَا. (۳۳)

ترجمہ: اے اللہ! عباس کو اور اس کی اولاد کو بخش دے۔ ظاہر اور باطن دونوں حالتوں میں ان کو پاک کر دے اور ان کے گنہگار اعمال میں کوئی ممانعت نہ رہے اور ان کی اولاد کی حفاظت فرما۔

اولاد

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی متعدد بیویاں تھیں، جن سے کئی بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں:

فضل، عبید اللہ، عبید اللہ، حکم، عبید الرحمن، عبید اللہ، الخارث، کثیر، جوں۔ (۳۵)

تمام حقینہ، امیر، ام حبیبہ۔ (۳۶)

اخلاق

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نہایت فیاض، مہمان نواز اور دھول تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”یہ عباس مہم رسول ہیں۔ یہ قریش میں سب سے زیادہ کشتادہ و ستم ہیں اور اپنے دشمن داروں کا بہت خیال رکھنے والے ہیں۔“ (۳۷)

وفات

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اٹھاسی (۸۸) برس کی عمر پر ۳۳ھ میں رجب یا رمضان المبارک بروز جمعہ المبارک دیکھ کر سن عالم جاوایا ہوئے۔ غلیظ ثالث سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے قبر میں اتار کر سپرد خاک کیا، اور جنت البقیع میں آسودۂ خاک ہیں۔ (۳۸)

فضل بن عباس رضی اللہ عنہ

نام فضل، کنیت ابو محمد، مہر کا پ رسول لقب، سلسلہ نسب فضل بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم، والدہ کا نام ”کلیاہ“ تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ ان ہی کے نام سے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی ”ابو الفضل“ کنیت تھی۔ یہ سب سے بڑے بیٹے تھے۔ (۳۹)

غزوہ بدر سے پہلے شرف بہ اسلام ہوئے، لیکن مشرکین کے خوف کی وجہ سے اعلان نہیں کیا۔ فتح مکہ سے کچھ دن پہلے اپنے والد بزرگوار حضرت عباس کے ساتھ ہجرت کی۔ غزوہ فتح مکہ میں شہریت کی، بعد ازاں حنین کے معرکہ میں بھی شامل ہوئے اور غیر معمولی جاس فروشی دکھائی۔

چند انواع میں سرور و دوام علیہ وسلم کے ساتھ اس شان سے لکھ کر آپ ﷺ کی ساری پردوں پر فروز تھے۔ اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ”مہر کا پ رسول“ کا لقب عطا فرمایا تھا۔ (۴۰)

فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کی سعادت بھی حاصل ہے۔ جو حضرات غسل دینے میں شریک تھے، ان میں فضل بھی شامل تھے۔ یہ پانی ڈال رہے تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نہلاتے تھے۔ (۴۱)

عارفۃ طاعون میں وفات ہوئی۔ ان سے ۱۲۳ھ حادثہ مروی ہیں۔

عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

نام عبید اللہ، کنیت ابو محمد، والدہ کا نام عباس بن عبد المطلب اور والدہ کا نام ام الفضل لہا یہ تھا۔ فیاض اور سخاوت کی وجہ سے ”احبود الناس“ مشہور تھے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں یمن کا حاکم بنایا تھا۔ امیر المومنین کے فرائض بھی اٹھایا دیے۔

اپنے والد کا بھی قدر و ار بھائیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ کی ہجرت کی تھی۔ ان کے بھائی عبداللہ کو اللہ تعالیٰ نے علم میں وسعت عطا فرمائی اور انہیں (عبید اللہ کو) لوگوں کو کھانا کھلانے میں

ترجمہ: اے اللہ! اس کو ذہب کا قلعہ بنا اور تامل کا طریقہ سکھا۔
ایک روایت میں ہے:

نعم توجمان القرآن انت۔ (۳۹)

ترجمہ: آپ کتنے اچھے ترجمانِ قرآن ہیں۔

ایک روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اللّٰهُمَّ علّمہ الحکمۃ۔ (۴۰)

اے اللہ! اسے دانائی اور حکمت سکھا۔

اللّٰهُمَّ بارک فیہ، وانشو منہ، واجعلہ من عبادک الصالحین۔ (۴۱)

ترجمہ: اے اللہ! اسے برکت عطا فرما۔ اسے دین کی نشرو اشاعت کا ذریعہ بنا اور اسے
اپنے نیک صالح بندوں میں سے کر دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی:

اللّٰهُمَّ زدہ علماً وفضلاً۔ (۴۲)

ترجمہ: اے اللہ! اسے علم اور فضیلت میں زیادہ کر دے۔

ایک روایت میں ہے:

اللّٰهُمَّ اخص جوفہ حکماً وعلماً۔ (۴۳)

وقاات

۶۸ھ میں پانچ حیاتِ کبریا ہو گیا۔ چند روزہ علالت کے بعد طائرہ روحِ قدسِ عسری سے
پرداز کر گیا۔ محمد بن حنفیہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور سپردِ خاک کر کے کہا:

”فدا کی قسم! آج دنیا سے جبرائیل اٹھ گیا۔“

وصال کے وقت عمر ستر سال تھی، اور طائف میں انتقال ہوا اور وہیں تدفین ہوئی۔ (۴۴)

اولاد

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اولاد کا حسبِ ذیل تفصیل:

عباس بنی، فضل، محمد، عبد اللہ، یحییٰ اور اسحاق۔

ابو طالب بن عبدالمطلب

آپ کا نام عبد مناف بن عبدالمطلب بن ہاشم ہے، لیکن ”ابوطالب“ کنیت سے شہرت
رکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے ۳۵ سال پہلے پیدا ہوئے۔
حضرت عبدالمطلب نے اپنے وصال کے وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کی وصیت کی
تھی، (۴۵) اسی بنا پر ابوطالب مددِ احرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہداشت کرتے رہے اور
مشکل مراحل میں ان کا تعاون آپ ﷺ کے ساتھ رہا۔ اور قریش مکہ کے ظالم کے مواقع میں بھی
آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پناہی کرتے رہے اور قوم کی ایذا اور سائی کی صورت میں
آپ مدافعت بھی کرتے۔

ان کی بیوی کا طرہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف سیدہ ثعلیہ القریش کی والدہ مکرمہ اور سرور
دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی تھیں۔ ابو عمرو کا بیان ہے وہ ہاشمی خاندان کی پہلی خاتون ہیں جن
کے بطن سے ایک ہاشمی پیدا ہوا۔ یعنی ہاشمی خاندان کا چنانچہ سیدہ ثعلیہ پہلے ہاشمی خلیفہ تھے۔ (۴۶)

طائرہ بنت اسد اسلام سے شرف ہوئیں اور مدینہ منورہ ہجرت کی۔ جب ان کا وصال ہوا
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا گناہ ان کے کفن میں عطا فرمایا۔ ان کی قبر میں پہلے خود انور جا
کر لیئے، یہ ان کی خدمات اور شفقت کا اعتراف اور ان کی عزت و تکریم کا اظہار تھا۔ (۴۷)

مولانا محمد رفیع مدظلہ لکھتے ہیں:

”بعض لوگ مسئلہ کفالتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حیا ذکر کرتے ہوئے اس بات
پر مصر ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کفیل ابوطالب نہیں تھے بلکہ زبیر بن
عبدالمطلب تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کا ذمہ لے
رکھا تھا۔ مگر یہ مسئلہ تحقیق کے مطابق نہیں اور علماء کرام نے زبیر بن عبدالمطلب
کے کفیل ہونے کی بجائے ابوطالب کی کفالت کو صحیح قرار دیا ہے، اور اسی کو ترجیح
دی ہے۔ اس مسئلہ میں مقاماتِ ذیل ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ انساب الاشراف للعلماؤری، ج ۱، ص ۸۵، تحت بحث کفالت

۲۔ سیرۃ علیہ، ج ۱، ص ۱۳۳-۱۳۵، تحت باب وقاات عبدالمطلب

۳۔ تاریخ الخلفاء، ج ۱، ص ۲۵۴، تحت کثرت الی طالب رسول اللہ
علیہ وسلم، (۳۸)

امام ابن ہشام (م ۲۱۸ھ) نے سیرت النبی ص ۲۱۶ تحت کثرت الی طالب رسول اللہ:
امام محمد بن سعد بن منیع اثر ہری (م ۳۴۰ھ) نے طبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۵۶، تحت وفاة
عبدالمطلب، امام ابن کثیر الدمشقی (م ۷۷۵ھ) نے البدایہ والنہایہ، ج ۲، ص ۱۲۸، علامہ ابن حجر
عسقلانی (م ۸۵۴ھ) نے الاصابہ، ص ۴۲، ص ۱۱۵ بھی ابو طالب ہی کی کثرت کا ذکر کیا ہے۔
ابو طالب کے ایمان کے متعلق جمہور علمائے مفسرین و محدثین، فقہاء اہل بیرو اور اہل تاریخ
یہی کہتے ہیں کہ وہ مطلب عبدالمطلب پر فوت ہوئے اور ایمان نہیں لائے۔ قرآن مجید کی یہ آیت
ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی:

لَکَ لَا نُفِیْهِ مِنْ أَهْلِ بَنِي إِسْرَءِیْلَ وَلَکِنْ اللَّهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ ج وَهُوَ أَعْلَمُ
بِالْمُفْتَذِیْنِ، (سورۃ القصص: ۵۴)

ترجمہ: آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے اور میں اللہ جسے چاہے ہدایت دے۔ اور
وہی خوب جانتا ہے جو ہدایت حاصل کریں گے۔

(۱) امام بیہقی التاج محمد حسین بن مسعود انوار البیوخی رحمہ اللہ (م ۵۱۶ھ) اس آیت
کے متعلق لکھتے ہیں:

نزلت فی ابی طالب، (۳۹)

(۲) امام جواد رحمہ اللہ بن محمد الرضوی (م ۵۲۸ھ) بھی لکھتے ہیں کہ یہ آیت ابو طالب
کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (۵۰)

(۳) امام ابوالفتح عبدالرحمن بن علی ابن الجوزی رحمہ اللہ (م ۸۹۷ھ) لکھتے ہیں:
قال الزَّجَّاجُ: اجمع المفسرون انہا نزلت فی ابی طالب، (۵۱)

(۴) امام فخر الدین محمد بن عمر بن الحسن بن الحسن ابن علی الرازی (م ۶۰۳ھ) لکھتے

ہیں:

قال الزجاج: اجمع المسلمون علی انہا نزلت فی ابی طالب، (۵۲)

(۵) امام ابوالفتح محمد بن احمد القرطبی (م ۶۷۲ھ) رقم طراز ہیں:

قلت: والصواب ان یقال اجمع جل المفسرین علی انہا نزلت فی
شان ابی طالب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وهو نص فی
حدیث البخاری ومسلم، (۵۳)

(۶) امام الکبیر عبداللہ بن احمد بن محمد الرازی (م ۵۷۱ھ) نے بھی لکھا ہے کہ یہ آیت
ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ (۵۴)

(۷) امام محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان الفہر بانی حیان (م ۵۵۴ھ) نے
بھی اس آیت کو ابو طالب کے متعلق قرار دیا ہے۔ (۵۵)

علامہ الدین ابن کثیر (م ۷۴۳ھ) رقم طراز ہیں:

وقد ثبت فی الصحیحین انہا نزلت فی ابی طالب عم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم، وقد کان یوحیہ ویبصرہ، ویقوم فی صفہ،
ویحبه حباً شديداً طبعياً لا شرعياً، فلما حضرته الوفاة وحان اجله،
دعاه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الايمان والدخول فی
الاسلام، فسبق القدر لیه، واحتفظ من ابدہ فاستمر علی ماکان
علیه من الکفر، ولله الحکمة النامدة، (۵۶)

ترجمہ: صحیحین میں ہے کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے
بارے میں اتری ہے، جو آپ ﷺ کا بہت طرفدار تھا۔ اور ہر موقع پر آپ ﷺ کی مدد کرتا تھا۔ اور
آپ ﷺ کا ساتھ دیتا تھا اور دل سے محبت کرتا تھا۔ لیکن یہ محبت بیچہرشتہ داری کے طبعی حق، شرعاً نہ
تھی۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو حضور ﷺ نے اسے اسلام میں آنے کی دعوت دی اور
ایمان لانے کی رغبت دلائی۔ لیکن اللہ کے حکم اور خدا کا پابغاب آیا، یہ ہاتھوں میں سے پھسل گیا
اور آپ نے کفر پر ڈار لیا۔ (ترجمہ انگریزی ابن کثیر اردو، ج ۳، ص ۳۵، سورۃ القصص)

(۹) امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

”مسلم، ترمذی، ابن ابی حاتم، ابن مردودہ، بیہقی، ابن ابی شیبہ، امام احمد، بخاری،
نسائی وغیرہ نے اس آیت کا شان نزول ابو طالب کے حق میں بیان کیا
ہے۔“ (۵۷)

(۱۰) علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم الکازن نے بھی تفسیر خازن، ج ۳، ص ۴۳۶ میں آیت کو ابو طالب کے متعلق بیان کیا ہے۔
تقریباً تمام مفسرین اسی تفسیر پر متفق ہیں، کسی نے اس سے اعراض نہیں کیا۔ البتہ سورۃ توبہ کی آیت ۱۳ کے متعلق تمام مفسرین نے "ابو طالب" بھی مراد لی ہے، اور ان کی دیگر روایات بھی ذکر کی ہیں۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَئِیْ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بُشِّرْتُمْ بِهِ لَئِمْ أَهْلُ الْخِطَابِ

امام ابی جعفر محمد بن جریر الطبری (م ۲۵۰ھ) نے متعدد روایات نقل کی ہیں، جن میں سے بعض روایات میں ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ (۵۸)

ابو طالب کی وفات کا جب وقت قریب آ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے۔ اس وقت وہاں ابوجہل بن ہشام اور عبداللہ بن ابی امیہ بن النضر بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: چلو ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ دیجیے، تاکہ میں اللہ کی بارگاہ میں اس کی کس کی وجہ سے آپ کے حق میں گواہی دے سکوں۔

اس پر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کہنے لگے، ابو طالب! کیا عبدالطلب کے دین سے پھر جاوے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر ان کے سامنے وہن اسلام پیش کرتے رہے۔ ابوجہل اور ابن ابی امیہ بھی اپنی بات دہراتے رہے۔ ابو طالب کی آخری بات یہ تھی کہ وہ عبدالطلب کے دین پر ہیں۔ انہوں نے لا الہ الا اللہ کہتے سے انکار کر دیا۔

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں آپ کے لیے طلب مغفرت کرتا رہوں گا، تاکہ مجھے سزا نہ دیا جائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَئِیْ قُرْبَىٰ (سورۃ التوبہ: ۱۳) (۵۹)

اولاد

ابو طالب کے چار فرزند تھے: طالب، عقیل، جعفر اور علی المرتضیٰ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے چھوٹے تھے۔

موزنین نے اس مقام پر ایک جگہ علی المجہد ذکر کیا ہے کہ ان چاروں بھائیوں کی ولادت کے درمیان دس دس برس کا وقفہ ہے، چنانچہ چاروں بھائی ایک دوسرے سے دس دس برس بعد پیدا ہوئے۔ (۶۰)

ابو طالب کی دو بیٹیاں تھیں: ام ابی اور حاتمہ۔

ابو طالب کی یہ ساری اولاد قاطرہ بنت اسد سے پیدا ہوئی تھی۔ (۶۱)

طالب

طالب بن ابی طالب اپنے برادران میں سب سے بڑے تھے۔ وہ غزوہ بدر میں کفار کی طرف سے شامل تھے، ان کی موت تحریر ہوئی۔ (۶۲)

عقیل

عقیل بن ابو طالب باقی تین بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ ان کی کنیت ابو یزید تھی۔ عقیل غزوہ بدر میں شریکین نہ کی طرف سے شامل ہوئے تھے۔ یہ بھی بدر کے قیدیوں میں شامل تھے۔ حضرت عباس نے ان کا زور دیا کہ اگر کے غلامی کرانی تھی۔ (۶۳)

صلح حدیبیہ کے بعد مشرف یہ اسلام ہوئے اور غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ (۶۴)
عقیل رضی اللہ عنہ انس اب قریش اور احوال قریش کے بہت زیادہ ماہر تھے۔ مکالمات میں بڑے حاضر جواب تھے۔ لوگ ان سے مسائل میں درجوع کرتے تھے۔ (۶۵)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بعض دفعہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان کی کنی و نام قیام پتہ پر رہتے۔ سیدنا معاویہ بھی ان کی بڑی قدروانی فرماتے اور عزت افزائی کرتے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو پچاس ہزار درہم عطا فرمائے تھے تاکہ یہ اپنی ضروریات پوری کر سکیں۔ (۶۶)

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے آخر میں، یا یزید کے ابتدائی زمانہ میں وفات پائی۔ (۶۷)

نجا کر اس نئے مذہب سے آگاہی چاہی، جس کی خاطر انہوں نے اپنا خاندانی مذہب چھوڑ دیا ہے۔

شاہی دربار میں حضرت جعفر کا خطاب

مسلمانوں نے شاہنشاہی سے گفتگو کے لیے اپنا نامزد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا۔ انہوں نے اس طرح خطاب فرمایا:

”بادشاہ سلامت! ہماری قوم نہایت جاہل تھی۔ ہم جن کے پجاری تھے۔ مردار کھاتے، بدکاریاں کرتے، درشت داروں اور بدویوں کو ستاتے تھے، اور طاقتور کمزور کو کھاجاتا تھا۔ فرض ہم اسی بد خلقی میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے اپنا ایک رسول بھیجا۔ ہم اس کی شرافت، راست بازی، دیانتداری اور پاکبازی سے اچھی طرح آگاہ تھے۔

اس نے ہمیں شرک، بت پرستی سے روک کر توحید کی دعوت دی۔ راست بازی، امانت داری، ہمسائیوں اور رشتہ داروں سے محبت کا سبق سکھایا۔ اس کی نورانی تعلیمات کی ہدایات ہیں کہ ہم جھوٹ، لوٹیں، مایوسی، خورزی نہ کریں، بدکاری اور فریب سے باز آئیں، جتنی کا مال نہ کھائیں، شریف غورقوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں، بہت پرستی چھوڑ کر ایک خدا کے عبادت گزار بن جائیں۔“

قریشی وفد نے بادشاہ کو گروا کر کے ایک اور ناکام کوشش بھی کی۔ چونکہ بادشاہ عیسائی مذہب رکھتا تھا، اس لیے کہا کہ یہ لوگ عیسائی مذہب اسلام کے حقائق اچھی رائے نہیں رکھتے۔ بادشاہ نے مسلمانوں سے اس کی وضاحت چاہی تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۃ مریم کی آیات کی تلاوت کی۔ ایسے بڑے لوگوں میں قرآنی کتبھی شیخ حدیث ہوا۔ اس طرح قریش کی سفارت ناکام و نامراد واپس ہوئی۔ (۶۸)

جسٹس سے مدینہ

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ ہجرت کے چھ سال بعد مدینہ منورہ میں حبشہ سے مدینہ منورہ آئے۔ ان ہی دنوں خیر بن نفیہ کا تھا اور مسلمان اس کی خوشیاں منا رہے تھے اور مسلمانوں کو اپنے ان دور کا وہ بدنامیوں کی دانیسی کی ہر دور خوشی حاصل ہوئی۔ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سر دروہا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے

جعفر رضی اللہ عنہ

جعفر نام، والد ابو طالب یعنی عبد مناف، کنیت ابو عبد اللہ، اور القاب ”الطیار“، ”ذوالینا صین“ اور ”ابوالمساکین“، والدہ کرمہ قاطر بنت اسد تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور سیدہ زینب علیہا السلام رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی اور عمر میں ان سے دس سال بڑے تھے۔

اسلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز حضرت علیؑ کے ساتھ مشغول عبادت تھے، خاندان باشم کے سردار ابو طالب نے اپنے دو عزیزوں کو بارگاہِ مصدقہ میں سرنبو دو دیکھا تو دل پر خاص اثر ہوا۔ اپنے صاحبزادے حضرت جعفرؑ کی طرف دیکھ کر کہا، جعفر! تم بھی اپنے چچا زاد کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ۔ حضرت جعفرؑ نے پائیں طرف کھڑے ہو کر قرائتِ الہی۔ ان کو خدا نے لایزال کی عبادت و پرستش میں یکسر مہرہ آیا کہ وہ بہت جلد ہمیشہ کے لیے اس کے پرستاروں میں داخل ہو گئے۔ جبکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر میں پناہ گزین بھی نہیں ہوئے تھے، اس وقت تک صرف انہیں تیس آدمی اس سعادت سے مشرف ہوئے۔

ہجرت حبشہ

مشرکین کی قسم آرائیوں سے تنگ آ کر جب مسلمانوں کی جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ملک حبشہ کی راہ لی تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ لیکن قریش نے وہاں بھی دشمنی نہ لینے دیا۔ شاہنشاہ حبشہ کے دربار میں مکہ سے کس قدر تھکا تک کے ساتھ ایک وفد آیا اور اس نے شاہ کے درباری بادریوں کو تائید پر آمادہ کر کے نجاشی سے درخواست کی کہ ”ہماری قوم کے چند بچھو لو جو ان اپنے باپ دادا کے مذہب سے برگشتہ ہو کر حضور کے گھر سے حکومت میں آگئے ہیں، انہوں نے ایسا فرمایا کہ مذہب اپنا دیکھا ہے جسے پہلے کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ ہمیں ان نو جوانوں کے بزرگوں اور رشتہ داروں نے بھیجا ہے کہ حضور ﷺ ان کو ہمارے ساتھ مکہ واپس کر دیں۔“

دو بادریوں نے بھی بلندہ ہنگی کے ساتھ اس مطالبہ کی تائید کی۔ لیکن بادشاہ نے مسلمانوں کو

انہیں گئے کیا اور پیشانی چومی۔ پھر فرمایا:

(۶۹)

ما ادری باینہما انا ارحم، بقلوب جعفر او بفتح خبیر۔

ترجمہ: میں نہیں جانتا کہ مجھے جعفر کے آگے سے زیادہ خوش ہوئی یا جعفر فتح ہونے کی۔

۸۔ جس موت پر فوج کٹھی ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہ کو عطا فرمایا۔ اور فرمایا، اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر، اور جعفر بھی جام شہادت نوش کر لیں تو عبداللہ بن رواحہ میر فوج ہوں گے۔ (۷۰)

شہادت

موت پہنچ کر معرکہ کارزار گرم ہوا۔ تین ہزار عازمان اسلام کے مقابلہ میں قہیم کا ایک لاکھ لڑائی دل انگیز تھا۔ امیر فوج حضرت زید رضی اللہ عنہ نے طلعت شہادت زہب تن قرمانی تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو زے سے کود پڑے۔ علم کو سنبھال کر قہیم کی صفیں چرتے ہوئے آگے بڑھے۔ دشمنوں کا ہر طرف ترغہ تھا۔ قحط و تیر و دھان کی بارش ہو رہی تھی۔ یہاں تک کہ تمام بدن دشمنوں سے چھٹتی ہو گیا۔ دونوں ہاتھ بھی یکے بعد دیگرہ اودھا میں شہید ہو کر جسم سے جدا ہو چکے تھے، مگر اس چابکداز نے اس حالت میں بھی تو حیرے کے جھنڈے کو سرخوں نہ ہونے دیا۔ بالآخر جب شہید ہو کر گر گئے تو عبداللہ بن رواحہ نے اور ان کے بعد خالد بن ولید نے علم ہاتھ میں لیا۔ (۷۱)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، میں نے شہداء میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا، دیکھا تو صرف سامنے کی طرف پچاس زخم تھے، تمام زخموں کا شمار تو بے سے بھی حجاز تھا۔ لیکن ان میں سے کوئی ایک زخم پشت پر نہ تھا۔ (۷۲)

رسول اللہ ﷺ کا وزن و طالع

شہداء وغزوہ موت کی خبر مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے ہی اللہ جل مجدہ نے اپنے نبی کو اطلاع فرما دی۔ آپ ﷺ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے اور روئے انور پر حزن و طالع کے آثار نمایاں تھے۔ (۷۳)

آپ ﷺ کو ایک عرصہ تک شدید فہم رہا۔ بالآخر روح الامین علیہ السلام نے یہ بشارت سنائی:

”اللہ تعالیٰ نے جعفر کو دو سکے ہونے بازوؤں کے بدلے دو سکے بازو عطا فرمائے

ہیں، جن سے وہ علامت نبوت کے ساتھ مصروف ہوا رہتے ہیں۔“

ان لجعفر من ابی طالب حسنا حین یغیر یمما فی الجنة مع العلاحکة۔ (۷۴)

اولاد

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے تین صاحبزادے تھے: عبداللہ، احمد اور عون۔ تیوں کی والدہ حضرت اسماء بنت حمیس بن معدیجہ۔ اور تیوں کی ولادت ہجرت حبشہ یعنی قیام حبشہ کے دوران ہوئی۔ (۷۵)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

علی نام، ابوالمحسن اور ابو تراب کنیت، اور حیدر (شیر) القب تھا۔

قال انا الذی سمعتنی امی حیدر۔ (۷۶)

باپ کا نام ابو طالب اور والدہ محترمہ کا نام قاطرہ بنت اسد تھا۔

خاندان باشم کو عرب اور قبیلہ قریش میں جو وقعت اور عظمت حاصل تھی، وہ حجاز بیان نہیں۔ خانہ کعبہ کی حرمت اور اس کا اجماع باشم کا مخصوص غفرائے امتیاز تھا۔ اور اس شرف کے باعث ان کو تمام عرب میں مذہبی سیادت حاصل تھی۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹھ سے دس برس پہلے پیدا ہوئے تھے۔ ابو طالب نہایت کثیر الخیال تھے اور سناٹائی غمی سے سخت پریشان تھے۔

اسلام

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ابھی دس برس کے تھے کہ ان کے شفیق مربی کو دربار خداوندی سے طلعت نبوت عطا ہوئی۔ چونکہ حضرت علیؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہتے تھے، اس لیے ان کو اسلام کے مذہبی مناظر سب سے پہلے نظر آئے۔

ایک روز سرد و سرد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہما کو مصروف عبادت دیکھا۔ روح پرورد مقرر نے اپنا اثر دکھایا۔ غلغلاہ استجاب کے ساتھ علیؑ نے پوچھا، آپ دونوں کیا کر رہے ہیں؟ سرد و رکنا کا عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے منصب گرامی کی خبر دی

اور کفر و شرک کی مذمت کر کے توحید کی دعوت دی۔

حضرت علیؑ کے کان اُنکی باتوں سے نا آشنا تھے۔ تنجیر ہو کر عرض کیا، اپنے والد ابو طالب سے اس کے متعلق دریافت کروں؟ چونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی اعلان عام منظور نہ تھا اس لیے فرمایا، اگر تمہیں تاثر ملے تو خود غور و فکر کرو، لیکن کسی سے اس کا تذکرہ نہ کرنا۔

چونکہ رجب عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش سے فطرت سنور چکی تھی، تو فطرت الہی شامل ہوئی، اس لیے زاید اور غور و فکر کی ضرورت پیش نہ آئی اور دوسرے ہی دن بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ (۷۷)

اس معاملہ میں مختلف احادیث پائی جاتی ہیں کہ امام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے کون ایمان لایا؟ بعض روایات کے مطابق سیدہ فاطمہ زہراؑ اور حضرت زینبؑ بعض روایات میں سیدہ علیؑ رضی اللہ عنہ کی اولیت ظاہر ہوتی ہے اور بعض کے مطابق حضرت زینبؑ کا رضی اللہ عنہا ایمان سب پر مقدم ہے۔

ان مختلف روایات میں سب سے عمدہ و قطعی امام ابوسفیہ رحمہ اللہ سے منقول ہے، جسے علامہ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا ہے:

”آزاد مردوں میں سب سے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ خواتین میں سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں۔ اور عواموں میں سب سے پہلے زینبؑ مسلمان ہوئے۔ اور جو خیر جوانوں میں حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ ایمان قبول کرنے میں مقدم ہیں۔“ (۷۸)

کی زندگی

اسلام قبول کرنے کے بعد سیدہ علیؑ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے حیر و سال مکہ معظمہ میں بسر ہوئے۔ چونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش تربیت ہی میں تھے، اس لیے آپؐ کی تعلیم و ارشاد کی مجالس، مقدسہ و قہر کی محافل، نکاح و شریکین سے مباحث اور معبود مقلدی کی پرستش و عبادت کے مواقع میں، غرض ہر قسم کی سمجھوتوں میں شریک رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب نبوت عطا ہونے کے بعد تین برس تک اعلان دعوت اسلام کی صدا بلند نہیں فرمائی، بلکہ پائیدہ و طریقہ پر خاص خاص لوگوں کو اس کی ترویج دیتے

رہے۔ چوتھے سال اعلان عام کا حکم ہوا۔ آپؐ کو سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں میں تبلیغ کا حکم ہوا:

وَالَّذِينَ غَلِبَتْهُمْ نَفْسُهُمْ فَأَلْفَيْتُمْ:

ترجمہ: اپنے قریبی عزیز و اقارب کو ابھی سے ڈراؤ۔

حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت چھ پندرہ برس کی تھی، لیکن وہ بھی اس مجمع اقرباء میں شریک تھے۔

ہجرت

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بعثت کے بعد تقریباً تیرہ برس تک مکہ کی گھاٹیوں میں اسلام کی صدا بلند کرتے رہے۔ لیکن مشرکین کا بغض و عناد برابر جاری رہا۔ آپؐ کے قہاریوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے گئے۔ رجب کا کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جہاں ثاروں کو اسیر و غنیمت سمجھا کر انہیں عید چلے جانے کی اجازت مرحمت فرمائی، جس کے نتیجہ میں چند نفوس تہذیب کے علاوہ مکہ مسلمانوں سے خالی ہو گیا۔

اس ہجرت سے مشرکین کا بغض و غضب بہت بڑھ گیا۔ انہوں نے رجب کا کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جان لینے کا حتمی فیصلہ کر کے کائنات نبوت کا حاصر کر لیا۔ لیکن شیت ایزوی تو یہی کہ ایک دفعہ تمام عالم حقیت کے نور سے نہ نور اور توحید کی روشنی سے شرک کی غفلت کا فوری ہو جائے۔ اس لیے وہی الہی نے آپؐ کو مشرکین کے ناپاک عزائم کی اطلاع کر دی اور ہجرت عید کا سیکڑہ کا پرہیز بھی جاری کر دیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارگاہ اور جہاں ثار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا اور ہجرت کو روانہ ہو گئے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ مشرکین کو شبہ نہ ہو، حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کو اپنے غرض اطہار پر اجازت کا حکم دیا۔

اگرچہ اس وقت سیدہ علیؑ رضی اللہ عنہ کی عمر ابھی تیس سال کی تھی، اس عنوان شباب میں اپنی زندگی کو قربانی کے لیے پیش کرنا نہایت و جاں نثاری کا عظیم کاثر ہے۔ عادت ہر مشرکین کا حاصر قائم رہا، اور اس خطرہ کی حالت میں یہ جو جوان نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ محراب رہا۔

صبح ہوتے ہی مشرکین اپنے ناپاک ارادہ کی تکمیل کے لیے گھر میں داخل ہوئے تو یہ دیکھ کر وہ سخت حیرت زدہ ہو گئے کہ شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تیار ہو۔ ان کے بستر پر ایک چال ڈال اپنے آقا پر قربان ہونے کے لیے سر بکھ سورا ہے۔ مشرکین اپنی اس ناکامی پر سخت برہم ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر اصل مقصد کی تلاش کی جو جن میں روانہ ہو گئے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دو تین دن کہ میں منہم رہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیادیت کے مطابق جن لوگوں سے لیکن دین تھا، ان کے معاملات سے فارغ ہو کر وطن عزیز کو خیر باد کہہ کر عازم مدینہ ہوئے۔ اس زمانے میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں حضرت کلثوم بن ہدم کے مہمان تھے، اس لیے حضرت علی علیہ السلام ان ہی کے پاس فرکش ہوئے۔ (۸۹)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں باہم بھائی چارہ کر لیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی قرار دیا۔ (۹۰)

غزوات

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تقریباً تمام غزوات میں بھر پور حصہ لیا، اور ہر ایک غزوہ میں شجاعت و بہادری کے جوہر خوب دکھائے۔ غزوہ بدر میں مہاجرین کا ہم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور انصار کے علمبردار سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ (۹۱)

غزوہ احد میں لشکر کی ترتیب بھی تھی، اس کے سینے کے امیر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور پیچھے کے امیر سیدنا زبیر بن عوف رضی اللہ عنہ، جبکہ قلاب لشکر کے امیر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اس غزوہ میں مہاجرین کا ہرچہ سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ جب مشرکین دستہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب بڑھنے لگے تو حضرت مصعبؓ مدد مانگے۔ جب انہوں نے عام شہادت نوش فرمایا تو حیدرِ کرار نے بڑھ کر ہرچہ مستیالا اور بے جگری کے ساتھ داد و شجاعت دی۔ (۹۲)

۱۱ھ میں کفار اپنی پوری تیاری اور طاقت کے ساتھ مدینہ پر توجہ آور ہوئے۔ مسلمانوں نے مدینہ سے باہر جھڑپیں نہ ہیر کے طور پر خندقِ کھودی تھی۔ قبیلہ بنی عامر کا عمرو بن عبدود و دشمن شجاع تھا، بہادری کے غرور میں اس نے مسلمانوں کو دوستانہ سازش دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذن سے مقابلہ کے لیے میدانِ کارزار میں نکلے، دونوں میں سخت قتال ہوا۔ حمزوی دے

تک شہانہ مقابلہ کے بعد ذوالفقارِ حیدری نے اسے واصل جہنم کر دیا۔ آخر مسلمانوں کی پامردی اور استقلال کے آگے کفار کے پاؤں اکھڑ گئے اور فتحِ مجاہدین کا مقدر بن گئی۔ (۹۳)

بنو قریظہ نے مسلمانوں سے سعادہ کے باوجود ان کے مقابلہ میں قریش کا ساتھ دیا اور قتال قبا میں عرب کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔ اس لیے غزوہ خندق سے قرأت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس مہم میں بھی ہرچہ اسلام سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ (۹۴)

۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ بنو سعد یہودی قبیلہ کی امداد کے لیے جمع ہو رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک سو مجاہدین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں ان کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمائے۔ شہبان میں مجاہدین نے مل کر کہہ کے بنو سعد کو منتشر کر دیا، اور پانچ اونٹ اور دو ہزار بکریاں مالِ لیلیت میں لائے۔ (۹۵)

صلح حدیبیہ

۶ھ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً چودہ سو صحابہ کرام کے ساتھ عہدہ کے لیے روانہ ہوئے۔ مقام حدیبیہ پہنچتے ہی مشرکین نے نہ عزامت کی اور عہدہ کرنے سے روک دیا۔ سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو کفر کا گھبراہٹ ہو گیا۔ مشرکین نے انہیں روک لیا۔ ادھر یہ خبر مشہور ہوئی کہ وہ عہدہ کر دیے گئے ہیں۔

اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے مسلمانوں سے بیعت لی۔ اس بیعت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ خنجر لٹاؤ اور جھوٹی تھی۔ اس سے مسلمانوں کا جوش کسی قدر کم ہوا اور طرفین نے مصالحت پر رضامندی ظاہر کی۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو صلح نامہ لکھنے کا حکم ہوا۔ انہوں نے حسب دستور:

هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کی عبارت سے عہد نامہ کی ابتداء کی۔ مشرکین نے ”وَسَلَّوْا اللَّهُ“ کے لفظ پر اعتراض کیا کہ یہ میں اگر رسول اللہ ہو تو صلح ہوتا تو پھر مجھ کو ہی قسم ہو جاتا۔

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اس لفظ کو مٹا دو، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فریبِ ایرانی سے گوارا نہ کیا اور عرض کیا: ”خدا کی قسم! اس میں کوئی کمی نہیں سکتا۔“

۱۰ خط بدری صحابی حضرت عاتب بن ابی جحش نے مشرکین کے مکہ عام بھیجا تھا۔

۱۱ رمضان المبارک ۸ھ کو اس ہزارہ قیدیوں کے جلوس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ چار سال محبوب سرزمین پر قاتمان جاہد جلال کے ساتھ داخل ہوئے، جہاں سے آٹھ سال پہلے بڑی کبیرہ کے عالم میں نکالے گئے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے پرچم لے کر فوج کے ساتھ حبش میں داخل ہوں۔ آج مکہ یا کسی خونریزی کے خطر ہو گیا۔ اور وہ وقت آ گیا کہ ظلیل بیت جنم کی یادگار "خان کعبہ" کو نبیوں کی آلائشوں سے پاک کیا جائے۔ حضرت علیؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بتوں کو توڑنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ (۸۸)

صعدہؓ جاکھا

۱۰ھ میں مرتبہ کا نکات صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج ادا فرمایا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی یمن سے آکر اس یادگار حج میں شریک ہوئے۔

حج سے واپسی پر رجب الاول ۱۱ھ کے ابتدائی ایام میں یمن کا نکات صلی اللہ علیہ وسلم تیار ہوئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نہایت تندی اور جانفشانی کے ساتھ حجاز وادری اور خدمت گزاری کا فرض انجام دیا۔ دس روز کی مختصر حالات کے بعد ۱۲ رجب الاول وہ شہدہ کے روز سرور کا نکات صلی اللہ علیہ وسلم نے جاں نثاریوں کو اپنی مفارقت داغ دیا۔ چونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قریب ترین عزیز اور خاندان کے دکن رہیں تھے، اس لیے حسل اور جھیندر عظیم کے تمام مراحل میں برابر شریک رہے۔ (۸۹)

عہد خلفاء خلافت

شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ارتحال کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کیا۔ تقریباً تمام اہل مدینہ نے بیعت کی۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی خلافت صدیق پر رضامند قبول فرما کر بیعت کر لی تھی۔

سوا دہ برس کی خلافت کے بعد امیر المومنین، خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اصل باللہ ہوئے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مندرجہ آراء خلافت ہوئے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بڑی بڑی مہمات میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حضور سے بغیر کام نہیں کرتے

اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے منادیا، اور مشرکین کی تجویز سے "محمد بن عبد اللہ" تحریر کر دیا۔ (۹۰)

غزوہ خیبر

۹ھ میں منورہ کے شمال مشرق میں مشرکوں کے فاصلہ پر خیبر ایک یہودی کالونی تھی، جہاں متعدد مضبوط قلعے تھے، اور یہ جگہ یہودیوں کا جنگی سوچہ جگہ، جزیرہ العرب میں ان کی تمام چھاؤنیوں میں آخری اور مضبوط ترین چھاؤنی تھی۔

۹ھ میں خیبر پر فوج کشی ہوئی۔ مجاہدین کی کل تعداد چودہ سو تھی۔ ایک ایک تلوخ فتح ہوتا رہا، لیکن "اقوس" کا قلعہ مسلمانوں کے لیے ناقابل تسخیر معلوم ہو رہا تھا۔ کئی دن قلعہ کا محاصرہ جاری رہا، لیکن مجاہدین کا مالیاتی سے ہمکنار نہ ہو سکے۔

سرور کا نکات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کل ایک ایسے بہادر کو ظلم دوں گا جو خدا اور رسول کا محبوب ہے، اور خیبر کی فتح اسی کے ہاتھ پر مقدر ہے۔"

صبح ہوئی تو ہر ایک مجاہد متحقی تھا کہ اس فخر شرف کا تاج اس کے سر جاتا لیکن یہ دلچسپ گرام ایہ حیدر کر اڑ کے لیے مقدر ہو چکی تھی۔ بڑے بڑے جاں نثار اپنا نام سننے کے منتظر تھے کہ دفعتاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نام پکارا۔ یہ آواز غیر متوقع تھی، کیونکہ حضرت علیؑ آٹھویں چشم میں جھلا تے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا احباب دکن ان کی آنکھوں میں لگا دیا، جس سے یہ دکھایت کا نور ہو گئی۔ (۹۱)

فتح مکہ

رمضان المبارک ۸ھ میں مکہ مکرمہ پر فوج کشی کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ ابھی مجاہدین روانہ نہیں ہوئے تھے، معلوم ہوا کہ ایک عورت یہاں کے حالات سے مطلع کرنے کے لیے روانہ ہوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ، حضرت زید اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو اس عورت کی گرفتاری پر مامور کیا۔ یہ تینوں نیزہ بردار گھوڑوں پر سوار ہو کر اس کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ روضۃ القاضی کے مقام میں اسے گرفتار کر کے خط طلب کیا۔ پہلے اس عورت نے لامعلیٰ ظاہر کی، ہا آخر عہد دے دیا۔

یہ لوگ اٹھ سے گھر میں منورہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ جھکتیش پر معلوم ہوا کہ

تھے اور حضرت علیؑ کی نہایت دوستانہ اور خلصانہ مشورے دیتے تھے۔

۵۵ھ میں جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المقدس کے تاریخی سفر پر گئے تو کاہن بار خلافت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پروردگار گئے۔ (۹۰)

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اتحاد و یکجہت کا مظاہرہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے، دونوں نے باہم شہرت مصابرت قائم کر کے دنیا کو بتا دیا کہ یک جان دو قاب ہیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک جگر، خاتونِ جنت سیدہ زہراؑ کی نورِ نظر، انورِ رسول، بشکلیں صلی اللہ علیہ وسلم، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا۔

خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال کے وقت خلافت اسلام کے تحفظ اور بقا کے لیے بارہوی کنسلی شوریٰ منتخب فرمائی، جس میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

خلیفہ ثالث امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ جب مسندِ آراء خلافت ہوئے تو جس طرح خلیفہ اول اور خلیفہ ثانی کے ادوار میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فیصلہ اور قضاء کے معاملات میں تعاون کرتے تھے اسی طرح خلافت عثمان میں سیدنا علی ان مسائل کے حل میں شریک و شامل رہے۔

جب امیر المومنین خلیفہ ثالث سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے خلاف فترو فساد شروع ہوا تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے رفع کرنے میں خلصا ذکرِ ارادہ کیا۔ جب مصری مجرایوں نے قصر خلافت کا محاصرہ کر لیا اور آپ ودانہ سے بھی محروم کر دیا تو سیدنا علیؑ نے ان لوگوں کو کہا کہ تمہارا یہ طرہ عمل نہ صرف اسلامی روح کے خلاف ہے بلکہ انسانیت کی تذلیل و حقیر کے مترادف بھی ہے۔ کلمہ بھی مسلمان قیدیوں کو آپ ودانہ سے محروم نہیں کرتے ہیں۔ اس شخص نے تمہارا کیا نقصان کیا ہے جو تم اپنی سختی و ادا رکھتے ہو؟ اس سلاطین سے محاصرہ میں قدرے سزا کی گئی۔ (۹۱)

آخر ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ میں اسلام دشمن عناصر نے خلیفہ ثالث سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی حبسِ حیات بجا دی۔ اس لیے کسی کی موت پر عالمِ امکان نے قائم کیا۔ کا کا تاہی اور

دعاویٰ نے اس خونِ ناحق پر آشوب کیا ہے۔

امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۳۱ ذی الحجہ ۳۵ھ بروز دوشنبہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسندِ نعشینی خلافت ہوئے۔ پُر آشوب اور سخت نامساعد حالات میں خلافت کا فریضہ انجام دیتے ہوئے ۷۱ رمضان ۴۰ھ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۶۳ برس تھی۔

اولاد

موزنین کے بیان کے مطابق خلیفہ رابع سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے چودہ تھے، حسن، حسین، عباس، جعفر، عبداللہ، عثمان، عبید اللہ، ابوبکر، یحییٰ، محمد، امیر، عون، عمر، محمد الاوسط، محمد الاکبر رضی اللہ عنہما۔ اور بیٹیوں کی تعداد سترہ ذکر کی ہے۔ (۹۲)

محمد بن حنفیہ

نام و نسب

محمد نام، ابو القاسم کنیت، امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند، ارجمند اور سیدنا حسن و سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کے سوتیلے بھائی تھے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد کئی شادیاں کیں۔ ان بیویوں میں سے ایک خاتونِ خور المعروف بہ حنیفہ تھیں۔ خور کے بطن سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش ۳۱ھ ۲۲ ذی الحجہ ۳۱ھ میں ہوئی۔ (۹۳)

محمد بن حنفیہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسے مجمعِ العلم باپ کے فرزند تھے، اس لیے علم کی دولت انہیں دوشنبہ میں ملی تھی۔ امام ابن سعد انہیں بہت بڑا صاحبِ علم لکھتے ہیں۔ (۹۴)

علم کے ساتھ قوت و شجاعت میں بھی اپنے والد بزرگوار، مساندِ القاب کے خلف الصدوق تھے۔ اپنے والد بزرگوار کے ہمیشہ دست راست اور پشت پناہ رہے، ہر میدان میں ان کے دوش چاں اور شجاعت دیتے رہے۔

آپ نے متعدد شادیاں کیں اور بہت سی اولاد ہوئی، ابو ہاشم، عبید اللہ، حمزہ، علی، جعفر اکبر۔

یہ ایک ائمہ کے بطن سے تھے۔
حسن و امیر اکرم، قاسم، عبد الرحمن، جعفر، صفر، یونس، عبد اللہ و صفر۔ (۹۵)

ام ہانی رضی اللہ عنہا

قاضی نام، ام ہانی کنیت، ابوطالب رحمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھیں۔ ماں کا نام قاطرہ بنت اسد تھا۔ یہ حضرت علی، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہما کی حقیقی بہن تھیں۔ ۸ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا، مسلمان ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں غسل کیا اور آٹھ رکعت نماز پڑھی تھی۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے اپنے دو عزیز رشتہ دار سرکین کو پناہ دی، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا۔ (۹۶)
ان کا شوہر صخر و فتح مکہ کے دن نجران بھاگ گیا تھا۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے ۳۶ احادیث مروی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل دریافت کرتی رہتی تھیں، جن کی وجہ سے انہوں نے قہر میں ملکہ حاصل کر لیا تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ عرض کیا، اب میں یونہی ہو گئی ہوں، چلے پھرے میں ضعف مطلق ہوتا ہے، کوئی اہل عمل اور شرف مادی میں سے بیٹھے مجھے پڑھتی رہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، سنہ خان اللہ سورجہ، انخفض للہ سورجہ، لا للہ انکسر سورجہ اور لا الہ الا اللہ سورجہ پڑھ لیا کریں۔ (۹۷)

جمانہ بنت ابوطالب

سیدہ ناعلی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ بھی حقیقی بہن سے اور اس کی والدہ بھی حضرت قاطرہ بنت اسد تھیں۔ ان کا نکاح ابوطالب بن حارث بن عبد المطلب سے ہوا تھا اور اولاد بھی ہوئی تھی۔ (۹۸)

جمانہ بنت ابوطالب کے اسلام لانے اور ہجرت کرنے کا ذکر بعض علماء نے کیا ہے، لیکن اکثر علماء نے اس کی تائید نہیں کی۔ (تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو الاصابہ اور اسد الغابہ)

سیدہ عالمہ کے ماموں

سیدہ عالمہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ مکرمہ سیدہ آمنہ قبیلہ زہرہ میں وہب بن عبد مناف کی صاحبزادی تھیں۔ قبیلہ زہرہ قریش کے قدام خاندانوں میں ممتاز تھا۔ (۹۹)

سیدہ آمنہ کے حقیقی بھائیوں کے متعلق تاریخ خاموش ہے، البتہ قبیلہ زہرہ کے قدام لوگ اس بات پر فخر کرتے تھے کہ سیدہ عالمہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خالو ہیں، کیونکہ سیدہ آمنہ ہمارے قبیلہ کی چشم و چراغ ہیں۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ابی وقاص کو فرمایا تھا:

هذا خالي فليربي امرؤ خاله۔ (۱۰۰)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب اپنے بیٹے عبد اللہ کے لیے قبیلہ زہرہ میں وہب بن عبد مناف کی صاحبزادی، جن کا نام آمنہ تھا، قریش کے قدام خاندانوں میں ممتاز تھیں۔ وہب بن عبد مناف کو ان کی شادی کا بیٹا ماریا۔ انہوں نے منظور کر لیا اور عقد ہو گیا۔ (۱۰۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں میں سعد بن ابی وقاص اور زہرہ بن عوام بہت زیادہ شہرت کے مالک ہیں۔

مرو روئے عالمہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جو صاحب ایمان تھے، ان کی اولاد اور پوتے بھی آل بیت میں شامل ہیں، جن کا تذکرہ اختصار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

علی بن عبد اللہ

علی بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب، کنیت ابو محمد، تہاد لقب، والدہ کا نام زہرہ اور تانی کا نام شجرہ تھا۔

ولادت

سیدہ ناعلی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ہب شہادت کو رمضان ۳۰ھ میں بیٹے ہوئے، اس لیے ڈاکٹر کے طور پر آن ہی کے نام پر علی اور ابو الحسن کنیت رکھی گئی۔ لیکن عبد الملک نے اپنے زمانہ میں

تذکرہ اعلیٰ بیت اظہار

کہا کہ میں علی کا نام اور کنیت دونوں ایک ساتھ برداشت نہیں کر سکتا، ان میں سے ایک بدل دو۔
چنانچہ کنیت ابی الحسن چھوڑ کر ابو محمد رکھ لی گئی۔ (۱۰۲)

اپنے زمانہ کے بڑے عابد و متاخر بزرگ تھے۔ کثرت عبادت کی وجہ سے "سجاد القرب" پڑ
گیا تھا۔ دن رات میں ایک ہزار رکعات پڑھتے تھے۔ عبادت کا یہ ذوق و اشتہاک آخر عمر حیات
تک قائم رہا۔ (۱۰۳)

۱۱ھ یا ۱۸ھ میں وصال ہوا۔ ابن سعد لکھتے ہیں انہایت حسین و جمیل تھے۔ دو بڑے زمین
پر ایسا حسین و جمیل قبر نہیں تھا۔ (۱۰۴)

بچے اور بچیاں ۲۹ تھیں۔ علی کی اولاد اس کثرت سے بھلی پھولی، عباسی خلفاء ان ہی کی نسل
سے تھے۔ (۱۰۵)

عباس بن عبد اللہ

عباس بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب۔ والد کا نام زرعہ تھا۔ یہ بڑے بیٹے تھے۔
اولاد میں تین بیٹے ہوئے: عبد اللہ، عون، محمد۔ (۱۰۶)

آل بیت سکنی

﴿ اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَعْلَى الثَّيِّبِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴾

اہل بیت کی حقیقی مصداق "اہل بیت سکّی"

یعنی ازواجِ مطہرات ہی ہیں،

جو دن رات ان گھروں میں قیام پزیر ہیں،

جن گھروں کا تذکرہ وحی خداوندی کی نزعت بنا۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ. مَا يُبَلِّغُنَّ. لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَعْلَى الثَّيِّبِ.

امّ المؤمنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا

پاک دامن خاتون

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا قبیلہ قریش سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ کے والد کا نام "خوہلد بن اسد بن عبدالمعزی" تھا۔ عبدالمعزی، عہد مناف کے بھائی تھے، جبکہ عہد مناف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے تھے۔ عبدالمعزی اور عہد مناف کے والد تقی بن کلاب تھے۔ اس طرح سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب چوتھی پشت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جاتا ہے۔ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے والد خوہلد زمانہ جاہلیت میں عربوں کے سپہ سالاروں میں سے تھے۔ انہوں نے "حرب فجار" نامی لڑائی میں بھی قیادت کی تھی، اور جب "بیج" ہجرا سود کو انکیز کریمین نے لے لیا تھا تو اُس کی بازیابی میں خوہلد نے بڑی جدوجہد اور کوشش کی تھی۔

سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ کا نام "فاطمہ" بنت زائدہ بن الامم بن عامر بن لوی تھا۔ اور ان کی نانی کا نام "ہالہ بنت عہد مناف" تھا۔

سیدہ انشورما

سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے ایسے گھرانے میں پرورش پائی جو اپنی عمدہ حالات، دینداری میں مشہور تھا، اور ان انقباضات اور فضولیات سے دور تھا جو عام قریشی گھرانوں میں سرايت کر چکی تھیں۔

کتب تاریخ حضرت خدیجہ کے بچپن کے حالات سے خاموش ہیں۔ لیکن اسی بات ضرور کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بچپن کا ابتدائی حصہ نعمتوں سے محروم والدہ گھرانے میں گزارا۔ زندگی کی تمام سہولیات انہیں میسر تھیں۔ ان کا نام نہ ان بھوکوں کو کھانا کھلانے اور بچہ و نادر کو گوں کا دہ کرنے کے اعتبار سے مشہور تھا۔

پیغام نکاح بھیجا۔ ہند بن ہالد سے ان کے ہاں دولہ کے (ہند اور عاتق) اور ایک لڑکی (ندبہ) پیدا ہوئی۔

جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا تو عبد اللہ بن قیس کی عمر دس سال سے زائد تھی اور ہند اور دوسرے بچے ابھی دو دھڑکتے ہی میں تھے۔ یہ سارے بچے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، الفت اور پُرانہ بہدردیاں محسوس کرتے تھے اور "والد" کہہ کر پکارتے تھے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے دوسرے خاندانہ ہالہ ناس کی وفات کے بعد اپنے بچوں کی تربیت کی واحد نگران تھیں۔ بچوں کی دیکھ بھال، پرورش اور تعلیم و تربیت انہی کے ذمہ تھی۔ اس عظیم خاتون کے زیر نگرانی بچوں نے اچھی تربیت پائی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خود کو بچوں کے لیے قارع کر دیا تھا اور شادی سے گناہ کبھی اختیار نہ کرتی تھی۔ انہیں کئی قریشی سرداروں نے پیغام نکاح بھیجا لیکن انہوں نے سب کو انکار کر دیا اور کسی سے رضا مندی کا اظہار نہیں کیا اور خود کو بچوں کی تربیت میں مشغول رکھا۔

فصل تجارت

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے قارع اوقات کو اپنے مال کثیر کے ذریعہ تجارت کروانے میں صرف کرتی تھیں۔ وہ اپنے مال تجارت کو ان قافلوں میں روانہ کرتیں جو تجارت کے لیے مکہ سے جایا کرتے تھے۔ اور وہ ان قریشی لوگوں پر نگاہ رکھتی تھیں جو قافلہ کے ساتھ تجارت کے لیے جایا کرتے تھے تاکہ انہیں امانت دار اور کھرا آدمی مقرر کر سکے۔ اس سلسلے میں وہ اکثر اپنے بھتیجے حزام (جو عجم کے نام سے معروف تھے) سے مدد لیا کرتی تھیں۔ وہ انتہائی ذہین آدمی تھے اور اپنی قوم میں ان کا ایک بلند مقام تھا۔ ان کی تجارت بڑی دست بخاشی۔ ان کے قافلے جریرہ عرب کے اندر اور باہر، شام اور ایران وغیرہ میں مالی تجارت کی خرید و فروخت کیا کرتے تھے۔ حزام اپنی چوبیسویں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت کرتے تھے۔ اکثر اُن کے گھر جایا کرتے تھے۔ رائے اور مکہ میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ (یاد رہے کہ عجم وہی شخص ہے جس نے زید بن عاصہ رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بطور بھروسہ پیش کیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا تھا)۔

اللہ رب العزت نے اپنی عنایت خاصہ اور رحمت ہالد کے پیش نظر بچپن ہی سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نگرانی و تربیت فرمائی، کیونکہ وہ ام المومنین کا درجہ حاصل کرنے والی تھیں۔ اور ہر عورت اس قابل نہیں ہوتی کہ وہ ام المومنین بن سکے۔

اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت اور خصوصی توجہ نے پیدائش کے بعد سے نشو و نما تک سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حفاظت فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک خصوصی مقام عطا کرنے کے لیے جن نابہا تمام ازواجِ مطہرات کے سلسلہ میں آپ ﷺ صرف اسی خاتون کو قبول فرماتے تھے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور رہنمائی ہوتی تھی۔ خواہ کوئی عورت دنیوی اعتبار سے کتنی ہی اونچے درجے کی کیوں نہ ہو بغیر حکیم الہی کے قول نہیں فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَعْلَمْنَا لَكَ أَزْوَاجَكِ اللَّائِي اتَّيَتْكَ أَمْهُورُهُنَّ.

(سورۃ الاحزاب: ۵۰)

ترجمہ: اے نبی! ہم نے آپ کے لیے آپ کی بیویاں حلال کر دیں، جن کے آپ میرا دادا کر چکے ہیں۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

لَا يَجْعَلُ لَكَ الْبَسَاءُ مِنْ غِنًى وَلَا أَنْ تَنْتَدِي بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ.

(سورۃ الاحزاب: ۵۲)

ترجمہ: اس کے بعد آپ کے لیے عورتیں حلال نہیں، اور نہ یہ کہ آپ ان سے اور عورتیں جمع کر لیں۔

اولئیں ازواجِ زوجہ

قریش کے اعلیٰ خاندانوں میں یہ دستور تھا کہ وہ جوان ہوتے ہی لڑکی کی شادی کر دیا کرتے تھے۔ جو نبی اس کی عمر دس سال سے زیادہ ہوتی، اس کے لیے رشتے آنا شروع ہو جاتے۔ اعلیٰ خاندانوں میں رشتہ مانگنے کی جرأت وہی شخص کر سکتا تھا جو خود بھی اعلیٰ حسب و نسب کا حامل ہو۔ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی عمر جو نبی دس سال سے زیادہ ہوتی، قیس بن عابد مخزومی سے ان کا نکاح ہو گیا، اور ان کے ہاں عبد اللہ نامی بچہ کی پیدائش ہوئی۔ پھر قیس بن عابد کا انتقال ہو گیا۔ ابھی ان کی بیوی کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ انہیں ابو ہالد ہند بن زرارہ بن القہاش نے

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خواہش تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیوہ اور کریں۔ اور وہ یہ بھی چاہتی تھیں کہ انہیں اس ہی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنا قصبہ وادو یہ اس کی نصرت کے راستے میں اپنی ہر چیز بچھا کر دیں۔ شاید کہ ان کے صاف و شفاف ذہن میں اس کامل انسان کی صورت کا نقشہ ابھر رہا تھا، جس صورت میں خالق تعالیٰ نے بغیر نمونہ کے اسے خلق عطا فرما دیا تھا۔

سیدہ عالمہ سے اولیٰں معاملہ

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سہارک تجارت مالی کثیر اور خیر عظیم کا ذریعہ تھی۔ ان کی سہانہ آواز کی کارورازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ رشدار، عزیز و اقرباء، مسافر اور ان کی سہیلیاں سیدہ کی ضیافت سے نفع حاصل کرتے تھے۔ وہ بنو کول کو کھانا کھلاتی تھیں، ناداروں کو کپڑے پہناتیں، فقیروں کی مدد کرتیں۔ اکثر اوقات ان کی رشدار بیچیاں ان کی خدمت میں حاضر ہوتیں، سیدہ کی ہم نشین اختیار کرتیں اور ان کی خیرات سے وافر حصہ وصول کرتیں، اور کعبہ روایتی اور وہاں سے لوٹنے والے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہتیں اور ان کے آگے پیچھے چلا کرتی تھیں۔ گویا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک بے تاج ملکہ تھیں۔ مشکلات میں ان سے مشورہ لیا جاتا اور انہیں کو ان کی چند دوائے سے حل کیا جاتا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب سے یہ ساری باتیں سیدہ یا چچی نہ تھیں۔ اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ان کے پیچھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی کام کی ضرورت ہے اور حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا اس سلسلہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کر سکتی ہیں۔ ابوطالب اس بات کو اپنے پیچھے کے سامنے بیان کرنا چاہا اور ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کے پاس تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خندہ و ہنسی کے ساتھ خوش آمدید کہا۔ ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا، "اے محمد! میں تو ایک دوا دار آدمی ہوں، میرے حالات بڑے سخت ہیں، ہم پر بڑی تنگی کے سال گزر رہے ہیں۔ خدیجہ بنت خویلد (رضی اللہ عنہا) آپ کی قوم کے لوگوں کو قافلہ میں بھیجتی ہیں اور خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے لیے اس کے مال میں تجارت کرتے ہیں اور خود بھی نفع حاصل کرتے ہیں۔ اگر آپ ان کے پاس جائیں اور خود کو ان کے حوالہ کریں تو وہ یقیناً آپ کو فائدہ

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شخصیت میں نہ جانے کیا تاثیر تھی کہ جس شخص کو وہ اجرت پر بلاوے پر گئے تھے، وہ اپنے محل میں مانتاداری، بھائی اور اخلاص کو اپنانے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی وسیع و عریض تجارت اور بے شمار منافع کے باوجود کسی موقع پر تجارت کی غرض سے باہر نہ نکلتیں اور نہ انہیں تاجروں سے گفتگو کرتے ہوئے دیکھا گیا۔ وہ کسی ایسے شخص کو مقرر کر دیتی تھیں جو انہیں تجارتی امور سے بے نیاز کر دیتا۔ اور ہم بھی دیکھتے ہیں کہ وہ بہت کم گوش ہو کر شوق عمل طور پر تجارتی امور میں مصروف ہوتیں اور نہ بروقت اپنے دل و دماغ میں تجارتی افکار کو غلبہ دیتیں۔ گویا کہ وہ ان چیزوں سے بہت مطمئن تھیں۔ ان کا دل و محل آپ بے روحانی امر کے بارے میں غور و فکر کرنے میں مصروف تھے، جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا تھا۔ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ کھس انہوں نے اپنے خاندان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں طامات نبوت کو دیکھ کر سب کچھ چھوڑ دیا اور وہ ان چیزوں سے الگ ہو گئی تھیں جب وہ پختہ ایمان باللہ میں زندگی گزارنے لگیں تھیں۔

فکر و نظر کی پاکیزگی

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ایک عظیم کام نے مصروف کر رکھا تھا۔ وہ نہ جن کی عبادت کرتی تھیں نہ ہی کفر سے ہو کر انہیں دیکھنا پسند کرتی تھیں۔ ان کے بعض مقررین نے انہیں اس بات کی تہنیت بھی دی کہ وہ اپنے گھر میں بیت رکھ لیں، یا وہ مروجہ رکھ لیں جن کی اہل مکہ تقدیس و پرستش کیا کرتے تھے۔ لیکن وہ انہیں مذاق کے انداز میں مسکرا کر رد کر دیا کرتی تھیں۔ کیونکہ وہ ابھی طرح باطنی تھیں کہ ان موجودوں کی حیثیت کیا ہے! اور انہیں علم تھا کہ یہ نفع و سہکتے ہیں اور نہ ہی انصاف پر قادر ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کعبہ سادہ کی کونکر بہت زیادہ فرحت و سرور اور طمیان و تسلی محسوس کرتیں۔ جب ان کے چچا زاد بھائی رقیق بن نوفل انہیں قرأت اور انجیل پڑھ کر سنا تے تو وہ مجبور ہو جاتیں۔ رقیق بن نوفل جب انہیں اس ہی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بتاتے، جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا تھا اور اپنی قوم کے ساتھ لیے جھگڑے کے بعد دین کو غلبہ عطا ہوتا تھا، تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کافی دیر تک خاموشی کے ساتھ ان کی باتوں کو سماعت کرتیں۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا کا خادم بنو بھی تھا۔ جب مصر سے تھوڑے عرصے کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات اور سچائی کا مشاہدہ کیا تو اس کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عظمت گہر کر گئی۔ ابوروہ ان کے ہاتھوں کی برکت پر چہرہ ان رہ گیا۔ جو کئی وہ کلمہ و ایک پہچانہ بنا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، تاکہ انہیں اُن حالت سے آگاہ کرے جو اُس نے دیکھے اور سنے تھے۔ اور وہ اُس عظیم آدمی کی صفات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بیان کرنا چاہتا تھا۔

انہن ذالہ فرماتے ہیں: ”جب آدمیوں کا قافلہ واپس آیا تو میرے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اشارہ کیا کہ ان کی طرف آئیں، تاکہ وہ اس بادل کو دیکھ لیں جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا ہوا تھا اور ان کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ یہ کچھ کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اور آدمی کا نوزائیدہ بچہ دیا جائے۔ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متعلق ہو گیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمایا تھا۔“

دوسرا تجارتی سفر

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا سوق حباش کی طرف جانا تو محض ایک عنوان تھا، جس سے ان کی ایک غریبی ظاہر ہوئی کہ وہ کام کاج اور تجارت پر قدرت رکھتے ہیں اور اعلیٰ ذہانت کے مالک ہیں۔ اور اس سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اوصاف کا علم ہو گیا جو وہ پہلے نہ جانتی تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے سفر کی تیاری کرنے کی فرمائش کی۔ اس مرتبہ کا سفر شام کی طرف تھا۔ عرب کا ہر سفر شام کو بڑی اہمیت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس میں ہر اس چیز کو ساتھ لے جاتے تھے جو بڑے فائدہ کا باعث بن سکتی تھی۔ اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ شام میں کس چیز کی مانگ بڑھتا ہے۔

جب قافلہ کوچ کرنے کی تیاری کرتا اور اُس کے روانہ ہونے کا وقت آتا تو مکہ کے بزرگ اور سردارانِ بیعت اور درویش کے مطابق جانے والوں کو رخصت کرتے۔ اس موقع پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام چچا حضرات اور خاص طور پر ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قافلہ کو رخصت کرنے اور حوصلہ دینے کے لیے موجود تھے اور انہیں خرید و فروخت کے متعلق قیمتی امور پر

صرف قبول کریں گی بلکہ آپ کو دوسرے لوگوں پر ترجیح بھی دیں گی، کیونکہ آپ کی صداقت اور پاکیزگی کے بارے میں انہیں علم ہے۔“ (۱)

ستیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و خصائل کا تذکرہ ان رکھا تھا۔ اس سیرتِ علیہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و شہادی۔ اگر تاریخی واقعات (جو اس مذکورہ بات کی تائید کرتے ہیں) موجود نہ بھی ہوں، تب بھی ایسے واکل و شواہد موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ستیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و حسنات اور خاص و صفات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام دے کر اپنے ہاں تشریف آوری کی دعوت دی، تاکہ انہیں ان کی ذمہ داریوں اور معاوضہ پر متعلق کر لیں اور ان سے امور تجارت لے کر لیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے عرض کیا: ”مجھے جس چیز نے آپ کو بلوانے پر ابھارا ہے، وہ آپ کی سچائی، امانتداری اور حسن اخلاق و عادات ہے، اور میں آپ کو دوسرے لوگوں کی یہ نسبت دو گنا مال و عطا کروں گی۔“

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے روانہ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے اپنے چچا کے ہاں تشریف لائے اور انہیں ساری بات سے مطلع فرمایا۔ ابوطالب سرت و شادابی سے جھوم اٹھے اور آپ کو حوصلہ دیتے ہوئے گویا ہوئے:

”یہ ذوق ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔“ (۲)

پہلا تجارتی سفر

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نئے امر کی تیاری فرمائی۔ عنقریب وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے ان کے مال میں تجارت کرنے والے تھے۔

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام دروہگی کے لیے تیار ہو گئے کہ سوق حباش پہنچ جائیں۔ سوق حباش ذاتِ جاہلیت کا آٹھ روزہ بازار تھا، جو تمام میں لگتا تھا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مالی تجارت فروخت کیا اور خرید و فروخت میں رائج اشیاء کو خرید یا۔ جب بازار کے آٹھ دن پورے ہوئے تو واپس مکہ لوٹ آئے۔ ان کے ساتھ حضرت

واقعہ کا نظارہ کر کے لگیں۔

سیدہ کے قلبی نکاح میں اضافہ ہو گیا اور ان کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدردانیت بڑھ گئی۔

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے میسرہ اور دوسرے اہل قافلہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سنا اور ان کے اوصاف حمیدہ اور خصائل جلیلہ پر مطلع ہوئیں تو ان کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رائج ہو گئی، اور انہیں یہ قضا ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا رشتہ مضبوط ہو جائے اور وہ انہیں قریب سے دیکھ سکیں۔ کیونکہ تجارت کا زمانہ اس تعلق کو مضبوط کرنے کے لیے کافی نہ تھا، وہ تو اب مضبوط تعلق چاہتی تھیں جس کے ذریعے یہ ان کے شریک حیات بن سکیں۔ لہذا انہوں نے اس مضبوط تعلق کی بنیاد ڈالنے کے لیے فوراً فکر کیا اور اس نتیجہ پر پہنچیں کہ یہ اس کے بغیر ممکن نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ان کے ساتھ رہیں اور یہ قریب شادی کے بغیر ممکن نہ تھا۔^(۳)

حرمِ نبوی میں آمد

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم شباب اپنے عروج کی منزل میں طے کر رہا تھا۔ وہ اللہ کی ناکہ کی حفاظت میں تھے۔ نیکو کا پاکدامن رکھنے والے اور زبان کو لغزشوں سے بچانے والے تھے۔ صرف وہی گفتگو فرماتے تھے جہاں آپ سے بات کرنے کو چاہا جاتا تھا۔ جب گفتگو فرماتے تو اس میں کسی انسان کے لیے یہ پہلو نہ ہوتا کہ اپنی کسی ذاتی غرض یا خواہش کی نامیہ یہ بات فرما رہے ہیں۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کے معاملہ میں پیش رفت ہوتیوں کی طرف سے ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے کام کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات اور اوصاف و خصائل نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بہت کچھ سچے پرچہ پر کر دیا تھا، اور وہ ایک امید بھری زندگی گزارنے لگی تھیں۔ انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے معاملہ کے دوران آپ ﷺ کے ادب، نظر، کلام اور تعبیرات کا مشاہدہ کیا تھا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے کوئی عجیب تنبیہ نہ کی تھی کہ وہ آپ ﷺ سے نکاح کی خواہش نہ کریں۔ اس خواہش میں کوئی انوکھا پن اور غریب ذوق تھی، لیکن ان کا خوف انہیں کھانے سے پار یا قہا۔ امید بھری زندگی کڑی حقیقت سے بہت آسان ہوتی ہے، وہ تعلق کے انکشاف سے پہلے

مطلع کرتے تھے۔ پھر وہ قافلہ ان لوگوں سے ہدایات لینے کے بعد روانہ ہو گیا جنہیں پہلے بھی ان سفر سے واسطہ پڑ چکا تھا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم محنت اور جدوجہد کے ساتھ عمل میں مصروف رہے۔ سامان کو ترتیب سے رکھتے اور تمام چیزوں کی قابل اطمینان نگہانی فرماتے۔

قافلہ شام کے جنوب میں مقام ”بصری“ پہنچ گیا۔ تاجروں نے اپنے سامان کو بیچنے کے لیے پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بازار کا دورہ فرمایا تاکہ لوگوں کے احوال معلوم کر لیں، پھر اپنے سامان کو بیچنے کے لیے پیش کیا۔ اس موقع پر آپ کی خوبیاں اور خیر و فروخت اور لوگوں سے ملاقات میں آپ کی قدرت ظاہر ہوئی۔ شام کے ایک آدمی کا کسی بات پر آپ ﷺ سے اختلاف ہو گیا۔ اس نے کہا: ”اٹا اور مڑی کی قسم کھا“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جواب دیا: ”میں نے ان کی قسم بھی نہیں کھائی، میں جب بھی گزرتا ہوں تو ان سے اعراض کر لیتا ہوں۔“

اس آدمی نے کہا: ”تیرا قول ہی معتبر ہے۔“

حکیم بن محمد کی کامیابی

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا سامان بیچ دیا اور وہ چیزیں خرید لیں جو اہل مکہ کی ضرورت تھیں، اور مکہ واپس جانے کی تیاری فرمائی۔ جب آپ ﷺ مکہ کے قریب ”مرافقہ“ نامی وادی میں پہنچے تو میسرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس جلدی جا کر انہیں سامان، سفر تجارت کے حالات سے آگاہ کرے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و خصائل، اخلاق و معاملات اور آپ کے ذریعہ حاصل ہونے والی برکتوں کی نشاندہی کرے۔

جب یہ قافلہ مکہ کے دروازوں پر پہنچا تو لوگ اس کے استقبال کے لیے باہر نکل آئے۔ عورتیں اپنے اہل و اقارب کے دیار کے لیے گھر لوہی کی چٹوں پر چڑھ گئیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی وادی بھا میں موجود اپنے گھر کے بالائے خانے پر ٹھہرنے لگیں، اور ایک کافر شیعہ آپ ﷺ پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔ سیدہ نے جب بالا خانے سے آپ ﷺ کو اس شان کے ساتھ آتے دیکھا اور پاس والی عورتوں کو بھی دکھایا تو تمام خواتین حیرت و استعجاب سے اس حیرت افزا

فیرواض امور میں مبرک آسان ہوتا ہے۔

ہالہ کی تک و دو

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس بات کا فیصلہ کر چکی تھیں کہ نکاح نہ کریں گی اور انہوں نے قریش کے بڑے بڑے سرداروں اور مالداروں کو انکار کر دیا تھا اور ان کے پیغام نکاح کو قبول نہ کیا تھا۔ اور اس سلسلہ میں کھٹکوی سوچنے کی گنجائش نہ چھوڑی تھی اور تمام لوگ ان کے جواب کو سن کر ناامید ہو چکے تھے۔ اسی وجہ سے ان کے بچا زاد بھائیوں کے دلوں میں ان کے احترام اور مرتبہ میں اضافہ ہو گیا تھا۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قریشی رشتہ دار خاتون نے اس بات کو محسوس کیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں رغبت ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت ہالہ کی خواہش تھی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہو جائے۔ حضرت حاتم کا گمان تھا کہ جو نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی بات کی جائے گی، وہ فوراً قبول کر لیں گے۔

حضرت ہالہ نے حضور القدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ حارث بن اسد رضی اللہ عنہ کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ ہجری سے ان دونوں حضرات کے پیچھے پہنچیں، لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب و ہیبت نے انہیں زبان کھولنے سے روک دیا۔ بالآخر انہوں نے حضرت حمار رضی اللہ عنہ کو آواز دی اور کہا: "اپنے ساتھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر دو کیا اسے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کی رغبت ہے؟"

حضرت ہالہ یہ سوچ کر واپس چلی گئیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو نبی حضرت حمار رضی اللہ عنہ سے یہ پیغام سنیں گے تو فوراً ان کی بہن کے پاس پہنچ جائیں گے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیوں نہیں؟" اگرچہ آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس نہیں گئے اور اس بات کو زیادہ اہمیت نہ دی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلے کی طرح گزرتی رہی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن حضرت ہالہ کا اس طرح عمل سے غلامت کی کہ "تمی راسا میں، ہوا وقت اور غیر آدمی سے، ناچندے و ترین طریقہ پر اتمام پیغام نہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم الشان لوگوں سے اس انداز میں کھٹکوی جاتی ہے؟"

حضرت ہالہ خاموش رہیں اور اپنی بہن کو کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قریشی کھلی نفیر بہت حد تک سے غلامت کے سلسلہ کو منقطع کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس موضوع پر گفتگو کرنے کا فیصلہ کیا اور اس سلسلہ میں حکیمانہ ذرائع رکھتی تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ب کی طرف جارہے تھے۔ نفیر کی آواز سنائی دی، آپ ﷺ اُدھر حوجہ ہوئے۔

"اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟" نفیر گویا ہوئیں۔

اس سوال سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شادی میں رغبت تھی یا آپ ﷺ اس سے اعراض کرتے تھے۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ایک منقول سبب بیان فرمایا تو ان کے لیے حدیث سوالوں کی گنجائش نہ تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: "میرے پاس کیا ہے جس کے بدلے میں شادی کروں؟"

یہ جواب سن کر نفیر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کرنے کا سبب معلوم ہو گیا، لہذا وہ فوراً قبولیت کی طرف حوجہ ہوئیں، جس سے معاملہ واضح ہو جاتا تھا۔ لہذا عرض کیا:

"اگر آپ کے لیے موجود مال کافی ہو اور آپ کو مال و جمال، عزت و مرتبہ اور برابری کی عورت کی رغبت دی جائے تو آپ قبول نہ کریں گے؟"

"دو کون ہے؟" آپ ﷺ نے احتشار فرمایا۔

اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے دل میں کسی مخصوص عورت کی کاشیال نہ تھا، اور نہ ہی وہ کسی خاص موضوع کے لیے کوشش و جہد و جدوجہد فرما رہے تھے۔

"خدیجہ! نفیر نے جواب دیا۔

امانت و صداقت کے جگر کے لوگوں کو جنس ہوئی، میرے لیے یہ کیسے ممکن ہے؟"

نفیر نے کہا: "جب آپ راضی ہیں اور صداقت کرتے ہیں تو اس معاملہ کو میں سنبھال لوں گی۔"

مرو رو دو عالم ﷺ سے سیدہ کا عقد

نفیر خوشی و مسرت سے سرشار اپنی عزیز دوست کو سہا کر دینے پہنچی گئیں۔ ان کا مقصد

پورا ہو چکا تھا اور وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا مندی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی تھیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نصیر کے اس اقدام پر خوشی و مسرت سے مجھم جھیں۔ (۴)

کناح کے لیے عزہ و اہل طالب اور دیگر صحراؤں میں خاندان سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر آئے۔ اہل طالب نے، جو عمر میں بزرگ تھے، خطبہ کناح پڑھا، اور ۵۰۰ درہم چاندی بھر مقرر ہوا۔ (۵)

خصائص نبوت کا ظہور

سردرد عالم صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے کناح فرمانے کے بعد ان کے گھر منتقل ہو گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی خوشیوں سے بھر پوری تھی۔ ان کا گھر سعادت اور نیک خلقی کا مرکز بن گیا۔ انہوں نے اپنے سامنے ایک ایسی شخصیت کا وجود پایا جس نے ان کے ذہن سے سنگھرات اور اندیشوں کو مٹا دیا۔ اگر اعلیٰ اخلاق اور ان کے حال لوگوں کا ذکر کیا جائے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم انسانی کمال کے درجہ پر غائر نظر آتے ہیں۔ اگر مرد داغی، دانشمندی اور دانائی کا تذکرہ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون ان صفات کا حامل ہو سکتا ہے۔

ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے احساس اور شعور میں یہ یقین اور ایمان جھینٹے گا کہ ان کے خاوند ہی اس امت کے نبی ہیں، جن سے متعلق انہوں نے اپنے بچاؤ اور قد بنی قوت سے سن رکھا ہے۔ لیکن یہ کب ہوگا؟ آپ ﷺ آپ کے رب کے درمیان اتصال کب ہوگا؟ وہ کون سے خلاف حادث امور ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ظاہر ہوں گے؟ یہ ایسے سوالات تھے جن کا جواب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم غلوت اختیار کر کے کار خیر میں عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے گئے۔ آخر کار اللہ کا امر نازل ہوا۔ امین الوحي جبریل کی آمد ہوئی۔ عمر صلی اللہ علیہ وسلم فارخا سے کپٹے ہوئے تشریف لائے اور حکم فرمایا: ”مجھے چار اوڑھا دو۔“ مجھے چار اوڑھا دو۔ دو... مجھ کبیل دے دو، مجھے کبیل دے دو۔“ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ہیٹ پاتی رہنے والا کاکڑیاں لٹا دیا:

”ہرگز نہیں... غدا کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، حق بولتے ہیں، غریبوں کی اعانت کرتے ہیں، وہمان نوازی کرتے ہیں،

کمزوری کی مدد کرتے ہیں اور مظلوم کی تکلیف دہر کرتے ہیں۔“ (۶)

اسلام کی خاتونِ اَوَّل

سردرد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلان نبوت فرمایا تو اقصائے عالم سے ایک آواز بھی آپ ﷺ کی تائید و تصدیق میں بلند نہ ہوئی۔ صرف ایک آواز نضائے مکہ میں گونج رہی تھی اور یہ آلہ آواز سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی تھی۔

ابن شہاب زہری سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں اور آپ ﷺ کی تصدیق کرنے والوں میں سیدہ خدیجہ پہلی خاتون ہیں۔ (۷)

ہو شام کا بیچات

قریش کے لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے مسلمانوں کی دشمنی میں حد سے تجاوز کیا اور مشہور مظلوم حبش آیا، جب قریش نے تمام مسلمانوں سے قطع تعلقی کا فیصلہ کیا اور ایک دستاویز لکھ کر کعبہ پر لٹکا دی۔ اس دستاویز میں قریش نے اس بات کا فیصلہ کیا کہ بنی ہاشم کی مخالفت کرو، ان کو مکہ سے نکال دو اور شعب ابی طالب میں رہنے پر مجبور کر دو۔ اس بات پر اتفاق کر لیا کہ ان سے شادی کریں گے، نہ ان کی شادی کروائیں گے، نہ ان سے کوئی بیخود خریدیں گے نہ بیچیں گے۔ ان سے صلح کر لیں گے اور نہ ہی ان کے معاملہ میں کوئی نرمی کریں گے، یہاں تک کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے حوالے نہ کریں۔

اس حالت میں مسلمانوں کی شعب ابی طالب میں نظر بندی کو تین سال کا عرصہ گزر گیا۔ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ان لوگوں میں سے تھیں جو سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں شعب ابی طالب میں داخل ہوئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکالیف اور تقیوں میں شریک رہیں اور ان کے ساتھ زندگی کے دکھاو اور تنگیوں کو جھینٹا گاؤا رکھا۔

لیکن سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے خاندان والے ابھی تک ایمان نہ لائے تھے، اور انہیں مجھوڑا بھی نہ تھا۔ ابواہل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حمزہ اس سے ملا، ان کے ساتھ ان کا نظام بھی تھا جس نے حکمہ افشار کی قیادت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پاس جا رہے تھے۔ ابواہل نے ان کا وادہ دیا اور کہا: ”کیا تو بنی ہاشم کے پاس کمانا لے کر جا رہے؟ ان کے پاس کمانا سنا کر نہ جاؤ، ورنہ میں تجھے مکہ میں رسوا کروں گا۔“

اس موقع پر حکیم بن تزام کے دوست ابو بختری نے جواب دیا: "یہ کھانا تو حکیم کی پھوپھی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہے، کیا تو نہیں اس بات سے منع کرتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس اُن کا کھانا لے جائے؟" لہذا ابو جہل نے حکیم کا راست چھوڑ دیا۔
پھر وہ دونوں لڑے لگے۔ ابو بختری نے اوشٹ کی ہڈی پکڑی اور ابو جہل کو زوردار ضرب رسید کی۔

لوگوں کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی برکت نے ڈھانپ لیا، یہاں تک کہ قریش والوں نے دستاویز کو پھاڑ دیا اور مسلمان تین سال بعد مکہ واپس لوٹ آئے۔ اس عرصہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے والدہ اداری اور قوٹھری کے باوجود مشقت سے بھرپور زندگی گزار دی۔ وہ اپنے گھر قوٹھری واپس آئیں، لیکن شہب الی غالب میں ان کو لائق ہو جانے والی تیار دی اور مشقت نے ان پر گہرا اثر ڈالا، اور ان کی نشاۃ ثانی زندگی میں اسباب تکلیف اور کمزوری پیدا ہو چکی تھی۔^(۸)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مرض کا شکار ہو گئیں اور بیماری کے ہاتھوں لچا رہی تھیں۔ وہ آنکھیں کھولتیں تو اپنے سامنے اپنے ہاتھوں کا منہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ انوار چہرہ دیکھتیں، جس سے محبت و اپنائیت جھلک رہی ہوتی۔ لیکن آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے بارگاہ خدادادی میں دعا ہی کر سکتے تھے۔

ساختہ ارتحال

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی عجب بنو مطلب سے باہر آئی تھیں۔ بے درپے تکالیف و مصائب کے باعث سیدہ کو صحت دان بدن خراب ہوتی گئی۔ بالآخر صحت کا نکاح صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۲۵ سال رفاقت کے بعد رمضان المبارک یا شوال ۱۰ جنوری میں، یعنی ہجرت سے تین سال پہلے اپنے شوہر نامہ دار کو داغ مفارقت دے گئیں۔ چند دنوں کے وقفے سے ابو طالب اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال پر خال ہوا۔ سیدہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار و تمسکارت کے بعد دیگرے دونوں دایۃ اہل کو لبیک کہہ گئے۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خود مصائب و آلام میں مبتلا تھے۔^(۹)

سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے وقت عمر مبارک ۶۳ سال ۶۰ ہجری۔ چونکہ اس وقت تک نماز، روزہ شروع نہیں ہوئی تھی، لہذا سیدہ کو بھی اسی طرح دفن کر دیا گیا تھا۔ جب

عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی قبر میں اترے اور اپنی ننگا روجاں ٹاڑ دیکر۔ کو قبر کی آغوش میں رکھا۔ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی قبر جنت البقیع میں مرجع طلائقی بنی ہوئی ہے۔^(۱۰)

اہل المؤمنین سیدہ خدیجہ اکبرہ رضی اللہ عنہا ہر مشکل گھڑی میں اپنے شوہر نامہ دار کے ساتھ رہیں۔ وہ ہر ایسے موقع پر آپ ﷺ کی تسکین خاطر کامو جب فتنیں اور اپنی دل ربا ادا اس سے غم خلا کرو جیتی تھیں۔

کائنات خدیجہ و زینہ صدیق علی الاسلام۔ و کان رسول اللہ لیسکن الیہا۔
ترجمہ: سیدہ خدیجہ آپ ﷺ کی دُور اور شیریں جیس، اسلام کی تصدیق کرنے والی تھیں۔ اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تسکین بھی حاصل کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک بوقت نکاح ۲۵ سال تھی اور سیدہ کی عمر چالیس سال تھی۔ ۲۵ سال حضور ﷺ کے ساتھ بھر فرما ہے اور ۲۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔^(۱۱)
جنت کی نویں

اہل المؤمنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے خصائص و فضائل اور منقبت و عظمت میں سے یہ بھی ایک عظیم المرتبت اور عظیم الشان خصوصیت ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی تر برمان سے انہیں جنت کی نویں جانا فرما اور اللہ تعالیٰ کے سلام سے نوازا گیا۔

اہل المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر خدیجہ بیت فی الجنة من قصب۔^(۱۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں موتیوں کے عایشانِ گل کی خوشخبری سنائی۔
ایک روایت میں ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر خدیجہ بیت فی الجنة من قصب لا صاحب فیہ ولا نصب۔^(۱۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں ایسا گل شے کی بشارت دی جو موتیوں کا ہوگا، اور جس میں شور و فل اور دعت و مشقت نہ ہوگی۔

سیدنا عبد اللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اُصْرَتِ اَنْ اَبْسُرَ خَلْدِيْجَةَ بَيْتٍ مِنْ فُصْبٍ لَا صُحْبَ فِيْهِ وَلَا
نُصْبٍ (۱۳)

ترجمہ: مجھے نہ دیکھا گیا ہے کہ میں خدیجہ طاہرہ کو جنّت میں ایک ایسے محل کی بشارت ستا دوں
جو موتی کا ہوگا اور جس میں شوروغل اور محنت و مشقت نہ ہوگی۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۰۰ھ) فرماتے ہیں:

امام ائیکلی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا
کو جنّت میں موتیوں سے تیار شدہ محل کی بشارت دی۔ کیونکہ ان کے پاس ایمان لانے سے پہلے
خالص موتی تھے اور وہ بڑے بڑے بے جاوڑ تھے۔

اور جنّت میں ان کو نہ سکون محل کی بشارت اس لیے دی گئی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
تفہیم و احرام کی وجہ سے آپ ﷺ کی آواز سے اپنی آواز بھی بلند نہیں ہوتی۔ (۱۵)

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (۷۵۰ھ) اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:
وہی فضیلتها لا تعرف لامرأة سواها۔ (۱۶)

ترجمہ: یہ ایک ایسی فضیلت ہے جو آپ کے سوا کسی اور عورت کو نصیب نہیں ہوئی۔

علامہ موصوف فرماتے ہیں:

ام المؤمنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات میں یہ بھی ایک خاص فضیلت شمار
ہوتی ہے کہ جب عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینہ حیات کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ یہ اس
بات کی قین و دلیل ہے کہ آپ ﷺ کے قلب اطہر میں سیدہ کی بے حد الفت اور محبت کا جزیرہ تھی، اور
سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو کبھی آپ ﷺ سے بے پناہ اُفس تھا۔ چنانچہ طبرانی نے اس بات کو بڑی
اہمیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

خصائص و فضائل

ام المؤمنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا پاکیزہ اخلاق، بلند پایہ محاسن اور قابل رشک
سیرت و کردار کی حامل تھیں۔ جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفر و شرک کی مخالفت
اور گمراہی کے عالمگیر اندھیروں سے نکال کر توحید خداوندی کی روشن شاہراہ پر چلائے گئے

تذکرہ کے مکتبی کو چوں میں آواز حق بلند فرما رہے تھے تو کسی بھی جانب سے آپ ﷺ کی تائید و
توثیق میں آواز خانی نہیں دینے دی تھی۔ تمام جزیرہ عرب ایک خاموشی و شامی کی طرح سنی
خیر خاموشی کا پیکر بنا ہوا تھا۔ اس عالمگیر خاموشی میں ایک دل آویز آواز اُٹھتی ہے، جو نقصانے
مکہ میں لپٹل پا کر نکلتی ہے۔ اور وہ مونس و تھمکرا و آواز سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی تھی۔
جو ان کے قلب کی اتفاق و گہرائیوں سے بلند ہوتی تھی اور جو اس قلمت کدہ و کفر و ملامت میں انوار
انہی کی مکتبی کاوختی۔

یہ خاتون جنّت ذاتِ جاہلیت میں بھی بت پرستی سے نفور اور زور و جس۔ ایک مرتبہ سیدہ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، جسم بھلا میں کبھی بھی لات و عزنی کی پرستش نہ
کروں گا۔ سیدہ نے جواباً عرض کیا، اے اللہ کو جانے دیجیے، عزنی کو چھوڑ دیئے۔ یعنی ان کا تو ذکر ہی نہ
کیجیے۔ (۱۷)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
اقدس میں جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہنے لگے، یا رسول اللہ! خدیجہ حاضر خدمت ہو رہی
ہیں اور آپ ﷺ کے لیے برتن میں کھانے کی کوئی چیز لا رہی ہیں۔ جب وہ آپ ﷺ کے پاس
آئیں تو انہیں ان کے رب کا اور میرا سلام پہنچا دیجیے، اور انہیں جنّت میں موتیوں کے مالیشان گل
کی خوشخبری سنا دیجیے، جس میں شوروغل ہوگا اور نہ ہی کوئی تکلیف۔ (۱۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام بارگاہ
نہوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حق تعالیٰ شانہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سلام کہتے ہیں۔
سیدہ نے یہ سن کر فرمایا حق تعالیٰ مل ہمدرد خود "سلام" ہیں اور جبرئیل پر بھی سلام ہو اور آپ ﷺ پر
بھی سلام اور اللہ کی رحمت ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سیدہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں موجود تھے کہ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
جبرئیل سے فرمایا: "خدیجہ ہیں۔" جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا، انہیں ان کے رب کی طرف سے
اور میرا سلام کہہ دیجیے۔ (۱۹)

امام مزالدین ابو الحسن بن الاحمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں وہ جلیلی شخصیت ہیں جو اسلام لائیں اور اس پر امت کا اجتماع ہے کہ سب سے پہلے اسلام لانے والی خدیجہ بنتی ہیں اور اس معاملہ میں کوئی مرد یا عورت ان کے مرتبہ و مقام کو نہیں پہنچ سکا۔ اور یہ انتہائی عظیم نسبت ہے جس میں ام المومنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا کوئی ثانی نہیں۔ (۲۰)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ولادت باسعادت

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے چار برس بعد شوال کے مہینہ میں ولادت ہوئی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کا شاندار برج سعادت تھا، جہاں خورشید اسلام کی نورانی شعاعیں سب سے پہلے پرتو تھیں۔ ہاں بریں "عائشہ" اسلام کی ان مایہ ناز بزرگیدہ شخصیتوں میں سے ہیں، جن کے کانوں نے کبھی کفر و شرک کی قہقہ آواز نہیں سنی۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں:

"جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا، اُن کو مسلمان پایا۔" (۲۱)

نام و نسب

نام نامی ام گرامی عائشہ صدیقہ لقب، ام المومنین خطاب، ام عبد اللہ (۲۲) نسبت حضور اوسنی اللہ علیہ وسلم نے میرا (۲۳) اور بنت العبدین کے لقب سے بھی خطاب فرمایا۔ (۲۴)

والد کرم کی طرف سے نسب

عبد اللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تميم بن مرہ بن کعب بن لوی القرظی النخعی، ابو بکر صدیق بن ابوقحافہ، خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۲۵)

والدہ کا اسم گرامی زینب اور اُم رومان کہیت تھی۔ ان کے والد کا نام عامر بن عوفیر بن عبد شمس بن قلاب بن اویس بن صلیح ابن دھان بن الحارث بن شہم بن مالک تھا۔ (۲۶)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا باپ کی طرف سے قریشیہ تھیں اور ماں کی طرف سے کنانیہ ہیں۔ اس نسب نامہ کی زد سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نسب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ساتویں یا آٹھویں پشت پر، اور والدہ کی طرف سے گیارہویں یا بارہویں

پرست پرلی جاتا ہے۔

کنیت

عرب میں کنیت شرافت و معایت کا امتیازی نشان سمجھا جاتا تھا۔ اس وجہ سے ہر مرد و زن اپنی کنیت ضرور رکھتا تھا۔ چونکہ امام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا اولاد کی نعمت سے بہرہ ور نہیں ہوئی تھیں، اس لیے کنیت کے اعزاز سے محروم تھیں۔ ایک مرتبہ سیدہ لکھنوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت کے ساتھ عرض ہوا کہ آپ ﷺ کی دوسری بیویوں نے تو اپنی سابق اولاد کے نام پر اپنی اپنی کنیت رکھ لی ہے، لیکن میں اپنی کنیت کس کے نام پر رکھوں؟

رحمہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اپنے بھائی عبد اللہ بن زبیر کے نام پر کنیت رکھو۔ چنانچہ اسی دن سے "ام عبد اللہ" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت قرار پائی۔ (۳۷)

ایک روایت میں ہے، امام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، جب عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو میں انہیں گود میں اٹھا کر سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت القدس میں لے آئی۔ آپ ﷺ نے اپنے دو مبارک میں کھجور چا کر ان کے منہ میں ڈالی، اور یہ جلی مقدس چڑھی جو پیدا ہونے کے بعد ان کے پیٹ میں لگی۔ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

هَذَا عَبْدِ اللَّهِ وَ اُمِّ عَبْدِ اللَّهِ. (۳۸)

ترجمہ: اس کا نام عبد اللہ ہے اور آپ ام عبد اللہ ہیں۔

ابو بکر بن خدیجہ سے روایت ہے کہ امام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ رسول اللہ امیری تمام ساتھیوں کی کنیتیں ہیں، آپ میری بھی کوئی کنیت مقرر فرمادیں۔ سیدہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تو بھی اپنے بیٹے عبد اللہ بن زبیر کے نام پر اپنی کنیت رکھ لے۔ چنانچہ سیدہ عائشہ نے اپنی کنیت ام عبد اللہ رکھ لی، جو آپ کی وفات تک رہی۔ (۳۹)

"میرا" لقب کے متعلق سیدہ سلیمان ندوی (م ۱۹۵۴ء) لکھتے ہیں:

جن روایات میں حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا لقب "میرا" (موری) ہے، محدثین کے نزدیک دو سند ثابت نہیں ہیں۔ لیکن قلم نے لکھا ہے کہ ہر دو حدیث میں میں میرا ہے۔ مبنیٰ اور

میں گھڑت ہے۔ (۴۰)

بہر حال مصنفین کتب رجال نے "میرا" آپ کا لقب لکھا ہے اور لغات الحدیث، مثل مجمع التذکر اور تہذیب وغیرہ میں بھی زیر لفظ "میرا" اس کی تصریح ملتی ہے۔ (۴۱)

علامہ محمد طاہر الصدوقی (م ۹۸۶ھ) لکھتے ہیں:

"تخلدوا شطرا دینکم من الحمیراء یعنی عائشہ تصغیر "الحمیراء" یزید البیضاء. (۴۲)

امام ابی جرح والصدوقی رضی اللہ عنہما (م ۴۸۸ھ) فرماتے ہیں

"و كانت امرأة بیضاء جمیلة ومن ثم یقال لہا، الحمیراء. (۴۳)

امام الخلیفہ فیہ فیہ امام احمد بن عبد اللہ لاجبانی (م ۲۳۶ھ) سیدہ کا تحارف اس طرح کرتے ہیں:

وعنہم الصدیقة بنت الصدیق، العقیقة بنت العقیق حبیبہ الحبيب،

وایفة القریب سیدہ المرسلسین محمد الخطیب، المبرأة من

العیوب، المبرأة من اوتیاب القلوب، لوقیتها جبریل، و رسول علام

الغیوب، عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا. (۴۴)

ترجمہ: اور ان میں سے مومن کی بیٹی صدیقہ، عقیقہ بنت عقیق، الحبیب کی محبوبہ، سیدہ المرسلین محمد الخطیب سے محبت کرنے والی، دونوں کے خشوک سے عاری، علام الغیوب کے حاملہ، جبریل کو دیکھنے والی، عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا۔

امام شمس الدین الذہبی (م ۷۴۸ھ) سیدہ کا حسب نسب یوں بیان فرماتے ہیں:

بننت الامام الصدیق الاکبر، خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم ابی بکر عبد اللہ بن ابی قحافة عثمان بن عامر بن عمرو بن

کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی، القریظیہ، التیمیہ،

المکبک، النسویہ، ام المومنین زوجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ نساء الامۃ علی الاطلاق. (۴۵)

ترجمہ: نبوت میں آمد

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا حرم نبوی میں داخل ہونا اور عقد

نے حضرت خولہؓ سے کہا کہ معظم بن عدی نے بھی اپنے بیٹے کے لیے عائشہؓ کی بات کی تھی، اور بخدا! (ابو بکرؓ) وہ عطا فرمیں کرتے۔

چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ معظم بن عدی کے پاس شریف لے گئے۔ اس وقت اس کے پاس اس کی بیوی "ام القتی" بھی موجود تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا، تم نے عائشہؓ کی نسبت اپنے بیٹے سے کی تھی، اب کیا ارادہ ہے؟ معظم اپنی بیوی کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے پوچھا، کیا خیال ہے؟ وہ بیوی نے کہا، اگر یہ لڑکی ہمارے گھر آگئی تو ہمارا لڑکا بدین ہو جائے گا (اس لیے یہ رشتہ میں منحصر نہیں)۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے معظم کوئی طلب کر کے فرمایا، آپ بتائیں، آپ کی رائے کیا ہے؟ اس نے کہا، آپ نے جواب تو سن لیا ہے۔

اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں سے لوٹ آئے اور انہیں خلاف ارزی کا اندیشہ نہ رہا۔ مگر اگر حضرت خولہؓ سے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نکالا گیا۔ آپ ﷺ شریف لائے اور حضرت ابوبکرؓ نے اپنی صاحبزادی کا آپ ﷺ سے نکاح کر لیا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میرا نکاح کر دیا گیا، پھر میں دو سال (والدین کے گھر میری) پھر جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اور اورابی الحارث بن الخزرج میں ٹھہرے، بتیاری کی وجہ سے میرے بال بچے گھر آئے اور بہت چھوٹے ہو گئے تھے۔ اس وقت میری عمر نو سال تھی۔ والدہ نے میرا منہ بال بچہ دھوا اور بال درست کیے۔ پھر مجھے ساتھ لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے در و درخت پر آئیں۔ مجھے آپ ﷺ کے پاس پہنچایا۔ اس وقت آپ ﷺ کے تجروہ مارک میں مردوں اور عورتوں کا اجتماع تھا۔ مجھے حرم میں بٹھادیا۔

حضرت خولہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی اہلیہ مجھ پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس میں اور اسے آپ ﷺ سے برکت عطا فرمائے۔

جب لوگ چلے گئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس شریف لائے۔ حم بخدا! انہ تو میرے نکاح سے متوقع ہو چکی اور اب بکری ذبح کی گئی، سو اس کے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے گھر سے ایک بڑے بیٹے میں کھانا آگیا۔ (۳۱)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خوش نصیب خاتون ہیں جنہوں نے اپنے والدین سے سہاگنی کا روضہ نشانی جان کیا اور خزانہ نبوی سے نقد پائی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خواتین میں یکاثر رسول اکرم

مستون کے وقت عمر مبارک کے سلسلہ میں امام محمد بن حنفیہ الدمشقی ہر سال مسجد (۹۳۴ھ) کی بیان کردہ روایات اسی ترتیب سے شامل کتاب کی جا رہی ہیں، تاکہ سیدہ کی عمر کے متعلق جو شبہات پائے جاتے ہیں، ان کا موثر ازالہ ہو جائے۔

جب ام المومنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو بعد میں حضرت خولہؓ بہت حکیم و بہرہ کرمہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض گزار ہوئیں۔ یا رسول اللہ! آپ دو سرائح کر لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کس سے؟ حضرت خولہؓ نے کہا، بیوہ اور دو شیر و دو دونوں طرح کی لڑکیاں موجود ہیں، جس کو آپ ﷺ پسند فرمائیں۔

حضرت خولہؓ نے عرض کیا، دو شیر تو آپ ﷺ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی عائشہؓ ہے، اور یہ وہ حضرت سوادہ بنت زمعہؓ ہیں جو آپ ﷺ پر ایمان لائیں ہیں اور آپ ﷺ کی اطاعت گزار ہیں۔ اور شاہد ہوا، پھر جب کہ تم ان دونوں کی نسبت گفتگو کرو۔

حضرت خولہؓ ام رومانؓ کے پاس گئیں اور کہا، اے ام رومان! اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھر میں خیر و برکت کے نزول کا اہل وافر فرمایا ہے۔ ام رومانؓ نے عرض کیا، وہ کیسے؟ خولہؓ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہؓ کے لیے پیغام دیا ہے۔ ام رومانؓ نے اس پر اپنی خوشی اور رضا کا اظہار کیا اور کہنے لگیں، ابوبکرؓ کا انتقال کر لیا جائے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے شریف لانے پر حضرت خولہؓ نے پیغام دیا۔ جاہلیت کا دستور تھا کہ جس طرح سے بھائی کی اولاد سے نکاح جائز نہیں، عرب اپنے منہ بولے بھائی کی اولاد سے بھی شادی نہیں کرتے تھے۔ اس بنا پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، خولہؓ! عائشہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں۔ آپ ﷺ سے اس کا نکاح کیونکر ہو سکتا ہے؟

حضرت خولہؓ نے سر و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر احتجاج کیا۔ آپ ﷺ نے اور شاہد فرمایا، ابوبکرؓ میرے اپنی بھائی ہیں، دینی بھائی کی بیٹی سے نکاح جائز ہے۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے اس پیشکش کو قبول کر لیا۔

لیکن اس سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہو چکی تھی، اس لیے ام رومانؓ

صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت والہانہ کاغور قیاس، جو ہر طرف سے خبر کی تمام صفات کے ساتھ متصف تھیں، اسی لیے انہیں "صدقہ" کا تقسیم الشان لقب عطا ہوا۔

ہجرت

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نکاح کے بعد تقریباً تین برس تک مکہ ہی میں رہیں۔ دو برس تین مہینے مکہ میں اور سات آٹھ مہینے ہجرت کے بعد مدینہ میں۔ (۳۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سعدہ صحابہ کے مدینہ منورہ ہجرت کر کے چلے جانے کے بعد جب مکہ ایمان کا ہوا تو آپ ﷺ نے اپنے اہل و عیال کو لانے کے لیے حضرت زید بن حارثہ اور اپنے غلام ابوہریرہ کو دوادھ اور پانچ سو درہم دے کر مکہ بھیجا۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی ایک آدمی بھیج دیا۔

چنانچہ زید بن حارثہ ان کے فرزند حضرت اسامہ اور ان کی بیوی ام ایمن اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں سیدہ فاطمہ اور سیدہ ام کلثوم اور آپ کی زوجہ مکرمہ سیدہ عائشہ اور سیدہ سودہ اور حضرت عائشہ کی والدہ مکرمہ ام دوامان اور حضرت عائشہ کی بہن حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر اور ان کے بھائی عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما، جس میں ہر شخص مختصر سا قافلہ مدینہ منورہ روانہ ہوا۔ (۳۸)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر والوں کے ساتھ جو حادثات بن خرقہ کے عہد میں اتریں اور سات آٹھ ماہ میں اپنی والدہ و مکرمہ کے ساتھ قیام پزیر ہوئیں۔ (۳۹)

عائشہ بشارت

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کو یہ مشرف و نبوت کا اعزاز بھی حاصل ہے کہ مراد و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ عقد میں آنے سے پہلے اللہ جل مجدہ نے جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ ان کی تصویر قہاب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی اور یہ ایمان افروز مژدہ بھی سنایا کہ دنیاؤں میں آپ ﷺ کی رفیقہ حیات ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا نکاح سے پہلے تو مجھے تین رات دکھائی گئی۔ جبرئیل ایک رشتہ کی کڑے میں کوئی پیر لپیٹ لائے اور کہا یہ آپ کی بیوی ہیں۔ تو میں نے اسے کھولا تو دیکھا کہ وہ تم ہو۔ میں نے ولی میں کہا کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو پورا فرمائے گا۔ (۴۰)

مستحکم اور بخاری شریف کی روایت میں "اوتیک فی المنام موتین" کے الفاظ ہیں، اور مسلم شریف کی روایت میں "لث لیل" کے الفاظ ہیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عن عائشہ ان حبرئیل جاء بصورتها فی خوفة حوریر حضرتاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقل ان هذه زوجتک فی الدنیا والاخرۃ۔ (۴۱)

ترجمہ: حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر بزرگ رشتہ کی کڑے میں لپیٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئے اور کہا، یہ آپ ﷺ کی بیوی ہیں دنیا اور آخرت میں۔

بخاری شریف کی روایت اس طرح ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوتیک فی المنام موتین اذا وحیل یحملك فی سرقۃ حوریر، فبقول هذه امراتک فاکشفها فاذا هی انت، فاقول ان یکن هذا من عند اللہ بمضہ۔ (۴۲)

ترجمہ: حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے تم خواب میں دو مرتبہ دکھائی گئیں۔ ایک شخص جس میں ریشم کے ایک ٹکڑے میں اٹھائے لے جا رہا ہے، اس نے مجھ سے کہا، یہ آپ کی بیوی ہیں۔ اس کے چہرے سے پردہ نکال دیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ تم ہی تھیں۔

بخاری کی ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

عن عائشہ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوتیک فی المنام موتین اذا وحیل یحملك فی سرقۃ من حوریر، فقلت له اکشف فاذا کشف فاذا هو انت، فقلت ان یکن هذا من عند اللہ بمضہ، ثم اوتیک یحملك فی سرقۃ من حوریر، فقلت اکشف فکشف فاذا هو انت، فقلت ان یک هذا من

عند اللہ یمتصہ۔ (۳۳)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے شادی کرنے سے پہلے مجھے تم دو مرتبہ دکھائی گئیں۔ میں نے دیکھا، ایک فرشتہ جس میں ریشم کے ایک ٹکڑے میں اٹھائے ہوئے ہے۔ میں نے اس سے کہا، اے کھولو اس نے کھولا تو وہ تم جیسے۔ میں نے کہا، اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اسے پورا کر دے گا۔ تم مجھے دو بارہ دکھائی گئیں۔ فرشتہ تجھے ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر لایا۔ میں نے کہا، اے کھولو۔ فرشتے نے کھولا تو تم یقینی تھی۔ میں نے دل میں کہا، اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ پورا کر دے گا۔

علامہ ذرقانی (۱۱۳۴ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر دیکھ کر یہ کہنا، "اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اسے پورا کر دے گا"۔ آپ ﷺ نے کچھ شک کا اظہار فرمایا ہے۔

علامہ شافعی کہتے ہیں، "یہ شرط" ثبوت کو یقینی طور پر تحقیق کرنے کے لیے نام کی گئی ہے، جس طرح کوئی بادشاہ کسی سے انتقام لینا چاہے اور جان کہے:

ان كنت سلطانا انقضت منك.

یعنی: میرا بادشاہ ہو، میں منتفی ہے انتقام لینے پر۔

اور قاضی عیاض کہتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ خواب بٹھ سے پہلے دیکھا ہو، اس لیے کوئی اشکال وارد نہیں ہوا۔ اور اگر نبوت کے بعد دیکھا ہو تو پھر وہاں اظہار اس بنا پر ہوا کہ عائشہ نے اسے اور آخرت دونوں جہانوں میں میری زوجہ بننے کی صرف آخرت میں۔

اس کی ایک توجہ یہ بھی کی گئی ہے کہ لفظ "ان" "بلخ سستی" میں استعمال کیا گیا ہے۔ گویا یہ "تجامل مارقائہ" کا اظہار تھا۔ بظاہر لفظ شک کا بول کر یقین کو آشوب فرمایا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ لفظ "ان" اس لیے استعمال فرمایا ہو کہ یہ خواب ظاہراً اور حقیقتاً دونوں سے یا خواب تو وہی تھا، مگر اس کی تعبیر دو کار ہے۔ یہ دونوں اشحال انبیاء کے حق میں جانتی ہیں۔ (۳۴)

جنت میں رفاقت کی بشارت

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہیں جنت میں

بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہونے کی بشارت دیا میں ہی شادی کی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عائشہ زوجتی فی الجنة۔ (۳۵)

ترجمہ: عائشہ جنت میں بھی میری بیوی ہوں گی۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات کیا کہ جنت میں آپ ﷺ کی کون سی بیویاں ہوں گی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تم بھی ان میں سے ایک ہے۔ (۳۶)

امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے بھی اس کی توثیق فرمائی ہے۔ (۳۷)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ہی زوجہ فی الدنيا والاخرة۔ (۳۸)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بہت زیادہ تعریف فرمائی۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اور میں! آپ ﷺ نے فرمایا:

اما ترضین ان نکونی زوجتی فی الدنيا والاخرة۔ (۳۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے عائشہ! تو قیامت کے دن میری آل میں سے اٹھائی جائے گی۔ (۴۰)

جہلہ عقد میں آنے کی تاریخ

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا رجب عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہلہ عقد میں کب آئیں، از دو واج کی تاریخ کون سی تھی؟ مختلف روایات میں حسب ذیل تصریحات بیان کی گئی ہیں:

ولقد هلکت قبل ان یغزو جنی ثلاث سنین۔ (مسند، ج ۲، ص ۵۸)

نوفیت خدیجہ قبل مخروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینہ

ثلاث سنین، فلبث سنین او قریباً من ذلک و نکح عائشہ.

علامہ ابن الاثیر (۶۳۴ھ) بیان کرتے ہیں کہ ابو سعید کہتے ہیں۔

سے فرمایا کہ اسے عائشہ! اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ ساتھ سونے کے پہاڑ ملیں، مگر واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس ایک فرشتہ تھا جس کی کرکھ پہنچی رہی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ آپ کے رب نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو عام بندوں کی طرح بندہ اور غمی بن کر رہیں، اور اگر چاہیں تو نبی اور بادشاہ بن کر رہیں۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف مشورہ لینے کے طور پر دیکھا تو انہوں نے اشارہ کیا کہ تو متبع اختیار کریں۔ چند ماہ میں نے جواب دیا کہ میں نبی ہوتے ہوئے عام بندوں کی طرح رہنا پسند کرتا ہوں۔

پھر سیدہ عائشہ نے فرمایا کہ اس کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسلم حکیمہ کا رکھنا تناول نہیں فرماتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے، میں اس طرح کھاتا ہوں جس طرح غلام کھاتا ہے، اور اس طرح بیٹھتا ہوں جیسے غلام بیٹھتا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسلم کا فقرہ اختیار کیا تھا۔ اگرچہ آپ ﷺ اپنی حیات طیبہ کے آخری تین چار سال ازواجِ مسلمہ کے لیے ایک سال کے لیے خراج کا انتظام فرمادیا کرتے تھے، لیکن آپ ﷺ کی صحبت کے اثر سے آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات بھی اسی خیرات کردہ تھیں اور خود تکلیف برداشت کر لیتی تھیں۔

حضرت سرورِ قاضی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ام المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے میرے لیے کھانا منگوایا۔ بھرا دھاڑا دیا، اگر میں بیٹھ بھر کر کھاؤں اور اس کے بعد روٹنا چاہوں تو روکتی ہوں۔ میں نے عرض کیا، آخر کیوں؟ فرمایا، میں اس حال کو یاد کرتی ہوں جس حال میں سرورِ دو عالم رضی اللہ عنہ دینا کو چھوڑ کر کھڑے لے گئے۔ اللہ کی قسم! اسی دن بھی دو مرتبہ آپ ﷺ نے گوشت روٹی سے بیٹھ کر کھایا۔ (۵۳)

ایک روایت میں ہے:

”اگر ہم چاہتے تو بیتِ بھر کر کھا لیتے، لیکن رحمتِ عالم رضی اللہ عنہا نے اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے۔“ (۵۴)

سیدہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، مجھ کو عالم رضی اللہ عنہ وسلم کے گھر والوں پر چراغ روشن کیے بغیر اور چھ مہینے تک گلائے بھیر کی آواز نہ جاتے تھے۔ اگر زینون کا بیل مل جاتا (جس سے چراغ روشن کیے جاتے تھے) تو تھوڑا ہونے کی وجہ سے چراغ روشن کرنے کے

سرورِ دو عالم رضی اللہ عنہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دو سال قبل الحجرت عقد فرمایا تھا، اور یہ کنواری تھیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تین سال پہلے نکاح فرمایا۔ اور حضرت زہیر کا قول ہے کہ سیدہ و خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے تین سال بعد نکاح کیا گیا، اور سیدہ و خدیجہ کا انتقال ہجرت سے تین سال پہلے ہوا تھا۔ (۵۵)

مکارمِ اخلاق

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ و صدیقہ کا نکاح رضی اللہ عنہا اخلاق و کردار کی پاکیزگی، زہد و ذوق، جود و سخا، راست گفتاری، شیریں کلامی، فصیح و بلیغ طرزِ اداء، ذوقِ لکھنی، و خیر قلبی، زہد و دستِ حافظہ، ملکہِ استنباطِ مسائل و حل مشکلات، و مجتہدانِ لیسیت و علمی فیضان میں اپنے معاصرین سے ممتاز تھیں۔ علمِ تفسیر حدیث، فقہ، کلام، تصوف و اخلاق، و سیر و تاریخ اور شعرو ادب پر گوشہ و شبہ نہیں ملے، انہیں آپ کی ہفت ہجرت و عظمت اور حالات و امانت کے معترف و فخر آتے ہیں۔

آپ کا بچپن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اکبر رضی اللہ عنہا کی خوش میں گزرا، جن کا دولتِ کدوہ دور چالی اور ابتداءِ مہد اسلامی میں ماضی و روحانی خدا کا مرکز تھا۔ سیدہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بقول:

”سیدہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دولتِ کدوہ سے قریش و کونہ منکات غم و غمناک کی وہ سے مانوس تھے۔ چنانچہ وہ جب اسلام لائے تو ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے بھی سب مسلمان ہو گئے تھے۔“ (۵۶)

غزوہ بنی نضیر کا زمانہ کا شاندار نبویؐ میں بسر ہوا، جو اسلام کی دعوت اور نبیؐ نوع انسان کی اصلاح و ہدایت کا معدن و سرچشمہ تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وصال کے بعد بیعتِ زندقہ یا داہلی اور علم و دین کی خدمت میں گزری۔ انہی وجوہ کی بنا پر مؤرخین اور تذکرہ نگاروں نے آپ کا تذکرہ نہایت شاندار الفاظ میں کیا ہے۔

قد و وقار

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسلم سیدہ الزہراء بن تھے۔ بیعتِ ہجر نے اور خوش ذاتی و نقد چیزیں حاصل کرنے اور جمع کرنے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

خبرات میں قصور سے بہت کاٹا جائے کہ تم، جو موجود ہونا سائل کی نذر کردہ تھیں۔ ایک دفعہ ایک سالہ لڑکی جس کی گود میں دو ننھے ننھے بچے تھے۔ انھوں نے اس وقت گھر میں بھگور کے ایک دان کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ سیدہؓ نے دہی دے دی۔ اس عورت نے اسی کے دھنڑے کر کے دونوں میں تقسیم کر دیے۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے تشریف لائے تو باہر عرض کیا۔ (۶۰)

ساختہ از قہال

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے ۷۱ رمضان المبارک ۵۸ھ کو نماز وتر کے بعد ۶۹ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ (۶۱)

سیدہ طہران کو دوسرا اللہ صمدی تاریخ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

۱۳ جون ۶۷۹ء نماز وتر کے بعد رات کے وقت وفات پائی۔ (۶۲)

سیدہ عائشہؓ پر ہر روز رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں علم و عرفان کا یہ مہتاب عالم تاب قبر کی آغوش میں ہمیشہ کے لیے رو پڑ ہو گیا۔

تجائے جان باسر پر غل جیتے اور چلی لی جاتی قرآن سے کھانے میں لے آتے تھے۔ (۵۵)

ام المومنینؓ فرماتی ہیں کہ سیدہ عالمہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی زور ایک یہودی کے پاس تین صاع بخیر کے عوض گری ہوئی تھی۔ (۵۶)

ام المومنینؓ سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا دنیا سے اعراض اور عبادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی وجہ سے زہ کے مٹی درجات پر فائز ہو چکی تھیں۔ جیسا کہ امام ابو نعیم اصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"سیدہؓ دنیا سے بیزار اور اس کی رنگینوں سے بے خبر اور اپنی محبوب چیز یعنی اعمال کے گھوٹانے پر درونے والی تھیں۔" (۵۷)

سیدہؓ زہ میں بھی اسی طرح شرب الخمر تھیں، جس طرح دو خلات میں شرب الخمر تھیں۔

جو دو خلات

اغلاقی حیثیت سے بھی سیدہؓ انتہائی بلند مرتبہ رکھتی تھیں۔ وہ نہایت کافع تھیں۔ غیرت سے احتراز کرتی تھیں۔ احسان کو قبول کرتیں۔ اگرچہ خود ستائی پسند تھیں تاہم نہایت خوددار تھیں۔ شجاعت اور لیری بھی ان کا خاص جوہر تھا۔ لیکن ام المومنینؓ سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا سب سے نمایاں وصف جو دو خلات تھا۔ نہایت فیاض و رعب پرور اور مہمان نواز تھیں۔ سیدہؓ عائشہ اور ان کی بخیرہ سیدہ و اسامہ رضی اللہ عنہم دونوں نہایت کریم الناس اور فیاض تھیں۔

حضرت عبداللہ بن زہر رضی اللہ عنہ کا قول ہے، میں نے ان دونوں سے بڑھ کر خلی اور صاحب کرم کسی کو نہیں دیکھا۔ لیکن ان دونوں کی عبادت میں ایک فرق تھا۔ سیدہؓ عائشہ رضی اللہ عنہا تھوڑا تھوڑا جمع کرتی رہتی تھیں، جب کچھ رقم اکٹھی ہو جاتی تھی، اُسے راو خدا میں خرچ کر دیتی تھیں۔ اور سیدہؓ اساکہ کے ہاتھ جو کچھ آتا تھا اور اخراجات کر دیتی تھیں، جمع نہیں کرتی تھیں۔ (۵۸)

ام المومنینؓ سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا اکثر مقررہ روزہ رتی تھیں۔ (ادھر دھر سے قرض لیتییں اور لوگوں کی حاجات پوری فرماتی تھیں۔ لوگوں نے آپ سے عرض کیا، آپ قرض لینے کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو آدمی قرض ادا کرنے کی نیت سے قرض لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی اعانت فرماتا ہے، اور میں اللہ تعالیٰ کی اس اعانت ہی کی حلائی ہوں۔ (۵۹)

(۶۵)

حجیم نبوت میں آمد

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا شوہر کے وصال کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حبابہ جعدہ میں آئیں۔ موزعین کرام کی تصریحات کے مطابق ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد سب سے پہلی خاتون تھیں "ام المومنین" ہونے کا شرف حاصل ہوا، وہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

امام ابن سعد (م ۲۴۰ھ) رقم طراز ہیں:

فكانت اول امرأة تزوجها رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد خديجة. (۶۶)

ترجمہ: حضرت خدیجہ کے وصال کے بعد سب سے پہلی عورت جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا وہ سودہ تھیں۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رسول الله صلى الله عليه وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد رمضان المبارک کی ہی نبی میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہلے نکاح کیا۔ اور حضرت سودہ مکہ ہی میں آپ ﷺ کے گھر آئیں اور مدینہ منورہ ہجرت کی۔ (۶۷)

سیدہ خدیجہ کے وصال کے بعد رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ اور حضرت سودہ سے نکاح فرمایا تھا۔ ان دونوں میں سے پہلے کس سے نکاح فرمایا؟ سیرت نگاروں نے اس میں دو قول نقل فرمائے ہیں۔ جیسا کہ ابھی بیان ہوا کہ بعض موزعین کے نزدیک پہلے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا اور بعد میں حضرت عائشہ سے عقد فرمایا، لیکن حافظ ابن کثیر (م ۷۴۱ھ) نے منہ امام احمد کی ایک روایت سے استدلال فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ سیدہ خدیجہ کے وصال کے بعد آپ ﷺ نے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تھا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ بعد از نبی رضی اللہ عنہا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرماتی ہیں:

وكانت اول امرأة تزوجها بعدى. (۶۸)

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب

آپ کا نام امی اسم گرامی سودہ تھا۔ قریش کے ایک مشہور قبیلہ، عامر بن لوئی سے تعلق تھا۔ باپ کی طرف سے سلسلہ نسب اس طرح ہے: سودہ بنت زید بن قیس بن عبد شمس بن عبد ود بن نضر بن مالک بن نضیل بن عامر بن لوئی والدہ کی طرف سے سب یوں ہے، اشمس بنت قیس بن نضیل بن عمرو بن لہید بن خدش بن عامر بن ظم بن عدی بن النجار۔ (۶۹)

شمس کی والدہ خولیدہ المطلب کی والدہ سلمیٰ بنت عمرو بن زید کے بھائی کی بیٹی تھی، اس وجہ سے انھیں اس سے تعلق تھا۔ اور سیدہ سودہ کی کنیت "ہام الاسودہ" تھی۔

سیدہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حبابہ جعدہ میں آنے سے قبل مسکرا بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود کے نکاح میں تھیں۔ مسکرا، حضرت سودہ کے والد کے چچا زاد بھائی تھے، اور سبیل بن عامر بن لوئی صاحب اور سلیطہ کے بھائی تھے۔ (۷۰)

قبول اسلام

ابتداءً نبوت میں مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ ان کے ساتھ ان کے شوہر نامہ دار نے بھی دعوت اسلام پر لبیک کہا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس نادر دونوں میاں بیوی کو قدیم الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حبش کی پہلی ہجرت کے وقت تک حضرت سودہ اور ان کے شوہر مکہ مکرمہ میں اقامت گزیر رہے اور قریش کی سختیاں جھیلنے رہے۔ لیکن جب مشرکین کا ظلم و ستم اپنی انتہا کو پہنچ گیا تو ہاجرین کی ایک بہت بڑی تعداد حبش کی ہجرت پر آمادہ ہو گئی۔ ان میں سیدہ سودہ اور ان کے شوہر مسکرا بن عامر بھی شامل تھے۔ کئی برس حبش میں گزارنے کے بعد جب سیدہ سودہ اپنے خاوند کے ساتھ مکہ مکرمہ واپس آئیں تو ان کے خاوند مسکرا کا مکہ مکرمہ میں انتقال

نہجی اشارہ

ترجمہ: میرے بعد بس سے پہلے آپ ﷺ جس سے نکاح کیا اور سوہدہ تھیں۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں سوہدہ کے والد کے پاس گئی جو نہایت بڑھے تھے اور انہیں چاہیقت کے طریقہ کے مطابق "نہج مباح" کہہ کر سلام کیا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ ان سے ہے؟ میں نے جواباً عرض کیا، "خولہ"۔ انہوں نے کہا، مرحبا کیسے آیا؟

حضرت خولہ نے جواب دیا، مجھ میں عبداللہ بن عبدالطلب کی طرف سے آپ کی بیٹی کے لیے نکاح کا پیغام لائی ہوں۔ انہوں نے سن کر کہا، ہاں، مجھ صلی اللہ علیہ وسلم چٹک شریف کنو ہیں (ہو کھٹو کھویم) لیکن معلوم نہیں سوہدہ کی کیا رائے ہے؟ حضرت خولہ نے کہا، اسے یہ پیشکش قبول ہے۔

حضرت سوہدہ کے والد ماجد نے کہا، مجھ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تک شریف لائیں۔ آپ ﷺ کی شریف آوری پر زعمہ نے اپنی صاحبزادی سوہدہ سے نکاح کی اجازت طلب کی۔ ان کے مبارک الفاظ اس طرح ہیں:

ای سوہدہ ولعت ہذا ان محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب

بخطبک، وهو کفو کبریم التحیین ان الزوجه۔ قالت نعم۔

ترجمہ: اسے جان پڑا یہ خولہ کہتی ہیں کہ مجھ میں عبداللہ بن عبدالطلب نے تجھے نکاح کا پیغام بھیجا ہے، میرے نزدیک انتہائی عزت دار گھرانہ ہے، کیا تو رضی ہے کہ تیرا نکاح ان سے کر دوں؟ حضرت سوہدہ نے کہا، ہاں، میری رائے بھی یہی تھی۔

قرض اس طرح بخش ہوئی اور خوش اسلوبی سے تمام مراحل طے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تک شریف لے گئے اور حضرت سوہدہ کے والد گرامی قدر نے نکاح پڑھایا اور چار سو درہم مہر مقرر ہوئے۔

نکاح ہو جانے کے بعد حضرت سوہدہ کے بھائی عبداللہ بن زعمہ، جو اس وقت تک دولت ایمان سے محروم تھے، آئے اور انہیں معلوم ہوا کہ سوہدہ کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا ہے تو اسے سخت درج ہوئے اور اپنے غم و الم کا اظہار سر میں خاک ڈال کر کیا۔ بعد ازاں جب وہ دولت ایمان سے سرفراز ہوئے تو ساری زندگی اپنی اس حماقت پر فحش کرتے اور کتب حسرت لکھتے رہے۔ (۱۹)

حضرت سوہدہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ پھر خواب میں دیکھا کہ وہ سوئی ہوئی ہیں اور چاند ٹوٹ کر ان پر گر گیا ہے۔ یہ خواب بھی انہوں نے شوہر سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا، اگر تمہارا خواب سچا ہے تو اس کی تعمیری ہے کہ میں غریب اطفال کا بچاؤں گا۔ چنانچہ اسی روز سکران بن ہارہ نے اسے اور کچھ بچوں بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ اور پھر کچھ عرصہ کے بعد حضرت سوہدہ رضی اللہ عنہا کی شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گئی۔

ہجرت

حضرت سوہدہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کے بعد سوہدہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تین سال تک مکہ معظمہ میں اقامت گزیر رہے۔ پھر جب اہل بیت کی طرف سے ہجرت کی اجازت مل گئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ اور دونوں حضرات اپنے اہل و عیال کو مکہ میں چھوڑ گئے، جن میں سیدہ سوہدہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

مدینہ منورہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ اور راوی ان کو اور اہل بیت کو سوار ہونے کے لیے کہا اور فرمایا، ایک اونٹ تیرے ساتھ لے کر آؤ، تاکہ حضرت فاطمہ ام کلثوم اور حضرت سوہدہ کو لے آئیں۔ جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے کتے کو اپنے ساتھ لے کر آئے، جن میں سیدہ صدیقہ اور ان کی والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ (۲۰)

زہد و تقویٰ

امام الحوین سیدہ سوہدہ رضی اللہ عنہا عبادت و ریاضت اور جد و جہد تقویٰ میں بلند شان کی حامل تھیں۔ علامہ ابن کثیر (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں:

و کانت ذات عبادۃ و ذرع و زہادۃ۔ (۷۱)

ترجمہ: حضرت سیدہ عبادت تھوئی اور ذرع دہائی خاتون تھیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب الوداع کے موقع پر اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا کہ میرے بعد گھر میں بیٹھنا۔ اس پر سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے اس جتنی سے عمل کیا کہ پھر بھی حج کو بھی نہ گئیں۔ فرمائی تھیں کہ حج اور عمرہ دونوں کر چکی ہوں، اب رسول خدا کے حکم کے مطابق گھر میں بیٹھوں گی۔ (۷۲)

سیدہ زینب پروردہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد سب ازواج مطہرات نے آپ ﷺ کے انتقال کے بعد گئی جگہ، لیکن سیدہ زینب بنت جحش اور سیدہ سودہ بنت زید نے آپ ﷺ کے بعد کوئی حج نہیں کیا اور برابر گھر میں رہیں۔ اور فرمایا کرتی تھیں، "بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بعد ہم اپنی جگہ سے نہیں اٹھیں گی۔" (۷۳)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما من امرأة احد اصحاب الی ان اکون فی مسلحہا من سودة الا ان فیہا حدة تسرع منها۔ (۷۴)

ترجمہ: حضرت سیدہ کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ اس کے قاتل میں میری روح ہوتی۔ ان میں صرف اتنی بات تھی کہ حراں میں جھڑپی تھی، جو ظاہر ہو جاتی تھی اور جلد چلی جاتی تھی۔

ظرافت

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے حراں میں ظرافت بھی تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کبھی بے پردہ دیکھی تھیں۔ ایک مرتبہ عرض کر گئیں کہ دل میں سے آپ ﷺ کے پیچھے نقل نماز پڑھی۔ باوجودیکہ میں ساتھی آپ ﷺ نے اتنا لہذا زور کیا، جس سے مجھے تکبر بیٹھ جانے کا خوف ہوا اور میں نے اس زبردستی اپنا ناک پکڑ لی۔ یہ سن کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بے اختیار ہنسی آگئی۔ (۷۵)

حکم حجاب

عرب کے قدیم طرز کے مطابق عورتیں نقاء حاجت کے لیے صحران کو جایا کرتی تھیں۔ سیدہ

فاہرہ رضی اللہ عنہا اس بات کے خواہشمند تھیں کہ عورتوں کے لیے پردہ کا حکم نازل ہو جائے، خصوصاً حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پردہ کے بہت ہی خراباں تھے۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی کے بغیر حکم جاری نہ فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ کی یہ بیاں بھی دیگر صحابیات کی طرح رامت کے وقت نقاء حاجت کے لیے بنگل چلایا کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نقاء حاجت کو جاری تھیں کہ راستے میں حضرت عمرؓ کا سامنا ہوا۔ سیدہ کے دراز قد ہونے کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے ان کو پہچان لیا۔ اگرچہ وہ کپڑوں میں اچھی طرح لپی ہوئی تھیں، پھر بھی قد کی وجہ سے پہچان ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے آواز دی، اے سودہ! ہم تمہیں پہچان گئے۔ اور ان کی خواہش یہ تھی کہ پردہ کا حکم نازل ہو جائے۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پردہ کا حکم نازل فرمایا۔ (۷۶)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد ایک رات سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نقاء حاجت کے لیے نکلیں۔ رات میں حضرت عمرؓ مل گئے۔ سیدہ سودہ دراز قد اور فریاد ادا تھیں۔ جو انہیں جانتا تھا، اس سے پوشیدہ نہیں ہو سکتی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے پہچان لیا اور بولے، سودہ! ہاں خدا کی قسم! آپ ہم سے اپنے آپ کو نہیں چھپا سکتیں۔ دیکھئے کہ آپ کس طرح باہر نکلی ہیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات ناگوار گزری۔ اُسے پاؤں دوہاں سے واپس آ گئیں۔

مرد و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے حجرہ میں تشریف فرما تھے اور رات کا کھانا تناول فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ کے دس مہارک میں اس گوشت کی ایک ہڈی تھی۔ حضرت سیدہ نے داخل ہوتے ہی عمر کی شکایت کرتے ہوئے کہا، یا رسول اللہ! اس نقاء حاجت کے لیے نکلی تو عمرؓ نے مجھے یہ باتیں کہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اسی وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پردہ کی کانزداد شروع ہو گیا اور تجوڑی دیر بعد یہ کیفیت ختم ہو گئی۔ اب بھی ہڈی آپ ﷺ کے دس مہارک میں تھی۔ آپ ﷺ نے اسے رکھا نہیں تھا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں نقاء حاجت کے لیے باہر جانے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ (۷۷)

ساختہ ارتحال

ایک مرتبہ ازواج مطہراتؓ پارکاوہ رسالت پناہ میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ عرض کرنے لگیں: یا رسول اللہ! ہم میں سب سے پہلے کس کا انتقال ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اسر عن لحوقا ہی اطول لکن ہذا۔

ترجمہ: جس میں سب سے پہلے وہ مجھ سے ملے گی، جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا۔

انہوں نے غمازری ہاتھ کی لمبائی بھی۔ ہاتھ تاپنے لگے تو سب سے نزدیک و دراز ہاتھ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ لیکن جب سب سے پہلے سیدہ و نبی رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ ہاتھ کی لمبائی سے آپ ﷺ کی مراد موت اور فیضی تھی۔ (۷۸)

امام ابن سعد (۲۴۰ھ) کہتے ہیں:

توفیت سودة بنت زمعة بالمدينة في شوال سنة اربع وخمسين في خلافة معاوية ابن ابي سفيان۔ (۷۹)

علامہ ابن عبد البر نے الاستيعاب میں امام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی وفات سیدہ خاتمہ فاروق رضی اللہ عنہا کے زمانہ خلافت میں بیان کی ہے۔ اور یہی قول علامہ ابن حجر عسقلانی نے ابن ابی شیبہ سے نقل کیا ہے۔ اور لکھا ہے:

وقال ماتت سنة اربع وخمسين، ووجهه الواقدي۔ (۸۰)

ترجمہ: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ۵۳ھ میں وفات پائی، اور وہ قادی نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن جوزی کے قول پر اکتفا کرتے ہوئے ان کی وفات ۵۳ھ ہی ذکر کی ہے۔ اور آخر میں ابن کثیر کا قول بھی نقل کر دیا ہے:

توفيت في اخر خلافة عمر بن الخطاب والله تعالى اعلم۔ (۸۱)

اولاً

امام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پہلے شوہر سکرانہ سے ایک لڑکا عبد الرحمن پیدا ہوا۔ انہوں نے جنگ بلوہاء (فارسی میں) عام شہادت نوش فرمایا۔ لیکن سرورہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ ﷺ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ (۸۲)

مرویات حدیث

حرم نبوت میں رہنے کی وجہ سے امام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا دن رات ارشادات نبوت سے مستفید ہوتی تھیں۔ تاہم کتب احادیث میں ان سے صرف پانچ احادیث مروی ہیں، جن میں سے بخاری میں صرف ایک حدیث ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس، سیدنا عبد اللہ بن زبیر، سیدنا یحییٰ بن عبد الرحمن، بن زرارہ اور رضی اللہ عنہم نے ان سے روایت کی ہے۔ (۸۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت ابوجہش بن جبر رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا۔

جب قرۃ جدر ہوا تو قبیلہ بنو سہم کے افراد میں سے صرف حضرت جنیس خزرجی سے تھے اور بے ٹیکری سے ہوئے۔ یہ بھی اللہ کا کلمہ بلند کرنے والے مجاہدین شہسواروں میں سے تھے اور بے ٹیکری سے لڑے اور شہید بھی ہوئے۔ لیکن دشمنی ہونے کے باوجود قرۃ جدر تک لڑے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا۔ جب مسلمان مدینہ منورہ لوٹے تو حضرت جنیس و ذوقل کی تاب نہ لاتے ہوئے انتقال کر گئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ و مدفن عائی اور انہیں جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

سیدہ حصہ رضی اللہ عنہا عین جوانی میں بیوہ ہو گئیں اور انہیں اپنے شوہر ناہار کی وفات کا شدید زنج ہو جس کے آثار ان کے چہرے کے سن پر نمایاں تھے۔ لیکن انہوں نے صبر و استقامت اور ایمان کے ساتھ اس قسم کی برداشت کیا۔ ان کے والد کراچی قدان کے پاس شریف لائے اور ان کے غم و الم کو ہلکا کرنے کی کوشش فرماتے اور اپنی محبت و شفقت سے ان کا دل بہلاتے۔ سیدہ حاضر رضی اللہ عنہا کو اپنے احساس فراست اور شعور سے بے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ عینی بڑی شان والی قرار پائے گی۔

تحریک نبویؐ میں آہ

سیدہ حصہ رضی اللہ عنہا عبادت گزار اور متقی خواتین میں سے صاحب فضیلت خاتون تھیں، اور ان کا شمار ان پاکیزہ عظیمہ خاتون میں ہوتا تھا، جنہوں نے عبادت و ریاضت کے میدان میں بلند مقامیں قائم کیں۔

ان کے والد اپنی محنت و کوشش سے صاحب فراز ہوئے، لیکن وہ کچھ بہت خوش بھی ہوتے، مگر ساتھ ہی اس کی نوعمری میں بیوگی سے رنجیدہ و ناخوار بھی ہوتے۔ انہیں اپنے گرد و پیش حصہ کے رہنے کے آدمی کی تلاش بھی تھی۔ بالآخر ان کی نظر انتخاب ایک ایسے مرد صالح پر پڑی جو مسلمانان الاولادوں کی محنت سے مصنف تھا (یعنی حضرت عثمان)، جو اپنی رفیقہ حیات حضرت وقتہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انتقال کے بعد اکیلہ رہ گئے تھے۔ چنانچہ سیدہ ناہاروق رضی اللہ عنہا ان کے ہاں مقیم رہنے لگیں اور ان کے غم و الم کو ہلکا کرنے کی تحریف لگے۔ اس موقع کو بغیر سمجھتے ہوئے اپنی بیٹی کی نسبت کی پیش بھی کر دی کہ اگر تم چاہو تو میں تمہارا نکاح حصہ کے سرداروں۔

ام المومنین سیدہ حصہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب

نام حصہ، والد کا نام عمر بن الخطاب۔ سلسلہ نسب یہ ہے، حصہ بنت عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالمعزی بن رباح بن عبد اللہ بن قریظ بن زمر بن عدی بن کعب بن لوی۔

والدہ کا نام نسب بنت مصفون بن حبیب بن وہب بن عذافہ بن رخ۔ سیدہ حصہ کی والدہ کنزہ منسوب، مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعون کی حقیقی بہن تھیں۔ (۸۳)

سیدہ حصہ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیوی بھائی ہیں، یعنی وہ دونوں کی والدہ حضرت نسب ہیں۔

ولادت و بچپن

سیدہ حصہ رضی اللہ عنہا بیعت نبوی سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں۔ اس وقت قریش بیت اللہ شریف کی تعمیر میں مصروف تھے۔ (۸۵)

ازدواجی زندگی

جب سیدہ جوان ہوئیں اور سوانحیت کا دل ہوئی تو ان کا نکاح جنیس بن عذافہ بن جنس ایسی سے ہو گیا۔ ان کی خوش نصیبی کہ حضرت جنیس بھی سابقین الاولین میں سے ہیں۔ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے "دارالارقم" منتقل ہونے سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر مسلمان ہو گئے تھے۔

ہجرت

جب مسلمانوں پر قریش کے مظالم بڑھ گئے تو حضرت جنیس رضی اللہ عنہ بھی حبشہ ہجرت کرنے والوں کے ساتھ ہجرت کر گئے اور پھر مدینہ منورہ لائے اور حضرت حصہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ مدینہ منورہ ہجرت کی۔ وہاں واقعہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے پاس قیام پزیر ہوئے اور

حضرت عثمانؓ نے فرمایا، میں اس معاملہ میں غور کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہؓ کو چکرون انصاف کے بعد پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملے تو انہوں نے بتایا کہ وہ فی الحال شادی کا ارادہ نہیں رکھتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہؓ کو اس جواب سے ملال ہوا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہؓ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے بھی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے رشتے کی بات کی۔ مگر وہ خاموش رہے اور جواب نہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہؓ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہؓ کی بات تو سچی سے سمجھ رہے تھے مگر وہ خود سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کی خواہش ظاہر فرمائی اور نکاح ہو گیا۔ کچھ روز بعد سیدہؓ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طلاق تھیں اور سیدہؓ کا وہاں سے ہوتی تو سیدہؓ کا صدیقؓ انکیزنے کہا مگر چند دن قبل تم نے مجھے حفصہؓ کے نکاح کی پیشکش کی اور میں تمہاری بات سن کر خاموش رہا اور تمہیں میری خاموشی، بلکہ بے اتفاقی کا گوارہ نہ دی۔ لیکن میرے جواب نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر فرمایا اور میں آپ ﷺ کے راز کو قائل نہیں کرتا چاہتا تھا۔ اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہؓ سے نکاح نہ کرتے تو پھر میں اس کے لیے آمادہ تھا۔ (۸۹)

ابن سعد وغیرہ کی روایت میں ہے:

سیدہؓ عمر فاروق رضی اللہ عنہما ان کہتے ہیں، جب انیسؓ بن حذافہ جبکہ بدر میں شہید ہو گئے تو میں نے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پیشکش کی، لیکن انہوں نے میری اس درخواست کو قبول نہ کیا۔ میں نے اس بات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ میں نے عثمانؓ سے حفصہؓ کے نکاح کی پیشکش کی، لیکن انہوں نے بے اتفاقی سے کام لیا اور میری پیشکش ٹھکرادی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

”اللہ جل شانہ نے عثمانؓ کا نکاح میری بیٹی سے بہتر حور سے کر دیا اور میری بیٹی کا نکاح عثمانؓ سے زیادہ اچھے آدمی سے کر دیا۔“

سیدہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ پیشکش اس وقت کی جبکہ ان کی اہلیہ

حضرت سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تھا اور ان دنوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ خواہش تھی کہ سیدہؓ کو نکاح کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح ہو جانے سے اس لیے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیشکش سے اعراض کیا تھا۔ چنانچہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا کو اپنے حیدر عقد میں لے لیا اور سیدہؓ کو ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدہؓ عثمان رضی اللہ عنہ سے ہو گیا۔ (۹۰)

عبادت و ریاضت

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک سرشت اور پاک طبیعت عبادت گزار خواتین میں شمار ہوتی ہیں جو برکت عبادت و ریاضت میں متہلک رہتی ہیں۔ سیدہؓ کثرت سے صوم و سلوٰۃ میں مشغول رہیں اور یہ دونوں صفات عبادت کی اعلیٰ اور بہتم نہیں ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان صفات کی حامل خواتین سے نکاح کرنے کی ترغیب دی ہے۔ فرمایا: ”وین دار خاتون تلاش کرو۔“

ایک روایت میں ان کی عبادت گزار کی کا یوں تعارف کر لیا گیا ہے:

”إِنَّهَا صَوْمَةٌ قَلْبًا“ (۹۱)

ترجمہ: سیدہؓ وحفصہؓ تمام انار اور قائم التل ہیں۔

دوسری روایت میں ہے:

”مَنْ لَمْ يَخْفُضْ حَتْفِي فَمَا تَطْطُرُ“ (۹۲)

ترجمہ: حضرت حفصہؓ نے اس حال میں وقات پائی کہ روزه پر روزے سے رکھتی چاتی تھیں۔

”مَنْ لَمْ يَخْفُضْ حَتْفِي“ (۹۳)

ترجمہ: وہ نیچا کھاتا توں تھیں۔

تلقہ فی اللہ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو کھانا نہ نبی سے علیٰ غیور ویرکات سے بھی واقف حصہ حاصل ہوا۔ سیدہؓ ۶۰ احادیث مروی ہیں جو انہوں نے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد اکرم سیدہؓ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سنی تھیں۔

پہلے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قرآن مجید کو یکجا جمع کرنے پر آمادہ ہوئے۔ انہوں نے اس مشورہ سے اتفاق کیا اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہ ذمہ داری سونپی کہ تم جہان، مثل منہ آدمی ہو اور پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب دینی بھی رہ چکے ہو، لہذا اب قرآن کے مشرق اور اوراق تلاش کر کے جمع کرو۔

چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے چارے کے ٹکڑوں، چغنیوں اور پتھروں پر ہمیشہ مشرق آیات کو محنت و شاقہ اور عرق ریزی سے جمع کیا۔ اس طرح وہ مجیدہ امیر المومنین سیدہ صدیقہ اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ ان کے بعد امیر المومنین سیدہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس یہ امانت رہی۔ پھر سیدہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس عظیم امانت کی حفاظت کے لیے ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب فرمایا اور یہ نسخہ انہی کے پاس محفوظ رہا، یہاں تک کہ جب دور عثمانی میں اس کی بقول کی ضرورت پیش آئی تو ان سے خلیفہ المسلمین نے وہ قرآن طلب فرمایا۔ اس سے دوسرے نسخے تیار کر لینے کے بعد سیدہ و حفصہ۔۔۔ قرآن کی حفاظت۔۔۔ کو ان کا نسخہ واپس کر دیا۔

ام المومنین نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد یہ قرآن مجید میرے بھائی عبداللہ کی تحویل میں دے دیا جائے۔

ساتھ اور احوال

آخر وہ وقت آگیا جس سے کسی فرد یا گروہ کو نظر نہیں۔ زوجہ انتہی صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین، محافظ قرآن سیدہ و حفصہ رضی اللہ عنہما نے شعبان ۳۵ھ میں ۶۰ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں رحلت فرمائی۔ یہ سیدہ ابیہر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ اس وقت کے دینی مدینہ مروان بن الحکم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنازہ کو کافہ عادیہ سیدہ ابیہر و رضی اللہ عنہما جنت البقیع میں لے گئے اور ان کے بھائی کاظم اور عبداللہ، اور عبداللہ کے شہنشاہیے، اسلم، عبداللہ اور حمزہ رضی اللہ عنہما، انہیں نے قبر کے سپرد کیا۔ (۴۲)

سیدہ و حفصہ رضی اللہ عنہما ۳۵ھ کی پانچواں تاریخ ہی شوق کا اثر تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تعلیم کی فکر رہتی تھی۔ چنانچہ حضرت شہادہ رضی اللہ عنہما کو بیعتی کے کانے کا منتر آتا تھا۔ ایک دن وہ آئیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ تم حفصہ کو منتر سکھا دو۔ (۴۱)

حفصہ رضی اللہ عنہا اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے:

حضرت ام ہشام انصار یہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، اس اثنا میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہم اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں سے کوئی بھی روزگار میں نہ جائے گا جنہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی اور حدیث سے موقع پر درگت کے نیچے گھر سے بیعت کی۔ یہ سن کر سیدہ و حفصہ نے غیب سے کہا، اچھا! (یہ آپ ﷺ نے کیسے فرمایا؟) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس بات پر بھڑک دیا۔

علمی فضیلت

ام المومنین سیدہ و حفصہ رضی اللہ عنہما علم فطری میں اچھی شہرت کی مالک تھیں، اور ان ہی صفات نے انہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بڑے محترم مقام پر فائز کر دیا تھا۔ ان کی فقہی آراء کو مستتر مانا جاتا تھا۔

ام المومنین نے شمار صحابہ کے لیے علم حدیث کا مرکز و منبع تھیں۔ خود ان کے بھائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گہرے اعمال کی تفصیلات دریافت کرتے رہتے تھے۔

امیر المومنین سیدہ صدیقہ اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدہ و حفصہ رضی اللہ عنہما کو اوراق مطہرات میں سے حفاظت قرآن کے لیے چاہا تھا اس لیے کہ یہ قرآن کی حفاظت بھی تھیں اور ممکن ہے کہ ان کی علمی برتری انہی کی زہد اور عبادت و ریاضت میں ممتاز ہونے کی وجہ سے ان کا انتخاب فرمایا ہو۔

قرآن کی حفاظت

ام المومنین سیدہ و حفصہ رضی اللہ عنہما کی اس امانت کا بار احسان مسلمانوں کی گردنوں پر قیامت تک رہے گا۔ جب بھی ہم تلاوت قرآن مجید سے لفظ امدود ہوں گے تو سیدہ کی اس قرآن پاک کی اپنے گھر میں حفاظت کی فضیلت یاد آتی رہے گی۔

یوں ہی سیدہ عمر فاروق رضی اللہ عنہا کا احسان بھی ہمیشہ یاد رہے گا جن کی تحریک اور مجموعہ

ایک روایت میں ہے کہ حضرت زینب علیہا السلام بن جنح کے نکاح میں تھیں اور عبداللہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ۳۷ سال نکاح فرمایا۔ (۹۶)

طبرانی کی روایت میں ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سیدہ عالمہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہلہ عقد میں آئے۔ سے پہلے حسین یا علی بن الحارث کے نکاح میں تھیں۔ (۹۷)

عبداللہ کی شہادت

حضرت عبداللہ بن جنح رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی تھے۔ ۳ ہجری میں حضرت عبداللہ نے غزوہ احد کے موقع پر جنگ شروع ہونے سے پہلے یہ دعائی گئی تھی:

”اے خالق کوئی مکان اچھے ایسا میرے مقابل عطا کر جو نہایت شجاع اور غصہ ناک

ہو۔ میں تیری راہ میں لڑتا ہوں اس کے پاؤں تل کر دیا جاؤں۔ اور وہ میرے

ہوٹ، ناک اور کان کاٹ ڈالے تاکہ میں جب تجھ سے ملاقات کروں اور تو مجھ

سے پوچھے، عبداللہ! میرے ہوٹ، ناک اور کان کیوں کاٹے گئے، تو میں عرض

کروں، یا ربی تعالیٰ! میرے اور میرے رسول کے لیے۔“

بادشاہ خداوندی میں ان کی دعا کو شرف قبولیت نصیب ہوا اور ایک ہاتھ نہیں نے انہیں شہادت کی بشارت سنائی۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! اس دشمن سے لڑو گا، حتیٰ کہ وہ مجھے قتل کر کے میری لاش کا شکر کرے گا۔“

معمر بن حنفیہ کا ہوا تو حضرت عبداللہ بن جنح اس بے جگرگی سے لڑے کہ کوارنگر سے لگے ہو گئی۔ سیدہ عالمہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کجگوری ایک چھری عطا فرمائی۔ جس سے انہوں نے کھوار کا کاٹ لیا اور اسی حالت میں لڑتے ہوئے مقام شہادت پر فائز ہوئے۔ (۹۸)

حرمیم نبوی میں آمد

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے یہ ۷۰ سال جانے کے بعد جب حدت گزر گئی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں باپنے لیے پیغام بھیجا، انہوں نے اپنے معاملہ کا اختیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی دے دیا۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا۔ مہر میں بارہ اونچے اور ایک نیش عطا فرمایا۔

ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

نام و نسب

نام و نسب اور کنیت: ”ام المومنین“ تھی۔

سلسلہ نسب اس طرح ہے: زینب بنت خزیمہ بن الحارث بن عبداللہ بن عمر بن عبدالمناف بن ہلال بن عمر بن مضر۔ (۹۹)

سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا بڑی رحمدل اور جود و سخا کی حامل تھیں۔ فقر و وساکین کو نہایت فیاضی سے کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ اسی وجہ سے زمانہ جاہلیت میں انہیں ”ام المومنین“ کہا جاتا تھا۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو غریبوں سے محبت اور ان کے ساتھ ہم نشینی کی وجہ سے ”ابو المومنین“ کا خطاب دیا تھا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ مسکینوں کے ساتھ چلتے اٹھتے اور ان کے ساتھ ہمیشہ احسان و حرمت کا معاملہ کرتے تھے۔ ان شہابِ نہروئی نے روایت ہے، جب زینب غزوہ بدر و دوحہ عالمہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں تو اس وقت بھی ان کی کنیت ”ام المومنین“ تھی۔ اور یہ کنیت ان کی اس وجہ سے تھی کہ وہ فقر و غر و مسکینوں کو نہایت کثرت سے کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ (۱۰۰)

سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی ماں شریک بہن تھیں۔ (۱۰۱)

بچوں کی

سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا پہلے طفیل بن حارث کی بیوی تھیں۔ طفیل نے انہیں طلاق دے دی تھی۔ پھر طفیل کے بھائی عبیدہ بن حارث نے ان سے شادی کر لی۔ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر میں جام شہادت نوش فرمایا تو حضرت زینب بنت زیدہ ہو گئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے رمضان المبارک میں فروغ احد سے ایک مہینہ پہلے اور ہجرت کے انیس ماہ بعد ۳۷ھ میں نکاح فرمایا تھا۔ (۹۹)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے نکاح کرنے کے بعد انہیں ازواج مطہرات کے زمرہ میں شامل فرمایا تھا۔ (۱۰۰)

سابقہ ارجحان

ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا میں عنوان شباب میں میں سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہہ کر خلد بریں میں جا گزریں ہو گئیں۔ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے بعد سیدہ عالمی رضی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی بیوی ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کی زندگی میں انتقال فرمایا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ عقد میں بہت طویل عمر بردہ ہیں۔ (۱۰۱)

سیدہ عالمی رضی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ عقد میں رہنے کی مدت بعض روایات میں صرف دو ماہ اور بعض میں تین ماہ جبکہ بعض میں آٹھ ماہ بیان ہوئی ہے۔ لیکن سیرت نگار حضرات اور مؤرخین اس پر متفق ہیں کہ وفات ربیع الثانی کی آخری تاریخوں میں ہجرت کے ۳۹ ماہ بعد ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن فرمایا۔ ازواج مطہرات میں پہلی بیوی ہیں جو جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ (۱۰۲)

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب

ہند نام اور کنیت ام سلمہ تھی۔ قریش کے خاندان مخزوم سے تھیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے: ہند بنت ابی اسیمہ سہیل بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔

والدہ: عوفرا سے تھیں۔ ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک بن جذہ بن عاتکہ بن جزل الطعان بن قاس بن خثعم بن مالک بن کنانہ۔ (۱۰۳)

ابو اسیمہ (حضرت ام سلمہ کے والد) کہ مکہ کے مشہور تجار اور فیاض شخص تھے۔ سفر میں جاتے تو تمام قافلہ وافلوں کی کفالت خود کرتے تھے۔ اس وجہ سے انہیں "زاد الارباب" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ ان سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا حکیم ماور سے چاندی کا بچہ لے کر پیدا ہوئی تھیں اور ان ہی کی خوش تربیت میں نہایت تازو قسم سے پرورش پائی تھی۔ (۱۰۴)

نکاح

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ابن کے چچا زاد بھائی عبد اللہ بن عبد الاسد سے ہوا جو "ابو سلمہ" ہی کے نام سے مشہور ہیں۔ (۱۰۵)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سیدہ عالمی رضی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی بہن تھیں۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح میں تھیں۔ یہ ابو سلمہ آپ ﷺ کی چھوٹی بہن تھیں۔ "برہت عبد المطلب" کے بیٹے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ (۱۰۶)

ابو سلمہ سے سیدہ ام سلمہ کے پاس سلمہ عمرہ دور اور زینب پیدا ہوئے۔

ہجرت حبشہ

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا آغا زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایمان لائیں۔ مشرکین

آوری تک اپنا مہمان رکھا، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاول میں مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔ (۱۱۸)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ہجرت کا واقعہ نہایت عبرت انگیز ہے۔ حضرت ام سلمہؓ اپنے شوہر ابوسلمہؓ کے ساتھ ہجرت کرنے چاہتی تھیں۔ ان کا بچہ سلمہ بھی ساتھ تھا۔ لیکن ام سلمہؓ کے قبیلہ نے حراحت کی اور کہا کہ ابوسلمہؓ کیلئے مدینہ جاکھتے ہیں لیکن ہم اپنی بیٹی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔ چنانچہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی اور بچے کو مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ چلے گئے۔

ام سلمہؓ بچے کو گود لیے گھر واپس لوٹ آئیں۔ ابوسلمہؓ کے گھر والے ام سلمہؓ سے شیر خوار بچے کو بھی چھین کر لے گئے۔ اب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا عجیب کرب اور اضطراب میں مبتلا ہو گئیں۔ شوہر ابوسلمہؓ مدینہ چلے گئے، لہجہ بگڑ کر شیر خوار سلمہ اپنی دو خیال میں، اور ام سلمہؓ بے یار و مددگار اپنے گھر میں رہ گئیں۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے لیے یہ بات انتہائی تکلیف دہ تھی۔ خاندان کی جدائی کے ساتھ بچے کی جدائی نے سیدہ کو اضطرابِ عیاشی میں مبتلا کر دیا۔

چنانچہ سیدہ روزانہ گھر سے نکل جائیں اور ”اللہ“ کے مقام پر بیٹھ کر رونا کرتی تھیں۔ سات آٹھ روز تک یہی حالت زار رہی، لیکن خاندان کے لوگ کس سے کس تک نہ ہوئے۔ آخر ایک دن اطلاع سے ان کے خاندان کا ایک آدمی سیدہ کے پاس سے گزرا۔ انہیں روئے دیکھا تو اس کا دل بھرا آیا اور اس کے دل میں ام سلمہؓ کے لیے دم کے جذبات پیدا ہوئے۔ گھر آ کر اس نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور ان سے کہا، اس غریب پر کیوں قلم کر رہے ہو اسے مدینہ جانے دو اور اس کا بچہ بھی اس کے خاں کے کر دو۔

لوگوں نے اس کی بات مان لی اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ان کا بچہ دے کر مدینہ روانہ کیا۔ لی اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ اپنے بچہ کو گود میں سے کراہت پر سوار ہوئیں اور مدینہ منورہ کا راستہ لیا۔

چونکہ سیدہ کے ساتھ کوئی مرد نہ تھا، بلکہ بالکل تنہا تھیں، لیکن دیارِ حبیب کا شوق انہیں کشائ کشائ لیے جا رہا تھا۔ جب عجم کے مقام پر پہنچے تو کچھ روز در کعبہ عثمان بن عفان جو اس وقت مکہ دائرہ اسلامی میں داخل نہیں ہوئے تھے، کی نظر پڑی۔ عثمان نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو پہچان لیا،

کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر نہیں، بلکہ کفر و شرک کے فتنے سے گھبرا کر اپنے دین کو ایمان کے درجنوں کی دستبرد سے بچانے کے لیے اللہ کی طرف بھاگے والے پہلے گیارہ ورنہ کی قافلہ میں شامل تھیں، جو جب ۵ ہجری میں مکہ گردانہ ہوا۔ اسی قافلہ میں سیدہ ام سلمہؓ اپنے شوہر ابوسلمہؓ کے ساتھ ہجرت کی طرف ہجرت کر گئی تھیں۔ ہجرت میں کچھ زمانہ تک قیام کے بعد واپس مکہ مکرمہ آ گئے اور پھر مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔ دونوں میاں بیوی نے ہجرت کی سعادۃ حاصل کی ہے۔ (۱۱۹)

امام ذہبی لکھتے ہیں:

ھما ازل من ہاجر الی الحبشہ۔ (۱۲۰)

ترجمہ: دونوں میاں بیوی نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

ہجرت مدینہ

مومنین اور اہلِ بیت لکھتے ہیں:

”وہ پہلی عورت ہیں جو ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئیں۔“ (۱۲۱)

دوسری روایت کے مطابق حضرت عاصم بن ربیعہ کی زوجہ کرمہ لیلیٰ بنت حمہ پہلی عورت تھیں جو ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچیں۔ (۱۲۲)

بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق حضرت ابوسلمہؓ سے پہلے ہمارے جے جے سرزمین مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ لیکن دوسری روایت میں اذیت کا سہرا سیدہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے سر تھا ہے۔ علامہ ابن حجر مہدئی رحمۃ اللہ علیہ ان روایات میں تفریق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ جب حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس آئے تو مشرکین نے پھر انہیں اذیت کا ہدف بنایا۔ اس پر ان کا یہ کہنا تھا کہ مشرکین کے خوف سے تھا۔ مستقل ہجرت کا ارادہ نہ تھا، لیکن اس کے برعکس حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جب مدینہ تشریف فرما ہوئے، اس وقت مستقل ہجرت کا حکم ہو چکا تھا اس لیے ان دونوں روایات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ (۱۲۳)

بریکف حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مدینہ منورہ پہنچے۔ یہ عزم کی دوسری تاریخ تھی۔ خاندانِ محمد بن حوف نے انہیں پورے دو ماہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف

کیونکہ ان کے شوہر ایسٹریلے سے ۱۰ برس بہت اچھے تعلقات تھے۔ عثمان نے پوچھا، کدھر کا ارادہ ہے؟ ایسٹریلے نے کہا، دیکھنے کا۔ عثمان نے پوچھا، کوئی ساتھ بھی ہے؟ سیدہ سلمہ نے کہا، میں خدا اور پیچھے۔ عثمان نے کہا، یہ نہیں ہو سکتا کہ تم خیرا بغیر کسی مرد کے چلی جاؤ۔ یہ کہہ کر عثمان نے طلحہ نے اونٹ کی جھار چڑھائی اور مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔

ستیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے راستہ میں اگر کہیں ٹھہرا تو اونٹ بٹھا کر فروزہ رکھیں اور دست کے نیچے چلا جاتا اور میں نیچے اتر جاتی۔ اور جب رواجی کا وقت ہوتا وہ اونٹ پر کپڑا دیکھ کر فروزہ ہٹ جاتا اور مجھے کہتا: سوار ہو جائے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے ساری زندگی میں، یہاں شریف آبادی کوئی نہیں دیکھا۔ اس طرح مختلف منازل پر قیام کرتا ہوا وہ مجھے دیکھ گیا۔ جب قیام کیا آپادی پر نظر پڑا تو کہنے لگا اب تم اپنے شوھر کے پاس پہنچی جاؤ دو بیٹیاں قیام پتے پر ہیں۔ سیدہ ام سلمہ دھڑ دھڑانے لگیں اور کہنے لگی کہ کس کا رہا۔ (۳۳)

ستیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ایک مرتبہ میرے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو گھر میں آئے اور کہا کہ آج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی حدیث سن کر آیا ہوں جو میرے نزدیک دنیا اور دنیا میں سے زیادہ محبوب ہے۔ وہ یہ کہ میں شخص کو کوئی مصیبت پہنچتا ہوں اور وہ "إِنِّي أَلْقِيهِ" "إِنَّمَا إِلَهُ الْكَافِرِينَ" کہتا ہے اور اس کے بعد ہار جاتا ہے:

اَللّٰهُمَّ عِنْدَكَ اَخْتِصْتُ مَصِيْبَتِيْ هَذِهِ. اَللّٰهُمَّ اَخْلَقْنِيْ مِنْهَا بِخِيَرَتِهَا (۱۱۳)

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے اپنی اس مصیبت میں اجر کی امید رکھتا ہوں۔ اے اللہ! تو مجھے اس کا خیر الہرل عطا فرماتا۔

بعض روایات میں یہ الفاظ مذکور ہیں:

اَللّٰهُمَّ عِنْدَكَ اُحْسِبُ مُصِيبَتِيْ فَاجْرِنِيْ مِنْهَا وَابْدِلْ لِيْ بِهَا خَيْرًا
مِنْهَا. (115)

پیوگی

سے سرشار ہو کر قاتل میں حصہ لیا۔ اسی موقع پر انہیں بہت گہرا زخم لگا، جو کچھ دنوں میں ٹھیک ہو گیا اور حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ صحت یاب ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بنواسد سے جہاد کرنے والی جماعت کا امیر بنا کر بھیجا۔ اس جنگ میں ان کا پرانا دشمن پھر ہوا جو گیا اور اس کی شہید تکلیف ہوئے گئے۔ اور اسی دشمن کی وجہ سے ۸ جمادی الاول ۳۰ھ کو حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی۔ اور یہی مشہور کا قول ہے (۱۱۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عین حالت نزع میں عبادت کے لیے تشریف لائے تھے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی روح دینے اور ہمال کی بیٹھک تھی۔ ادھر آپ تشریف فرما ہوئے اور ادھر روح نے جسم کا ساتھ چھوڑا۔ آپ ﷺ نے دست مبارک سے ان کی دوں آنکھیں بند کر کے فرمایا:

”انسان کی روح جس وقت اٹھائی جاتی ہے تو اس کی آنکھیں اس کے دیکھنے کے لیے کھلی رہ جاتی ہیں۔“

[illegible]

ترجمہ: اے اللہ! جو مرض اللہ عز کی مقرر فرما اور حیات یافتہ لوگوں میں ان کا وجہ
 فنا فرما اور اس کے پس ماندگان کا جان و مال اور ہماری اور اس کی بخشش فرما۔ اے رب العالمین!
 اور اس کی قبر کشادہ فرما اور اسے مشورہ فرما۔

ایک روایت میں ہے، جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دی کہ ابوہریرہ انتقال کر گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اس طرح دعا کرو:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلِئِي وَلِيَّ وَاعْقِبْنِي مِنْهُ عَقِيبِي حَسَنَةً.

ترجمہ: اے اللہ! میری مغفرت فرما اور اُن کی بھی اور مجھے اُن کا اچھا چاقو عطا کر۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں نے آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق دعا کی:

فَاعْقِبْنِي اللَّهُ مِنْ هُوَ خَيْرُ لِي مِنْهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (۱۷۴)

ترجمہ: تو اللہ تعالیٰ سے میرے لیے ان سے بہتر جائزین محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو تو یہ ہم بھی کہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نکاح کر لیں گے۔ ان کا تجزیہ یہی تھا کہ حضرت ابوسلمہؓ سے بھڑکے ہوئے تھے۔ انہوں نے دعا کو کر لی مگر حجتی میں یہ خیال تھا کہ اس کی قبولیت کی کیا صورت ہوگی؟ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو لفظ بلفظ قبولیت بخشی اور وہ اذواج مطہرات میں داخل ہو گئیں۔

سیدہ کہتی ہیں:

أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ أَقُولُ بَعَثَ هَاجِرُ الْوَلِيِّ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (۱۷۵)

ترجمہ: ابوسلمہؓ سے بھڑکون مسلمان ہو سکتا ہے، یہ پہلا گھرانہ تھا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی۔

حکیم نبویؒ میں آہ

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو مجھے وہ حدیث یاد آئی کہ جس کو وہ مجھ سے بیان کرتے تھے۔ اور میں نے دعا شروع کی تو جب میں یہ کہنا چاہتی کہ خداوند! مجھے ابوسلمہؓ سے بھڑک جائیں عطا فرما، تو دل کہتا کہ ابوسلمہؓ سے بھڑکون مل سکتا ہے؟ لیکن میں نے یہ دعا مانگنا شروع کر دی تو اللہ رب العزت نے ابوسلمہؓ کا جائزین حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ (۱۷۶)

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حاملہ تھیں۔ جب وضع حمل کے بعد عدت گزر گئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا۔ لیکن سیدہ نے انکار کر دیا۔ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے لیے پیغام نکاح دیا، لیکن ام سلمہؓ نے بھی انکار کر دیا۔ لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر آئے تو انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو قبول کرنے میں مجھے چند عذر ہیں

۱۔ میں بہت غیرت مند ہوں (جس کی وجہ سے سونکوں کے ساتھ رہنا مشکل ہوگا)۔

۲۔ میں عیال دار ہوں یعنی یتیم بچے بھی ہیں۔

۳۔ میری عمر زیادہ ہو گئی، یعنی اب مجھ سے لانا عیدان ہوگی۔

۴۔ میرا کوئی ولی بھی نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۱۔ جہاں تک حراج میں غیرت زیادہ ہوئے گا حقیق ہے، تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا، تمہاری غیرت والی بات جاتی رہے گی۔

۲۔ تمہارے بچوں کا اللہ حافظہ ہے، ان کی پرورش میں تمہیں کوئی دشواری نہ ہوگی۔

۳۔ میری عمر تم سے زیادہ ہے، کوئی نذر نہیں۔

۴۔ رہا معاملہ ولی کا، تو تمہارا کوئی ولی میرے ساتھ رشتہ ہو جائے گا تو اپنے نذر نہیں کرے گا۔

اس پر حضرت ام سلمہؓ نے کہا، اے عمر! اٹھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح کر دو۔

ایک روایت میں ہے:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، جب میری عدت پوری ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس تشریف فرما ہونے کی اجازت چاہی۔ میں اس وقت ایک چمڑے کو پانے کے لیے رنگ دینے میں مشغول تھی۔ میں نے قرطاع کے چوں سے، تکیں باہر دھو لیے اور آپ ﷺ کو تشریف لائے گا تو کہا اور آپ ﷺ کے لیے ایک گدا بچھا دیا۔ آپ ﷺ اس پر تشریف فرما ہوئے اور مجھے اپنے لیے نکاح کا پیغام دیا۔ جب آپ ﷺ کی بات پوری ہو گئی تو میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ تو بوسٹیں مل سکتی تھیں آپ ﷺ سے رحمت نہ ہو، لیکن میں سخت غیرت مند ہوں، مجھے خدشہ ہے کہ اگر مجھ سے کوئی نکاحی سرزد ہو جائے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا عتاب نہ آجائے۔ اور میں بہت غمزدہ ہوں، کوئی ولی اور میرے بچے بھی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جہاں تک میری نازک حراچی اور ملک کا حقیق ہے، سو اللہ تعالیٰ اسے تجھ سے ڈر کر روئے گا۔ رہا معاملہ کبریتی کا تو میں تجھ سے زیادہ غمزدہ ہوں۔ اور تمہارے لیے لگے گئے مند ہونا تو اب وہ میرے بچے نہیں بلکہ اب میرے بچے ہیں۔ چنانچہ میں نے

اپنا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر لیا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا تئیں ہیں اس طرح اللہ تعالیٰ نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمادیے۔ (۱۲۰)

یوں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا امہات المؤمنین میں شامل ہو گئیں۔

فضل و کمال

اگرچہ تمام ازواج مطہرات علی حثیت سے بلند مرتبہ کی حامل ہیں، تاہم ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاریہ اور ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا یگانہ و فرزانہ ہیں۔ چنانچہ مودودیؒ نے لکھ دیا ہے:

كان ازواج النبي صلى الله عليه وسلم يحفظن من حديث النبي صلى الله عليه وسلم صحبوا، ولا مثلاً لعائشة و أم سلمة. (۱۲۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات احادیث نبوی کا تحزن ہیں۔ تاہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ان میں کوئی حریف و مقابل نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ازواجی رشتہ قائم ہو جانے کے بعد سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی مصاحبت کو ختمیت چاہا اور برابر آپ کے طوفانات و ارشادات کو محفوظ کرتی رہیں اور آپ ﷺ سے سوانح کر کے اپنے علم کو برہن چلا دیا۔ پھر اس علم کی نشر و اشاعت میں کوئی وقفہ فرو گزاشت نہیں کیا۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سننے کا یہ مدخلوق تھا۔ ایک مرتبہ بال گوندہ رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لیے (مسجد نبوی میں) کھڑے ہوئے۔ زبان مبارک سے نکلا: ”ایہنا الناس“ (اے لوگو!) تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سن لیا (کیونکہ ازواج مطہرات کے حجرے مسجد نبوی سے ملے ہوئے تھے)۔ آواز سننے ہی پال پاندہ نہ کھڑی ہو گئیں اور پورا خطبہ نہایت توجہ سے سنا۔ (۱۲۲)

علی ذوق

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو سائنس کی چیزوں میں گہرا دلچسپی اور اکتاہٹ و پیشتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل دریافت کر کے اپنے علم میں اضافہ کرتی رہتی تھیں۔ ایک مرتبہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں اپنے سینہ حیاں بہت تنگی سے باندھتی ہوں تو کیا کھسکا چتا بہت کے لیے مجھے کھول لیا کروں؟ (تاکہ بالوں کی جڑیں تر ہو جائیں) پھر سارے بدن پر پانی بھالیا کروں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، سینہ حیاں کھولنے کی ضرورت نہیں۔ تین مرتبہ اچھی طرح سر پر پانی بھالیا کرو۔ (۱۲۳)

مسئلہ یہ ہے کہ عورت کو غسل نہایت میں سر کے بالوں کی جڑوں کو تر کرنا فرض ہے۔ اگر سینہ حیاں بندھی ہوں تو سارے بالوں کو بھلنا فرض نہیں، بلکہ تک اچھی طرح پانی پہنچانا ضروری ہے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ دعا سکھائی اور فرمایا کہ مغرب کی اذان کے وقت یہ پڑھا کرو:

اللھم ان هذا الجبال لیسلک و ادبار نہارک و اصوات دھانک
فاغفر لی۔ (۱۲۴)

ترجمہ: اے اللہ! یہ تیری رات کے آنے اور دن کے جانے اور تیرے بلانے کی آواز کا وقت ہے، مجھے بخش دے۔

ساختہ ارحام

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سن و قات میں اشتکاف پایا جاتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر میں سن ۵۸ھ بیان کیا ہے۔ جبکہ اہل قادی کی روایت میں ۵۹ھ میں انتقال ہوا۔

ابن حبان کہتے ہیں کہ سیدہ ۹۱ھ میں انتقال ہوا، جب سیدہ ام حنین کی شہادت کی خبر پہنچی تھی۔ اور ابو نعیم کہتے ہیں، ۹۲ھ میں انتقال ہوا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب ”الاصابہ“ اور ”تقریب“ میں اسی قول کو راسخ قرار دیا ہے۔ (۱۲۵)

ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ عمر سیدہ ام سلمہ نے پائی اور تمام ازواج کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک ۸۴ سال تھی۔

امام ابن حجر فرماتے ہیں، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ شوال کے آخری دنوں میں ۴۰ھ کو ہوا اور ذی قعدہ ۵۹ھ میں انتقال فرمایا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نماز چٹا زوچ صائی۔ سیدہ کے پہلے شوہر کے دو بیٹوں، عمر اور سلمہ نے، اور عبداللہ بن عبداللہ بن ابی اسید اور عبداللہ بن وہب بن زعدہ نے قبر میں اتارا، اور جنت البقیع میں مدفون ہو گئے۔ (۱۲۹)

ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

نام و نسب

نام زینب، کنیت ام الحکم قبیلہ قریش کے قاضی ابن اسد بن خزیمہ سے ہیں۔

سلسلہ نسب یہ ہے: زینب بنت جحش بن رباب بن صخر بن صبرہ بن جبرہ بن کثیر بن خثعم بن دوان بن سعد بن خزیمہ۔

والدہ کا نام امیرہ تھا جو عبدالطلب کی صاحبزادی تھیں۔ اس رشتہ سے سیدہ زینب حضور النور صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی چچا بھی زاد، بہن تھیں۔ (۱۳۰)

سیدہ زینب کا پہلے نام پسر وقتا، پھر حضور النور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کر کے زینب نام رکھا۔ امام کمالی نے ہر واقعہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت بیٹھ نبوی سے ۳۳ سال پہلے مکہ مکرمہ میں ہوئی، یسوی ۵۹۰ھ تھا۔ قبیلہ ہوا سعد خزیمہ میں پیدا ہوئیں اور بڑے ناز و نعم و عزت و جمال اور حسب و نسب کے فخر کے ساتھ ان کی پرورش ہوئی۔

اسلام

جب مکہ مکرمہ اسلام کی مہل ہوا اذان سے پہلے ربا تھا، اور حنظلہ اور ہاشم و لوگ جاہلیت کے گٹھ ٹوٹ اندھیروں سے تہات کے گٹھ ٹوٹ گئے اور سعادت مند لوگ دعوت اسلام قبول کر کے رب کی رضا حاصل کر رہے تھے، انہی ایام میں عبداللہ بن جحش نے بھی داعی اسلام کو لبیک کہا۔ اس وقت تک سیدہ خاتون النور صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی دارقم کے مکان میں پناہ گزین نہیں ہوئے تھے۔

ان کے ساتھ جلد ہی ان کا خاندان بھی حلقہ نبوی اسلام ہو گیا تھا، اور ان کی بہن زینب بھی ان ایمان لانے والوں میں شامل تھیں۔ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

کانت قدیمۃ الاسلام۔

ترجمہ: آپ قدیم الاسلام تھیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ایک بڑے غلط، پا کھار دل کی مالک تھیں۔ اعلیٰ جاہلیت سے بھرپور تھیں۔ دلی دجائیل جہر کی طرف متوجہ ہوئیں اور اسلام میں اتنی فحش گاہت ہوئیں کہ عورتوں کی دلیا میں درج ہاتھ کی گناہات اور بھلائی کے اعتبار سے سردا قرار پائیں۔

ہجرت

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا قرآنی فیض سے لطف اندوز ہوتی رہیں اور مسلمانوں کی بوجھتی ہوئی تعداد سے سرد ہوئیں۔ لیکن قریش کا دس ستم بھی بڑھتا جا رہا تھا۔ ان کے ظلم و جور سے یہ خاندان بھی محفوظ نہ تھا۔ انہوں نے دوسری مرتبہ ہجرت حبشہ کے موقع پر اپنے تمام خاندان یعنی دو بھائیوں (الاحمد، عبید اللہ)، تین بہنوں (زینب، ام حبیبہ، محمد بنت جحش) اور عبداللہ کی بیوی (ام حبیبہ بنت الاسفانیان) کے ساتھ ہجرت کی۔

عبید اللہ نے حبشہ میں اصراریت اختیار کر لی اور وہاں بیوہ خاک ہوا۔ حضرت عبید اللہ بن جحش اپنے بچہ خاندان کو وہاں تک لے گئے اور پھر کمرہ خدمت اپنے قبیلہ کی خدمت بن دووان کے تمام افراد کو، جو سب کے سب دائرۃ اسلام میں داخل ہو چکے تھے، ساتھ لے کر مدینہ منورہ ہجرت کی۔

موصوف نے اپنے کتبہ قبیلہ کے لوگوں سے مکہ مکرمہ خالی کر دیا۔ محلہ کا محض بے رونق ہو گیا اور بہت سے مکانات منتقل ہو گئے۔ بنو جحش نے حضرت عبید اللہ بن جحش کی قیادت میں ہجرت کی۔ اس پاک باز قافلہ میں ابواحمد جحش، جو چٹائی سے محروم ہو چکے تھے، محمد بن عبداللہ بن جحش اور خاندان کی خواجہاں تھیں جس سے زینب بنت جحش، محمد بنت جحش یعنی مصعب بن عمیر کی زوجہ اور ام حبیبہ بنت جحش، جو حضرت عبدالرحمن بن عوف کی زوجہ تھیں، شامل تھیں۔ (۱۸۸)

ایسٹانیان نے بنو جحش کے تمام گھروں پر قبضہ کر لیا۔ جب عبید اللہ بن جحش نے بارگاہ رسالت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "عبداللہ! کیا تم اس پر راضی تھیں کہ اللہ تعالیٰ ان گھروں کے بدلے تمہیں جنت کے اعلیٰ ترین مگر عطا فرمائے۔ انہوں نے عرض کی، ہم راضی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ تمہیں ضرور ملیں گے۔"

کتاب

اور اشارہ پائی ہے:

إِنَّ أَخْجَرَ نَحْنُ جَعَلَهُ اللَّهُ تَعَالَى حُكْمًا. (سورۃ الحجرات: ۱۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں زیادہ معزز وہ آدمی ہے جو زیادہ دھمکی ہے۔

اسلام کے اولین مقاصد میں یہ بات شامل تھی کہ لوگوں کے درمیان مصیبت، جاہلی فحشیت اور رنگہ نسل کے امتیازات مٹا دیے جائیں اور فضیلت کا معیار تقویٰ کو قرار دیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تقویٰ کے پیمانے سے لوگوں کے درمیان اعلیٰ مساوات کو فروغ دیا اور اس بے مقصد طبقاتی فرق کو پامال کرتے ہوئے آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کا بیٹھا دیا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدہ زینب کا سیدہ زید سے نکاح کر دینے میں یہ مصلحت بھی تھی کہ آپ سیدہ کو ان کے ذریعہ کتاب و سنت کی تعلیم سے بہرہ ویاب کرانا چاہتے تھے۔

سیدہ زینب سیدہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی زادہ تھیں اور نہایت شریف اور معزز خاندان سے تعلق تھا۔ جبکہ سیدہ زید رضی اللہ عنہ صومالی (یعنی آزاد کردہ غلام) تھے۔ اور عرب میں دستور تھا کہ کسی آزاد کردہ غلام سے نکاح باغیہ تک و عار سمجھا جاتا تھا۔ سردود عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدہ کو اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کا بیٹھا دیا تو سیدہ زینب اور ان کے بھائی عبداللہ نے صاف انکار کر دیا اور اس رشتہ پر راضی نہ ہوئے۔ ان کا خیال تھا کہ زید کسی اور خاندانی حیثیت سے کم ہیں اور زینب اعلیٰ خاندان سے ہیں۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا.

(سورۃ الاحزاب: ۳۶)

ترجمہ: اور کام نہیں کسی ایمان دار مرد کا نہ عورت کا، جب غیر خدا سے اللہ اور اس کا رسول کچھ کام کر ان کو مانگے، اور ان کے اختیار پر کام کا کام نہ ہو کوئی یہ حکم جاتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے سوا وہ کچھ صریح ہو کر۔

نایت درجہ محبوب محبت تھے۔

خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس رسم پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فصل اور غسل سے توبہ دیں۔ آپ ﷺ کو بڑے ریدہ و سیاحی پہن کر دیا گیا کہ بڑے کے خلاق دینے کے بعد نذیبہ آپ ﷺ کی زوجیت میں آئے گی، تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ نہ بولے دینے کی بیوی کا وہ حکم نہیں جو صلیبی دینے کی بیوی کا حکم ہے۔

فرض یہ کہ آپ ﷺ کو بڑے ریدہ و سیاحی پہن کر دیا گیا کہ نذیبہ آپ کے نکاح میں آئے گی۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بد باتوں کے طعن و تحقیر کے خیال سے کہ یہ ملعونہ ہیں گے کہ اپنے حقیقی کی جود سے نکاح کر لیا، شرم کے مار سے اس چشین کوئی کسی پر ظاہر نہیں فرمایا، بلکہ اس کو دل میں ہی پوشیدہ رکھا۔ اور خیال کیا کہ خدا کی خبر یا حق ان اور صدق ہے اور وقت آئے پر خود ظاہر ہو جائے گی۔

بیر خدا تعالیٰ کی طرف سے فی الحال اس چشین کوئی کے اظہار اور اعلان کا بھی کوئی حکم اور اشارہ نہ تھا، اس لیے آپ ﷺ نے اس امر کو بیوقوفوں میں مخفی رکھا اور شرعی طور پر بڑے کو یہ مشورہ دیتے رہے کہ نذیبہ کو طلاق نہ دینا، اس لیے کہ شریعت کا حکم یہی ہے کہ شوہر کو مکی مشورہ دیا جائے کہ اپنی بیوی کو طلاق نہ دو اور بیوی کی بے اختیاری اور چہرہ و سیاحی پر مبرکرو۔

اگر کسی کو بڑے ریدہ و سیاحی اور الہام یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی طور پر آئندہ وہل کر یہ ماجرہ پیش آنے والا ہے اور قضا و قدر میں یہ مقدمہ ہو چکا ہے تو فی الحال ابھی تک حکم کا اتباع کرنا ہوگا، قضا و قدر اپنے وقت پر خود ظاہر ہو جائے گی۔ (۱۲۹)

حرمیم نبوی میں آید

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب سیدہ و نذیبہ رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی تو سرورہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کو حکم دیا کہ خود جا کر نذیبہ سے میرے نکاح کا نظام دیو۔ سیدہ نازہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے نکاح کا بیظام لے کر سیدہ و نذیبہ کے درودست پر حاضر ہوئے۔ سیدہ اس وقت آگاہ نہ تھیں کہ نذیبہ نے بیوقوف نہیں۔

سیدہ نازہ نے محض اس خیال سے کہ حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کی خواہش کا اظہار فرمایا ہے، اس لیے تعیناً نذیبہ کو دیکھنا بھی سوئے ادب سمجھا، اس لیے ان کی طرف پیچھے کی

اس آیت میں مومن سے مراد خدا تعالیٰ بن بخش اور مومن سے سیدہ و نذیبہ مراد ہیں۔ یعنی کسی مومن اور مومن کے لیے یہ باتیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کر دے تو اس پر باطنی نہ ہوں۔ اس کے بعد سیدہ و نذیبہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت کی ہمت نہ کر سکیں۔ انہوں نے اس فیصلہ کے سامنے تسلیم خم کر دیا اور ان کا نکاح نہ دینا نہ ہوا۔

یہ ایک عظیم الشان طرہ اختیار تھا جو سیدہ نازہ رضی اللہ عنہا کے دستار فضل پر نصب ہوا۔ لیکن یہ بیخود زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہا۔ نسبی و خانوادگی عدم توازن نے دونوں کے صلح مزاج میں خلیب و فراز پیدا کر دیا۔ سیدہ نازہ نے دربار نبوت میں ناموافقیت اخلاقی اور نذیبہ کی بے اشتیاقی کی شکایت کی۔ اور عرض کرنے لگے کہ میں نذیبہ کو طلاق دے دو دینا ہوں۔

سرورہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری خاطر سے تم نے اس تعلق کو قبول کیا ہے، اس لیے اب چھوڑنے میں ذلت و رسوائی ہوگی اور مجھے خاندان میں ندامت اور شرمندگی ہوگی۔ لیکن اللہ جل جلالہ کی جانب سے نازہ اور نذیبہ کی زندگی میں جنگی نہیں لکھی، حتیٰ الی اور جدائی ان کی ازدواجی زندگی کا مقدمہ تھی۔ اس میں اللہ جل شانہ کی حکمت یہ تھی کہ وہ "حقیقی" کے جاہلی اصول و قواعد کا قلع قمع کر دے۔

جب سیدہ نازہ رضی اللہ عنہا سے آگاہ گئے اور بہت تک ہو گئے تو پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے طلاق کی اجازت مانگی۔ آپ ﷺ نے پھر ہمنامے کی تعمین فرمائی۔ آپ ﷺ بھی اس نتیجہ پر پہنچ گئے تھے کہ طلاق کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ باوجود طلاق کی اجازت دے دی اور حضرت زینبہ نے طلاق کے ذریعہ اپنا ازدواجی تعلق منقطع کر لیا۔

حضرت علامہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کو اس طرح بیان فرماتے ہیں، جب ہار ہار یہ بھٹلے اور قہقہے پیش آتے رہے تو آپ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اگر زینبہ نے نذیبہ کو طلاق دے دی تو نذیبہ کی بدبوئی بغیر اس کے ممکن نہیں کہ میں خود اس سے نکاح کر لوں۔ لیکن جاہلوں اور منافقوں کی بدگوئی سے اندیشہ کیا کہ یہ لوگ یہ طعنہ دیں گے کہ اپنے بیٹے کی جود کو نکھیں دیکھ لیا، یعنی اس سے نکاح کر لیا۔

حالانکہ بے گناہ یعنی "حقیقی" کی طرح طعنہ دینے کے حکم میں نہیں۔ اور عرب میں عدت سے پہلے ایک مرد و ستور چلا آ رہا تھا کہ جس کو نہ بولا جینا نہیں، اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنے کو

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش ظاہرہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف فرما تھے آپ ﷺ پر یہ آیتیں نازل ہوئیں تو آپ ﷺ کے چہرہ انور پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: لوگو! میں ہے جو زینب کو یہ بشارت سنا دے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر میرے ساتھ اس کا نکاح کر دیا ہے۔

وَاذْ تَقُولِي لِلَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ... اَللّٰهُ اَعْلَمُ

آپ ﷺ نے آخر تک یہ آیتیں چڑھ کر پڑھیں تاکیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیتیں تلاوت فرما چکے تھے خیال آیا کہ حضرت زینب پہلے ہی حسین جلیل جنس، وارباب و اس بات پر بھی فخر کریں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کا عقد ہو گیا۔

ولیس

ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اللہ جل مجدہ نے اپنی خاص ولایت سے فرمایا تھا اور پھر اس کے متعلق قرآنی آیات بھی نازل فرمائیں، اس لیے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح کے لیے جس خاص اجازت فرمائی تھی، سبج بخاری شریف میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بیوی کے لیے جس میں اس قدر اہتمام نہیں فرمایا، جس قدر سیدہ زینب بنت جحش کے لیے نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ نے ایک بکری ذبح فرمائی اور لوگوں کو کھانے پر بلایا اور پھر لوگوں کو گوشت و دہن ملوائی۔

لوگ کھانا کھا کر چلے گئے مگر جس آدمی بیٹھے بائیں کرتے رہے، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شربت حیا کی جگہ سے زبان سے تو یہ کچھ نہ فرمایا لیکن مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تاکہ وہ سمجھ جائیں۔ آپ ﷺ حضرت عائشہ کے حجرے میں تشریف لے گئے اور فرمایا: السلام علیکم اہل البیت ورحمة اللہ علیہم سیدہ زینب نے جواب میں عرض کیا، وعلیک ورحمة اللہ۔ پھر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو مبارکباد دی۔ کچھ بعد حکم فرمایا: ارجعوا من حراش میں تشریف لے گئے اور سب سے اسی طرح کام فرمایا۔ اور یہ آیتیں نازل ہوئیں: (۱۳۲)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَبِذٍ فِيهَا وَلَكِنْ إِنْ دَخَلْتُمْ فَلَا تَكُونُوا أَكْثَرًا مِنْ طَعَامِهِمْ فَلَا تَذْهَبُوا مِنْهَا

فَلَا تَذْهَبُوا مِنْهَا وَلَا تَكُونُوا أَكْثَرًا مِنْ طَعَامِهِمْ فَلَا تَذْهَبُوا مِنْهَا

اور دوسری طرف منکر کے کھڑے ہوئے، اور جو کچھ کہنا تھا، عرض کیا (حالانکہ ابھی تک پروردگار تعالیٰ کا حکم نازل ہی نہیں ہوا تھا۔ یہ ان کے تقویٰ اور ذراغ کے کمال کا اظہار تھا)۔ اور عرض پر دوازہ ہوئے اسے زینب! مبارک ہو! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے، وہ آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔ (۱۳۰)

عرش پر میں پہنچا

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فی البدیہہ جواب دیا کہ میں اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتی جب تک میں اپنے پروردگار عزوجل سے مشورہ، یعنی استخارہ نہ کروں۔ اسی وقت انھیں اور گھر میں جو ایک جگہ مسجد کے نام سے مہارت کے لیے مخصوص کر رکھی تھی وہاں مشغول استخارہ ہو گئیں۔ چونکہ سیدہ نے اس معاملہ میں کسی مخلوق سے مشورہ نہیں کیا، خدا نے عزوجل سے مشورہ چاہا اور اسی سے خیر کی طیارہ ہوئی، کیونکہ وہی ایمان والوں کا ولی ہے، اس لیے اللہ رب العزت نے اپنی خاص ولایت سے آسمانوں پر فرشتوں کی موجودگی میں بغیر کسی دلی اور گواہ کے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔

آسمانوں میں تو اعلان ہو ہی کیا تھا اب زمین پر بھی اس کے اعلان کی ضرورت تھی۔ چنانچہ جبرئیل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ إِذْ وَصَّيْهِ بِالْزَّوْجِ الَّذِي يَرْضَاهُ

ترجمہ: ہمیں جب زینب بنت جحش سے اپنی عیادت پوری کر چکے (اور ان کو طلاق دے دی) تو اسے تمہارا کریم (یعنی تمہارے لیے زینب کا نکاح) آپ سے کر دیا۔

اس کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور بلا اذن داخل ہوئے۔ (۱۳۱)

ایک روایت میں ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف فرما ہوئے تو انہوں نے عرض کیا، کیا یہ آسمانی حکم سے نکاح ہوا ہے؟ پھر کیا یا رسول اللہ! اخیر خلیہ اور گواہ کے نکاح ہو گیا ہے؟ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللَّهُ الْمُزَوِّجُ وَ جِبْرِيلُ الشَّاهِدُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نکاح خواں اور فرشتے گواہ تھے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں، کھانا کھانے والے آئے، یہاں تک کہ عقد اور آپ ﷺ کا حجرہ بھر گیا۔ آپ ﷺ نے اس طلو سے پراچا سوپ مبارک رکھ کر کچھ پڑھا اور پھر دس آدمیوں کو کھانے لگے اور ان سے کہا کہ اللہ کا نام لے کر ہر ایک آدمی اپنے سامنے سے کھائے۔ سب نے شکم سیر ہو کر کھایا۔ ایک کردہ داخل ہوتا، وہ کھانا کھا کر نکلتا، پھر دوسرا داخل ہوتا اور سیر ہو کر باہر نکلتا۔ یہاں تک کہ سب نے خوب سیر ہو کر کھایا۔

پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا، انسؓ اب اس طشت کو اٹھاؤ۔ میں نے جب اسے اٹھایا تو میں نہیں سمجھتا کہ جب میں نے طشت اٹھا تھا اس وقت طلو زیادہ تھا یا جس وقت سب کے کھالینے کے بعد جب طشت اٹھایا اس وقت زیادہ تھا۔ (۱۳۳)

نزولِ حجاب

ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے موقع پر سیدہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ ولیمہ کی، اور سبکی نزولِ حجاب کا سبب بنا۔ آیات حجاب لوگوں کی تعلیم اور رخصت کے لیے نازل ہوئیں کہ لوگ نجی کے گھر بغیر اجازت داخل نہ ہوں اور جب انہیں کھانے وغیرہ پر بلایا جائے تو وہ آئیں مگر کھانا کھا کر جلد چلے جائیں، گپ شپ کے لیے نہ کہیں۔

بعض روایات میں یہ ہے کہ حکم کا نزول عامہ راقی رضی اللہ عنہ کے موافقات میں ہے، جیسا کہ امام بخاری سیدہ انس رضی اللہ عنہ ہی سے نقل کرتے ہیں کہ سیدہ عامہ راقی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کے ہاں "تک وید" ہر طرح کے لوگ آتے ہیں، اگر آپ ﷺ چاہیں تو امہات المومنین کو پردہ کرنے کی تلقین فرمائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حجاب کی آیات نازل فرمائیں۔ (۱۳۵)

امام ابن سعدؒ نے حضرت انسؓ سے روایت نقل فرمائی ہے:

پہلی مرتبہ آیات حجاب سبب سرور و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کے موقع پر نازل ہوئیں۔ یہ واقعہ ہجرت کے پانچویں سال کا ہے۔ اللہ جل شانہ نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کو مسلم خواتین کے لیے قیامت تک کے لیے ہدایت قرار دیا اور حوا کی مثالیں پر پردہ کو فرض قرار دے کر شرف پاکیزگی اور خلوص کا عقد عطا فرمایا۔ (۱۳۶)

وَلَا تَسْبَغْنَ إِلَّا بَعْدَ صَلَاتِكُمْ خُفَاً ذَلِكُمْ يُوْضِي الْبُيُوتَ وَيَسْمَعُ بَيْتَهُمْ ذَوَاتُ الْأُنْثَى لَا يَسْمَعُ مِنَ الْخَلْقِ وَأَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلْنَهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ.

(سورۃ الاحزاب: ۵۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! نجی کے گھروں میں نہ داخل ہو مگر جب تمہیں اذن دیا جائے، کھانا کھانے کے لیے اسے اس حال میں گاس کہ کپٹنے کا انتظار نہ کرو، نہ کہو، نہ کہو یا جائے کہ اب کھانا تیار ہو گیا ہے تو آ جاؤ اور جب کھانا کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو آخر کچلے جاؤ اور باتوں میں نہ لگ جاؤ اور وہ کہنے سے شرمائے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو حق بات کہنے میں کوئی حجاب نہیں۔ اور اگر تم بیویوں سے کوئی ضرورت کی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، اس میں تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی عبادت اور صفائی ہے۔

سیدہ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو میری والدہ ام سلمہؓ نے (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ میں خالہ تھیں) سمجھو رکھی اور بغیر سے جس (ایک خاص قسم کا طلو) تیار کیا اور میرے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور کہا، عرض کرنا کہ یہ میری والدہ نے بھیجا ہے وہ آپ ﷺ کی خدمت میں سلام بھیجیں اور عرض کرتی ہیں، ہماری طرف سے یہ کلیل سا پردہ ہی قبول فرمائیں۔

سیدہ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں وہ مالیدہ کا کشتہ کے رستہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنی والدہ مجھ سے سلام عرض کیا اور یہ بھی کہا کہ یہ ہماری طرف سے کلیل سا پردہ ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے رکھ دو۔ پھر اشارہ فرمایا، جاؤ اور لڑکھاں لڑاں کو لکھا لاؤ اور جو بھی آدمی سامنے ملے اسے بھی بلاؤ۔ آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کے نام بھی لیے، چنانچہ جن کے نام لیے وہ بھی اور جو سامنے میں ملائے بھی آپ ﷺ کی طرف سے دعوت دے گیا۔ جب وہ سب آگئے، راقیہ عدت کہتے ہیں، حضرت انسؓ سے پوچھا گیا، ان کی تعداد کتنی تھی؟ تو انہوں نے بتایا، تین سو تھی۔ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انسؓ! وہ طشت لاؤ۔

مطلق معظم پاکستان مفتی محمد شفیع (۱۳۸۶ھ) لکھتے ہیں:

بالا اتفاق علمائے امت، اس پر وہ سے مطلق پہلی آیت ہو ہے جو اب ذکر ہوئی (لا تَذْخُلُوا
بُنُوثَ النَّسَبِ) اور یہ آیت حضرت زینب بنت جحش کے نکاح اور حرم نبوی میں داخلہ کے وقت
نازل ہوئی ہے۔ (۱۳۷)

جو دو تھا

شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مصعب جو دو تھا کا مشاہدہ دن رات اسماء بنت المومنین
کرتی رہتی تھیں، اس لیے ان میں بھی یہ وصف بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔ تصورِ ایاز زیادہ جو مال بھی آتا،
اُسے راہِ خدا میں خرچ کرنے میں جلدی کی جاتی۔ اپنی ذاتی ضروریات کی قطعاً پروا نہیں ہوتی
تھی۔ ام المومنین سیدہ رضی اللہ عنہا بھی راہِ خدا میں بے دریغ خرچ کرتی تھیں۔ سیدہ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس وصف کو ایک عجیب انداز میں بیان فرمایا۔

ازواجِ مطہرات میں سے کسی سے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول
اللہ! ہم میں سب سے پہلے کون وفات پا کر آپ ﷺ سے جا ملے گی؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم میں سے جو سب سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی ہے۔

آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ سعادت و بخشش اور جو دو کرم کے لحاظ سے تم میں سے جس کے
ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہیں وہ سب سے پہلے وفات پا کر میرے پاس آئے گی۔ ازواج
مطہرات حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بارہا کو نہ سمجھ سکیں، اس لیے وہ ایک لکڑی کے کرپے
اپنے ہاتھ نہاپے لگیں۔

ایک روایت میں ہے، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدہ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب بھی ہم ازواجِ آپ میں کسی کے گھر پر جمع ہوئیں تو وہاں
پر ہم اپنے ہاتھ خوب سمجھ کر رکھتیں اور ناپا کرتی تھیں۔ اس سے ہمیں اندازہ ہوا کہ حضرت سرور
رضی اللہ عنہا ہم میں سب سے زیادہ لمبی ہیں، لہذا ان ہی کے ہاتھ بھی سب سے زیادہ لمبے
تھے۔ (۱۳۸)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے
بعد سب سے پہلے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، اچھا لکھو وہ بہت دھان پان اور مختصر قد

قامت کی تھیں، اُس وقت ہم نے سمجھا کہ لمبے ہاتھوں سے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد
صدقہ و خیرات اور فیاضی تھی، جیسا کہ ذیل آیت میں تھا۔ کیونکہ حضرت زینب دستکار تھیں اور اپنی
حیثیت سے کارکنِ صدقہ و خیرات کیا کرتی تھیں۔ (۱۳۹)

امام نووی فرماتے ہیں۔

میرت نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد
آپ ﷺ کی ازواج میں حضرت زینب ہی وہ پہلی خاتون ہیں جن کو آپ ﷺ نے (۱۴۰)

امام نووی مزید فرماتے ہیں

اہلِ لغت کسی آدمی کی سخاوت اور فیاضی کا تذکرہ کرتے تو یہ محاورہ استعمال کرتے ہیں:

فلان طویل الید و طویل الباع.

اور جب کسی کی بھوک کی یاد کرنا ہو تو کہتے ہیں:

قصیر الید و الباع.

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کھانوں کو زینکے کی ضروری کر کے رقم صدقہ کرو دیتی تھیں۔ (۱۴۱)

علامہ ابنِ حجر مہمل لکھتے ہیں کہ سیدہ دستکاری کے ذریعہ جو کچھ کما تھیں، راہِ خدا میں صدقہ
کرو دیتی تھیں۔ (۱۴۲)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

زینب سے بڑھ کر کوئی عورت میں نے نہیں دیکھی جو اپنی جان کو محنت میں کھپا کر مالِ کفائی
اور صدقہ کرو دیتی ہو اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتی ہو۔ (۱۴۳)

ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا محنت کر کے جتنا کچھ کما تھیں، سارا سکینوں پر صدقہ کر
دیتی تھیں۔ اس سے بہت سے سکین اور غریب لوگوں کا کام چلتا تھا، جس کی وجہ سے ان کا لقب
"ہائی السکین" (سکینوں کا گھرانہ) پڑ گیا تھا۔ (۱۴۴)

ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنی مقدس زندگی کے اختتام پر بھی صدقہ کرنے ہی کی
وصیت فرمادی ہیں۔

سیدہ نے فرمایا، میں نے اپنے لیے کفن تیار کر کے رکھا ہوا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ
بھی میرے لیے کفن تیار کیا ہے، اس لیے تم دونوں میں سے ایک کفن کو صدقہ کر دینا۔ چنانچہ ان کی

وصیت کے مطابق اُن کی بہن حضرت حمزہؑ نے اس کفن کو صدقہ کر دیا تھا ستیہ نے اپنے لیے تیار کیا تھا۔ (۱۳۶)

ام المومنین ستیہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے ستیہ زینب رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد فرمایا:

لقد ذهبت حميدة، متعبدة، مفزع النضامی والا واصل۔ (۱۳۷)

ترجمہ: تعریف کے لائق اور عبادت گزار ہو کر دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئی کہ قمیصوں اور بیواؤں کو گھبراہٹ میں ڈال گئیں، کیونکہ وہ آپ صوفیوں کے ہم پر کون خرچ کرے گا۔ ام المومنین ستیہ زینب رضی اللہ عنہا دنیا کی رنگینیوں، مال و دولت یا کسی اور چیز کا شوق نہیں رکھتی تھیں، بلکہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں۔ چھڑا پنکھا، اسے صاف کرتیں یا اپنے ہاتھ سے سلیم کا اونٹ بنا کر پیش کر دیا اور اس کی ساری رضی آلہ اللہ کے راستے میں خرچ کر دیتی تھیں۔

زہد و تقویٰ

ام المومنین ستیہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے زہد و تقاہ کے بیٹا اور واقعات ہیں۔ ہم ستیہ کی بانی حضرت برزہ و بنت رافعہ کی زانیہ اُن حالات کو پیش کرتے ہیں:

برزہ فرماتی ہیں کہ جب ستیہ طاہرہ صدیقہ عظیمہ رضی اللہ عنہا نے وہاں تک تقسیم فرمائے تو ستیہ کی خدمت میں پہلی مرتبہ اُن کا وظیفہ پہنچا۔ ستیہ نے خیال فرمایا کہ یہ مال تمام اذواق منہرات کے لیے ہے۔ لیکن انھیں بتایا گیا کہ یہ مال صرف آپ کے لیے ہے۔ آپ نے فرمایا: "سمان اللہ!" پھر اپنے اور اس مال کے درمیان ایک پردہ ڈال دیا (تاکہ وہ مال انھیں بھی نہ آئے، کیونکہ وہ ایک انجینی چور اور عاصم ہے)۔

ستیہ نے برزہ کو حکم دیا کہ یہ مال ایک طرف ڈال دو اور کپڑا اس پر ڈھا تک دو۔ پھر باندی کو فرمایا اس کپڑے کے بیچے سے مجھے کھانے کا پیچہ کو دے اور منی بھر فلاں کو دے آ۔ جب اس طرح وہ مال تقسیم ہونا پڑا تو برزہ اسرارہ کو برزہ نے عرض کیا، اے ام المومنین! اللہ تعالیٰ آپ کی مفکرت فرمائے، اس مال میں آخر ہمارا بھی کچھ ہے۔ آپ نے فرمایا، اس کپڑے کے بیچے جو باقی ہے، سب تم لے لو۔ برزہ کہتی ہیں کہ جب میں نے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو ۸۵ درہم تھے۔ جب سب مال تقسیم ہو چکا تو ستیہ نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی:

اللھم ما یفرد کسی عطاء عمر بعد عامی هذا۔ (۱۳۸)

ترجمہ: اے اللہ! اس سال کے بعد عمر کا کوئی عطا مجھے نہ ملے۔

چنانچہ سال گزرنے نہ پایا کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ ستیہ زینب رضی اللہ عنہا کا سالانہ وظیفہ بارہ ہزار درہم تھا۔

جب دوبارہ ہزار درہم بیت المال سے آپ کی خدمت میں بھیجے گئے تو بار بار کہتی تھیں:

اللھم ما یفرد کسی هذا المال من قابل فانه لفتنة۔

ترجمہ: اے اللہ! یہ مال آنکھ میرے پاس نہ آئے پائے، یہ بڑا الفتنة ہے۔

یہ کہہ کر اسی وقت دوسرا مال اپنے اقرباء اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا۔ جب ستیہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ یہ ایسی خاتون ہیں جن سے خیر ہی کی امید کی جاسکتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے خیر اور بھلائی ہی کا کارواں دیا گیا ہے۔

امیر المومنین ستیہ کا عمر رضی اللہ عنہ خود ستیہ کے در دولت پر تشریف لائے، دروازہ پر

کھڑے ہو کر سلام پیش کیا اور فرمایا، مجھے معلوم ہے کہ آپ نے دو سواری رقم صدقہ کر دی ہے۔ یہ

ایک ہزار درہم اور پیش خدمت ہیں، اُنی ضروریات کے لیے رکھ لیں۔ لیکن ستیہ زینب رضی اللہ

عنہا نے اسے بھی اسی وقت فرما دیا اور ضرورت مندوں میں تقسیم فرمایا۔ (۱۳۹)

ام المومنین نے اپنے تذکرہ میں مذکور ایک درہم چھوڑ اور نہی و پناہ ان کے پاس جو کچھ بھی

آتا ہوا خدا میں صدقہ کر دیتی تھیں، اور یہ مساکین کی پناہ گاہ تھیں۔ (۱۴۰)

درع و تقویٰ

ام المومنین ستیہ زینب رضی اللہ عنہا تقویٰ و طہارت، یہ بیڑ نگاری اور ذریعہ میں بھی بہت

بلند مقام رکھتی تھیں۔ ام المومنین ستیہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا جب منافقین نے بہت

لگاؤ تو چند شخص صحابہ اور ستیہ زینب رضی اللہ عنہا کی، بہن منہجی اس پر بیٹھنے سے حشر ہو گئے۔

لیکن ستیہ زینب کا دامن تقدس تابدار رہا۔

چنانچہ جب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستیہ زینب سے ام المومنین ستیہ عائشہ

صدیقہ کے متعلق رائے دریافت فرمائی تو انہوں نے یوں دروغاتی فرمائی:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احمی سمعی و بصری۔ واللہ

ما علمت علیہا الا خیرا (۱۵۱)

ترجمہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے کان اور آنکھ کو کھنکھاتی ہوں۔ خدا کی قسم! میں نے ان کے متعلق سوائے خیر اور بھلائی کے کچھ نہیں جانتی۔

یعنی جو چیز میری آنکھ نے نہیں دیکھی اور نہ میرے کان نے سنی، وہ میں اپنی زبان سے کہے کہہ سکتی ہوں۔ سیدہ زینب کو معلوم تھا کہ عائشہ میری سوگنی ہے، اور وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محب ہیں۔ اگر آپ ﷺ جانتیں تو اس وقت کوئی کلمہ ایسا کہ گزرتا جس جو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں میں گرانے کا سبب بن سکتا، لیکن ان کے کمال اور تقویٰ نے اس کی بھی اجازت نہ دی کہ خاموشی اپنائیں، بلکہ قسم و حصر کے ساتھ فرمائی ہیں۔

واللہ ما علمت علیہا الا خیرا۔

ترجمہ: خدا کی قسم! میں تو انہیں خیر دہی اور بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتی۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ خاتونہ رضی اللہ عنہا نے ان کے درج اور تقویٰ کا اعتراف ان الفاظ میں فرمایا:

لعلیہا اللہ بالودع (۱۵۲)

یعنی: اللہ تعالیٰ نے درج اور پرہیزگاری کی بدولت زینبؓ بہت جوش کو اس قدر سے محفوظ رکھا۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

وہ دین تقویٰ، درج، عقادت اور بھلائی کے کاموں کے اعتبار سے خواتین کی سردار تھیں۔ (۱۵۳)

علامہ ترمذیؒ ایک اور شہادت اس طرح پیش فرماتے ہیں:

”سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ایک نور، کثرت سے روزے رکھنے والی، شب زندہ دار، اپنے ہاتھ سے محبت کر کے آدمی مساکین پر بخوار کرنے والی خاتون تھیں۔“ (۱۵۴)

علامہ ابن کثیرؒ نے بھی ان الفاظ میں مدح سرائی کرتے ہیں۔

”سیدہ زینب رضی اللہ عنہا پہلی مہاجر خواتین کی سرخیل، صدیقہ اور بھلائی کے کاموں میں سب سے آگے تھیں۔“ (۱۵۵)

انتقالِ مدظل

ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ۲۰ سال مطابق ۶۳۱ھ میں انتقال ہوا۔ جب سیدہ نے عہدوں کیا کہ اس پر وہ اپنے رب ذوالجلال کی خدمت میں حاضر ہونے والی ہیں، جبکہ وہ ہمیشہ اس مبارک ملاقات کے لیے تیار رہتی تھیں۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آگیا تو فرمایا، میں نے اپنا کفن تیار کیا ہوا ہے، ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی کوئی کفن بھیجیں، تو دونوں میں سے ایک کفن صدقہ کر دیتا۔ اور اگر میری ازاد (جینہ) صدقہ کر سکتی کر دیتا۔ (۱۵۶)

سرکشت موت کے عالم میں صدقہ اور بھلائی کرنا، بزرگی، عظیم الشان ہے، اور سامان آخرت کی پیش بندی کا تاہر الوقوع واقعہ ہے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ایسی ہی بے مثال عقادت کے قسطنطنیہ تھیں ”ام المساکین“ کا لقب سزاوار تھا۔

آخری لحاظ میں سیدہؓ نے وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی پر اٹھایا جائے۔ اس سے پہلے امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تابوت نبوی پر قبر تک پہنچانے کی سعادت حاصل ہو چکی تھی، اور یہ پہلی خوش نصیب خاتون تھیں جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد تابوت نبوی پر اٹھائی گئیں۔

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سیدہؓ کی وفات حسرت آیات کی اطلاع ملی تو آپ نے منادی کو حکم دیا کہ اعلان کر دو کہ سیدہ زینبؓ کے پاس ان محرم مردوں کے علاوہ کوئی آدمی نہ جائے۔ اور امیر المومنین اس تک دو میں مصروف ہو گئے کہ سیدہؓ کی میت کو غیر محرم مردوں کی نظروں سے مستور رکھ سکیں۔

اسی اٹھویں حضرت اسماء بنت جحش رضی اللہ عنہا نے بیٹا بھیجا کہ میں نے جہش میں دیکھا ہے کہ لوگ اپنے مردوں کے لیے گوارہ بنا رہے ہیں، چنانچہ سیدہؓ کے لیے بھی گوارہ بنا کر کپڑے سے ڈھک دیا گیا۔ سیدہؓ عمرؓ نے دیکھ کر بہت پندہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: یہ بہترین عیسا اور یاسی ہے۔ بھرنا دی کہ ذریعہ اعلان کرایا گیا کیا چنی ماں کی نماز جنازہ ادا کرنے کے لیے آجاء۔ لوگ جو درج حق سیدہؓ کے جنازہ کے لیے پہنچنا شروع ہو گئے۔ (۱۵۷)

بار کیا تھا۔ (۱۹۳)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنو مطلق اپنے سردار حارث بن ضرار کی سربراہی میں آپ ﷺ کے خلاف جنگ کی تیاری میں مصروف ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں اپنے قائم مقام ابوذر غفاریؓ یا تمیلہؓ میں مصروف تھا، یا ایک روایت کے مطابق عبداللہ بن ام کلثوم کو چھوڑ کر سات سو چار یاڑ صحابہ کے ساتھ ۳ شعبان ۵ھ میں بنو مطلق کی طرف روانہ ہوئے۔

حارث بن ضرار کو آپ ﷺ کی آمد کی اطلاع ہو چکی تھی۔ ساحل سمندر کے کنارے "قدیر" کے نواح میں پانی کے ایک جلاب "مرسیع" کے مقام پر ان سے آمنا سامنا ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت پیش فرمائی اور ہتھیار ڈالنے کے لیے کہا۔ لیکن انہوں نے اس کے جواب میں مسلمانوں پر تیرہ برس سے شروع کر دیے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین اسلام کو ان کے مقابلے کی اجازت دی اور فرمایا کہ انہی کو ان کو قتل کیا جائے جنہوں نے تیرہ برس سے ہیں۔ (۱۹۴)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ دشمنوں سے پکار کر دو:

فولوا لا اللہ الا اللہ، لنمعو ابھا الفسکم و اموالکم۔

ترجمہ: لا اللہ الا اللہ کا اقرار کر لو، اپنا کرنے سے تمہارے جان و مال محفوظ ہو جائیں گے۔ لیکن دشمن نے دعوت اسلام قبول کرنے کی بجائے تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔

امام محمد بن سعد بن منیع الزہریؒ (م ۲۴۱ھ) رقم طراز ہیں:

قبیل بنو مطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے تحقیق احوال کے لیے حضرت براءؓ و بن حبیبؓ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ حضرت براءؓ نے حارث بن ابی ضرار سے بالمشافہ بات کر کے واپس آ کر خبر کی تصدیق کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو تیاری کا حکم دیا۔

۳ شعبان ۵ھ کو اسلامی فوج مدینہ منورہ سے مرسیع کی طرف روانہ ہوئی۔ "مرسیع"

بنو مطلق کے ایک کنوئیں کا نام ہے، جو مدینہ منورہ سے نو (۹) منزل پر واقع ہے۔ اسلامی لشکر جس انصار اور کس مہاجرین پر مشتمل تھا۔ مال قیمت کے لالچ میں منافقین کی بھی ایک اچھی خاصی تعداد لشکر میں شامل ہو گئی، جو اس سے پہلے کسی خزدو میں شریک نہیں ہوئی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینبؓ بن حارث رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ اور اذواق مطہرات میں سے سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہیں بھی آپ ﷺ کے ہمراہ کرے۔

حارث بن ابی ضرار کو جب یہ اطلاع ملی کہ اسلامی لشکر حملہ آور ہونے والا ہے تو ان پر سخت خوف و ہراس طاری ہو گیا اور ان کی جمیعت منتشر ہو گئی اور وہ خود بھی کسی طرف بھاگ گیا۔ اسلامی فوج نے دفعتاً ان پر حملہ کر دیا۔ مرسیع میں آ کر لوگوں صف آراء ہو کر دو جنگ ہم کرتیر برساتے رہے۔ جب مسلمانوں نے یکایک کی زبردست حملہ کیا تو ان کے پاؤں اکٹھے اور انہیں شکست فاش ہوئی۔ دشمن کے دس آدمی مارے گئے، چھ مگر تیر ہوئے اقیم میں دو ہزار اونس اور پانچ چار کھریاں ہاتھ آئیں۔ (۱۹۵)

اس خزدو میں ہماری تعداد میں مرد و عورتیں اور بچے قیدی ہاتھ آئے اور حضرت جویریہؓ بھی ان قیدیوں میں تھیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قیدیوں کو اپنے صحابہ میں تقسیم فرما دیا۔ حضرت جویریہؓ اس تقسیم میں حضرت ثابت بن قیس بن ثمالؓ یا ان کے چچا زاد بھائی کے حصہ میں آئیں۔ لیکن انہوں نے باغی بن کر ہٹا پھرتے کیا اور حضرت ثابتؓ یا ان کے چچے سے بھائی سے کتابت کے لیے درخواست کی۔ حضرت ثابتؓ بن قیسؓ نے حضرت جویریہؓ سے نو (۹) اوقیہ سونے پر کتابت کا معاملہ کیا تھا (یعنی کچھ معاوضہ کے کچھوڑ دیں۔ ایک اوقیہ یا ٹالس درہم کا ہوتا ہے، جبکہ ایک درہم ۴۰ ماشا ایک دین یا ۱۵ اشقی کا ہوتا ہے)۔

لیکن سیدہ جویریہؓ نے پس پاس وقت سونا نہ تھا۔ انہوں نے چاہا کہ لوگوں سے چند دامگ کرے یہ رقم ادا کریں۔

حضرت جویریہؓ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئیں اور عرض گزار ہوئیں، یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو معلوم ہے کہ میں بنی مطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی نین لہوں۔ میری امیری کا حال آپ ﷺ سے پوشیدہ نہیں، تقسیم میں ثابت بن قیسؓ کے حصہ میں آئی

ہوں۔ انہوں نے مجھے مکہ مکرمہ لایا ہے، بدل کتابت میں آپ ﷺ کی خدمت میں اعانت کے لیے حاضر ہوئی ہوں۔ (۱۶۲)

حرمیم نبوی میں آہ

ابن اسحاق نے اس واقعہ کو سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ سیدہ قربانی ہیں کہ چونکہ جوڑیہ شریں اور اقصیٰ میں نے انہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے دیکھا کہ آپ ﷺ پر بھی ان کے حسن و جمال کا وہ اثر ہوگا جو مجھ پر ہوا ہے۔

غرض وہ حاضر خدمت ہوئیں اور اپنا ہندھ عایان کیا۔ درجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا جنہیں اس سے بہتر چیز کی خواہش نہیں؟ جنہوں نے عرض کیا، وہ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تمہاری طرف سے کتابت کی واجب الادا رقم میں ادا کروں اور آؤ کر کے سچے اپنے زوجیت میں لے لوں۔ حضرت جوڑیہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ مجھے منظور ہے۔ (۱۶۷)

امام ابن کثیر کی روایت میں یہ بھی ہے کہ تم اسلام قبول کر لو اور میں تمہارے ساتھ کھراج کر لوں گا۔ چنانچہ آؤ اور ہوا کے بعد حضرت جوڑیہ نے اسلام قبول کر لیا اور پھر آپ ﷺ نے کھراج فرمایا۔ (۱۶۸)

دوسری روایت کے مطابق حضرت جوڑیہ کا والد حادث رییس عرب تھا۔ جب حضرت جوڑیہ گرفتار ہوئیں تو حادث نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آؤ اور کہا کہ میری شان اس سے بالاتر ہے کہ میری بیٹی کنیز بن کر زندگی گزارے، میں اپنے قبیلہ کا سردار اور رییس عرب ہوں۔ آپ ﷺ اسے آزاد کر دیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں اس معاملہ کو خود جوڑیہ کی مرضی اور اختیار پر چھوڑ دوں؟ حادث نے جوڑیہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملہ میری مرضی پر چھوڑ دیا ہے، لہذا میں تمہارا ساتھ کرتا۔ حضرت جوڑیہ نے جواب میں فرمایا:

انی قد احتسرت رسول اللہ ﷺ (۱۶۹)

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتا ہوں نہ کہ کرتی ہوں۔ سیدہ جوڑیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آہ سے تین

رات نعل میں سے خواب دیکھا کہ "شراب کا پیمانہ" دھیندے رہا ہے اور میری آغوش میں آکر گرے گا۔ میں نے اپنا خواب ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہم لوگ قید کر لیے گئے تو مجھے اپنے خواب کے پورا ہونے کی امید نہ آئی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مجھے آزاد فرما کر اپنی ازواج مطہرات میں شامل فرمایا۔ (۱۷۰)

کھراج کے وقت سیدہ جوڑیہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۶۵ سال تھی اور ۶۵ سال کی عمر میں وصال ہوا تھا۔ (۱۷۱)

مہر

ابن شہاب زہری سے روایت ہے کہ حضرت جوڑیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہلک میں تھیں۔ آپ ﷺ نے انہیں آزاد فرمایا اور ان کی آزادی ہی کو ان کا مہر قرار دیا اور جو مصطفیٰ کے قیدی رہا کر دیے۔ (۱۷۲)

والد کا مشرف یہ اسلام ہونا

جب شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جوڑیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے حرم میں داخل فرمایا تو قرآن کے والد حادث بہت سے اونٹ لے کر مدینہ منورہ پہنچے، تاکہ قادیہ دے کر بیٹی کو بچھڑا لائیں۔ ان میں سے دو اونٹ جو نہایت عمدہ اور پسندیدہ تھے، انہیں حقیق کی ایک گھاٹی میں چھپا دیا کہ وہاں ہی پر ان کو لے لوں گا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ اونٹ آپ ﷺ کے سامنے پیش کیے اور کہا، اے محمد! آپ نے میری بیٹی کو گرفتار کیا ہے، یہ اس کا قادیہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اونٹ کہاں ہیں جو تم گھاٹی میں چھپا آئے ہو؟ یہ سن کر حادث نے کہا:

اشهد ان لا اله الا الله و انک رسول الله.

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ کیونکہ ان اونٹوں کا اللہ کے سوا اور کسی کو تسلیم نہ تھا، اللہ ہی نے آپ ﷺ کو اس سے مطلع کر دیا ہے۔ (۱۷۳)

مسرت کے شاد دینے

اہل بیت میں سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب شہنشاہ دو عالم

تمام بیعتات کے برابر ہوں جو تم نے اب تک پڑھا؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا، وہ یہ نکھارت ہیں:

سبحان اللہ عدد خلقه، سبحان اللہ زينة عرشه، سبحان اللہ وحده
نفسه، سبحان اللہ مداد كلماته۔ (۱۷۹)

ام المومنین سیدہ جویہ رضی اللہ عنہا کی زندگی نہایت زاہدہ تھی۔ عبادت و ریاضت میں ہمہ وقت مشغول رہتی تھیں۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت ان کے پاس سے گزرے تو آپ دعا کر رہی تھیں۔ جب آپ ﷺ دوپہر کے قریب تشریف لائے تو اس وقت بھی آپ کو دعا کی حالت میں پایا۔ (۱۷۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن سیدہ کے ہاں تشریف لائے تو وہ روزہ سے تھیں۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روزہ رکھنا پسند نہیں فرماتے تھے، اس لیے آپ ﷺ نے سیدہ سے کہا، چھاپا بھی روزہ سے تھیں؟ عرض کیا، نہیں۔ فرمایا، کیا کھل بھی روزہ رکھو گی؟ جواب دیا، نہیں۔ ارشاد فرمایا، پھر تمہیں روزہ افطار کر لینا چاہیے۔ (۱۷۸)

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے اور پوچھا، کچھ کھانے کو ہے؟ جواب ملا، میری کینئر سے صدقہ کا گوشت دیا تھا، وہی رکھا ہے، اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ فرمایا، وہی لے آؤ، کیونکہ صدقہ جس کو دیا گیا تھا، اسے کھینچ چکا ہے۔ (۱۷۹)

ساتھ اور محال

ام المومنین سیدہ جویہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ربیع الاول ۵۰ھ میں ہوا، اور یہی قول صحیح ہے۔ (۱۸۰)

صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ جویہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں قبول فرمایا تو یہ خبر سارے مدینہ میں گونج گئی۔ سیدہ جویہ کی قوم و خاندان کے سیکڑوں قیدی صحابہ کے گھروں میں موجود تھے، جو غلام بنا کر تھیم کر دیے گئے تھے۔ نکاح کی خبر پہنچنے ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سب قیدیوں کو اس احترام کے پیش نظر آزاد کر دیا کہ آپ تو یہ لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرال والے ہو گئے، انہیں کیسے غلام بنا کر رکھیں!

سیدہ جویہ پر فرمائی تھیں، میں نے تو سیدہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خاندان کے قیدیوں کو رہا کرنے کی بات بھی نہیں کی تھی کہ مسلمانوں نے خود ہی میری قوم اور خاندان والوں کو آزاد کر دیا، جس کی خوش کن خبر میری چچا زاد بہن نے مجھے دی۔ یہ خوشخبری سن کر میں نے اللہ جل شند کا شکر ادا کیا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لقد اعقب بزوجہ ابیہا مائتہ اہل بیت من بنی المصطلق، فلما اعظم امرنا اعظم مرة على قومہ منها۔ (۱۷۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوڑیہ سے نکاح کر لینے سے ہمارے مصلطین کے سوا گھرانے آزاد ہوئے، میں نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جو حضرت جوڑیہ سے بڑھ کر اپنی قوم کے لیے برکت والی ہوتی ہو۔

اخلاق و عادات

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدہ جویہ رضی اللہ عنہا خصوصاً، مہربان و انعام تھیں۔ ان میں طہارت اور طاعت و وصفت نمایاں تھے۔ جو انہیں دیکھ لیتا، اپنے دل میں جگہ دینے پر مجبور ہو جاتا۔ (۱۷۵)

ام المومنین سیدہ جویہ رضی اللہ عنہا کو عبادت سے بہت شغف تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے تو انہیں عبادت میں مشغول پایا۔ ایک روز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صبح کے وقت عبادت میں مشغول دیکھا، پھر دوپہر کو جب دیکھا تو بھی سیدہ کو عبادت کی حالت میں پایا۔ سیدہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو ابھی تک بیعتات میں مصروف ہے؟ سیدہ نے عرض کیا، جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا، میں تمہیں پندرہ نکھارتیں ایسے نکھاروں جو دن میں ان

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ عید اللہ کے لہرائی ہونے سے پہلے میں نے اسے نہایت بُری اور بھیاں تک شکل میں خواب میں دیکھا، جس سے میں بہت گھبرائی۔ جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ میری سائی ہو چکا ہے۔ میں نے اس کے سامنے اپنا غلاب بیان کیا کہ شاید اُسے حبیبہ ہو جائے مگر کچھ اُتر نہ ہوا۔ شراب اور رکاب میں برابر مہنک رہا، حتیٰ کہ اسی حالت میں انتقال کر گیا۔ (۱۸۶)

حرجم نبوی میں آمد

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، عید اللہ بن حبش کے انتقال کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص "یا ام المومنین" کہہ کر پکار رہا ہے، جس سے میں چونک گئی۔ پھر ایک ایک اس کی تہذیبوں میں آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں آنے کا اشارہ ہے۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، جب میری مدت ختم ہوئی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا۔ (۱۸۷)

اگرچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مہاجرت کے عالم میں سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے یہ ہونے کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے ان کی عدت کے دن پورے ہونے پر عمرہ بن امیہ غمری کو نجاشی شاہ حبشہ کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دے۔

جب شاہ حبشہ نجاشی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا تو بادشاہ نے اپنی خاص خدمت گار باندی امیرہ کو سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا بھیجا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے پاس پیغام آیا ہے کہ اگر تمہیں منظور ہو تو اپنی طرف سے کسی کو مکمل مقرر کر دو اور میں تمہارا نکاح حضور علیہ السلام سے کروں۔ سیدہ نے یہ سزا دہ جاں فزاں کر باندی کو دعا دی:

بَشَوْنِكَ اللَّهُ بِالْخَيْرِ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تجھے بھی خیر کی خوشخبری سنائے۔

اور اس خوشخبری اور بیادارت کے انعام میں ہاتھوں کے دوٹوں لٹگن، بیروں کی پازیب اور انگلیوں سے انگوٹھی پہننے، جو سب نخری تھے، امیرہ کو دے دیے اور خالد بن سعید بن العاص کو اپنا وکیل مقرر کیا، جو وہ خیال کی طرف سے رشتہ دار تھے اور ہجرت کر کے حبشہ میں مقیم تھے۔ (۱۸۸)

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب

آپ کا نام "ذملاہ" اور ام حبیبہ کہیت تھی۔ ابو سفیان بن حرب اموی قریش کے مشہور سردار کی بیٹی تھیں، مدینہ منورہ ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔
والدہ کا نام منیدہ بنت ابی العاص بن امیہ تھا۔ عیدہ سیدہ عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں۔ (۱۸۱)

علامہ ابن عبد البر (م ۳۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ ان کے نام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے مدہ جان کیا ہے اور بعض کے نزدیک مدنا تھا اور مشہور مدہ تھا۔ اور مجہور اعلیٰ علم انساب، میر، حدیث اور تاریخ کے نزدیکی مدنی صحیح ہے۔ (۱۸۲)
حضرت ام حبیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوت سے ۱۷ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ (۱۸۳)

اسلام

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عید اللہ بن حبش سے ہوا، جو حرب بن امیہ کے حلیف تھے اور ان ہی کے ساتھ شرف پہ اسلام ہوئیں اور اپنے شوہر کے ہمراہ حبشہ کو ہجرت کی۔ حبشہ جانے کے بعد عید اللہ نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ ام حبیبہ سے بھی مذہب تبدیل کرنے کو کہا، لیکن وہ اسلام پر قائم رہیں۔

حبشہ میں ان کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی، جس کا نام حبیبہ رکھا، اور اسی کے نام پر "ام حبیبہ" کہیت رکھی گئی اور پھر اسی کہیت سے مشہور ہوئیں۔ بعض کے نزدیک حبیبہ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی۔ (۱۸۴) بعد میں حبیبہ کا نکاح داود بن عمرو بن مسعود ثقفی سے ہوا تھا۔ (۱۸۵)

عورت کے لئے، جو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتی ہو، حلال نہیں کہ کسی کے مرنے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، البتہ شوہر کے مرنے پر چار مہینہ دس دن سوگ کرے تو مجھے اس وقت خوشبو کے استعمال کی بھی ضرورت تو نہیں تھی۔ (۱۹۳) (کھنکھنت کی بیوی میں تین دن سوگ کے بعد استعمال کی ہے)۔

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کا یہ مفرد نوعیت کا حیرت افروز واقعہ جس سے اسلام اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اولیائہ نہایت عقیدت اور محبت آشکارا ہوتی ہے، اور جو سیدہ کے جوہر ایمان کا قابل دیدہ نظر ہے۔

صلح حدیبیہ کے بعد فتح مکہ سے قبل ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی قدر ابوسنیان، جو ابھی تک علاقہ کوش اسلام نہیں ہوئے تھے، معاہدہ حدیبیہ کی تجدید اور توسیع کی غرض سے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آئے۔ سیدہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفت و شنید ہوئی، لیکن آپ ﷺ نے ان کی تجاویز مسخر کر دیں۔ وہاں سے واپس ہو کر اپنی بیٹی سیدہ ام حبیبہ سے نشان کے ہاں گئے۔ گھر پہنچ کر جب بستر پر بیٹھنے لگے تو سیدہ ام حبیبہ نے فوراً بستر پیٹ دیا۔ ابوسنیان نے برم ہو کر کہا، بنی! تم نے یہ کیا کیا، بستر کیوں اٹھایا ہے؟ کیا تم نے بستر کو میرے قاتل نہ سمجھا، یا مجھے بستر کے قاتل نہ سمجھا؟ سیدہ نے جواب دیا، یہ بستر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، اس پر مشرک کا پاؤں کا جسم کیسے نہسے ہوئے دیا جائے! ابوسنیان نے کہا، خدا کی قسم! تم میرے بعد شہر میں جتا ہو گئی ہو۔ (۱۹۳)

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین پر نہایت شدت سے عمل کرتی تھیں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب و تاکید کرتی تھیں۔ سیدہ کے بچپنے ابوسنیان بن سعید بن المغیرہ آپ کی خدمت میں آئے اور ستوکھاے، پھر کھلی کی، تو سیدہ نے فرمایا، جیسیں ستوکھا کر دوسر کرنا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے دوسر کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ (۱۹۵)

پہلے یہ حکم تھا، بعد میں منوع ہو گیا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آگ سے پکی ہوئی چیز کیساتے اور پھر دوسریں کرتے تھے، بلکہ پہلے دوسرے ہی نماز چڑھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام بخاری نے بھی کتاب من لم یعرف من لعم الشاة

جب شام ہوئی تو بادشاہ نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب اور وہاں کے مسلمانوں کو بلائے، خطبہ نکاح پڑھ کر خود نکاح پڑھایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چار سو دینار دیے اور کیا۔

مدینہ میں درود و مسعود

نکاح کے دوسرے روز نجاشی نے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس خوشبو اور جیز کا سامان بھیجا اور حضرت شریل بن حسہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ انھیں مدینہ منورہ پہنچایا۔ وہاں پہنچ کر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے لگیں، اور ان کا مبارک خواب، جس میں کسی نے ام المومنین کو کہہ کر پکارا تھا، صحیح ثابت ہوا۔ سیدہ کے نکاح کی تقریب ۶ یا ۷ سالہ میں منعقد ہوئی تھی۔ (۱۹۶)

امام ابن سعد فرماتے ہیں:

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا عقد ۷ سال ہوا، اور جب مدینہ منورہ تشریف لائیں تو ان کی عمر مبارک تین سال سے زائد تھی۔ صاحب سیر صحابیات لکھتے ہیں، اس وقت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۳۷/۳۸ سال تھی۔ (۱۹۷)

فضائل و مناقب

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضور انور و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات پر بڑی پابندی سے عمل کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص دن رات میں بارہ رکعات نماز پڑھے، تو اللہ جل شانہ اس کے لئے جنت میں محل عطا فرمائے گا۔ اس ارشاد پر پھر اس طرح عمل کیا کہ کبھی بھی یہ بارہ رکعت داخل چھوٹے نہیں پائے۔ (۱۹۸)

ترجمہ شریف کی روایت کے مطابق ان بارہ رکعات کی تفصیل اس طرح ہے: چار سنت ظہر سے پہلے، دو اس کے بعد، دو سنت مغرب کے بعد، دو نماز عشاء کے بعد اور دو رکعت نماز فجر سے پہلے۔ (۱۹۹)

سیدہ ام حبیبہ بڑی متبع شریعت تھیں۔ جب ان کے والد حضرت ابوسنیان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو تین دن کے بعد انھوں نے خوشبو منگائی جس میں زردی تھی۔ پھر اس خوشبو کو اپنے دونوں رخساروں اور بازوؤں پر ملا، پھر فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا کہ کسی

والسویق۔ "قائم فرما کر واضح کر دیا ہے، گوشت وغیرہ کھانے کے بعد وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب

زرقانی کی روایت کے مطابق سیدہ کا نام "نسب" تھا، لیکن جب خبر میں جب مال قیمت میں خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آئی تھی، اور عرب میں یہ دستور تھا کہ قیمت کا جو حصہ امام یا بادشاہ کے لیے مخصوص ہوتا تھا، اسے "صفیہ" کہا جاتا تھا، اس لیے سیدہ بھی صفیہ کے نام سے مشہور ہو گئیں۔ (۲۰۳)

ابن زبائنے نے اپنی کتاب المصنف، ص ۵۸ میں لکھا ہے کہ صفیہ کا نام "حبیبہ" تھا۔ بعد میں صفیہ کے نام سے مشہور ہوئیں، کیونکہ خبر کے موقع پر یہ مخصوص کر دی گئی تھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر کے بیان کے مطابق ابن کثیر (۲) بھی "صفیہ" (۲۰۴)

مسلسلہ سب اس طرح ہے، صفیہ بنت حمی بن اخطب بن سعد بن اخطب بن عبید بن کعب بن الخزرج بن ابی صیبہ ابن الصخر بن انعام بن ثعلوم۔ (۲۰۵)

علامہ ابن سعد (م ۲۴۰ھ)، علامہ ابن عبد البر (م ۴۲۳ھ)، علامہ ابن اثیر (م ۷۲۳ھ) اور علامہ ابن کثیر (م ۷۴۰ھ) نے صفیہ کی والدہ کا نام "بنت سعد" بیان کیا ہے، جو رقاہ بنت سوال القرظی کی بہن تھیں۔ (۲۰۶)

علامہ ترمذی (م ۲۵۵ھ) اور علامہ زرقانی (م ۱۱۳۳ھ) نے "ضرہ" نام بیان کیا ہے۔ (۲۰۷)

نیز شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور مولانا سعید انصاری وغیرہ نے والدہ کا نام "ضرہ" بیان کیا ہے۔ (۲۰۸)

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو باپ اور ماں دونوں طرف سے سیادت حاصل تھی۔ والدہ حمی بن

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے وصال سے پہلے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس بلایا اور کہنے لگیں، میرے اور آپ کے درمیان سوکنوں والے تعلقات تھے، اگر مجھ سے آپ کے حق میں کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو خدا را معاف کر دیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کو معاف فرمائے اور تم سے درگزر فرمائے۔ سیدہ ام حبیبہ نے فرمایا، تم نے مجھے خوش کر دیا، اللہ تعالیٰ جسیں خوش و خرم رکھے۔ اسی طرح سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی کیا۔ (۱۹۹)

ساختہ احتمال

علامہ ابن عبد البر (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں، سیدہ ام حبیبہ کا انتقال ۴۳ھ میں ہوا۔ (۱۹۷) علامہ ابن سعد نے بھی ۴۳ھ ہی بیان کیا ہے، اور شرح ترمذی کے یہ ہے کہ اپنے بھائی معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت میں انتقال ہوا ہے۔ (۱۹۸) یہی قول علامہ ابن کثیر کا ہے۔

البدیع ابوبکر بن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ سیدہ کا انتقال اپنے بھائی معاویہ سے ایک سال قبل ہوا، جبکہ معاویہ ۶۰ھ میں انتقال ہوا تھا۔ (۱۹۹)

تیسرا قول ابن حبان اور ابن قانع کا یہ ہے کہ ۴۴ھ میں انتقال ہوا ہے۔ لیکن بلاؤری کہتے ہیں کہ پہلا قول (۴۳ھ) صحیح زیادہ صحیح ہے۔ (۲۰۰)

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا اور جنت البقیع میں آسودہ خواب ہوئیں۔ (۲۰۱)

اولاد

پہلے شوہر عبید اللہ بن جمش سے دو اولادیں ہوئیں۔ چنانچہ اللہ اور نبی کا نام حبیبہ تھا۔ حبیبہ نے آخر غزوات میں تربیت پائی اور عروہ بن مسعود ثقفی قبیلہ ثقیف کے رئیس اعظم کے بیٹے داؤد سے منسوب ہوئیں۔ (۲۰۲)

دیجے کبھی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا، مجھے ایک لوٹری دلوا دیجیے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ایک لوٹری انتخاب کرلو۔ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو لے لیا۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، صفیہ بنو قریظ کی رحیمہ ہیں، ایک سردار کی بیوی اور ایک سردار کی بیٹی ہیں، خاندانی وقار اور دو چاہت ان کے چہرے سے عیاں ہے۔ حالانکہ وہ آپ ﷺ کے سوا کسی اور کے لیے مناسب نہیں، وہ تو صرف آپ ﷺ کے لیے سزاوار ہیں۔

مقصود یہ تھا کہ عرب کی رحیمہ کے ساتھ عام غوثوں کا سامنا مناسب نہیں۔ چنانچہ ماہر انبیاء سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی انبیاء کا جائزہ لیتے ہوئے فرمایا کہ وہ کون سے اس لڑکی کے باپ۔ حضرت دیجے کبھی رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو ایک نیکو نظر دیکھا اور حضرت دیجے فرمایا، (۱۲۸) اسے دیجے اس کی جگہ دوسری لوٹری پسند کرلو۔ بھرانہ کی دلجوئی کی خاطر سات لوٹریوں کے بدلے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو ان سے خرید لیا۔ (۱۲۹)

سیدہ عالمی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر دیا اور انہیں اختیار دے دیا کہ چاہیں تو اپنے گھر واپس چلی جائیں، یا پسند کریں تو آپ ﷺ کے نکاح میں آجائیں۔ سیدہ نے شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رنجیت کو پسند فرمایا۔

سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کے وقت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک سترہ سال کے قریب تھی۔ (۱۳۰)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ سے کہا، کیا تیری کوئی آزدہ ہے؟ انہوں نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ میں تو نہایت شرم میں بھی آپ ﷺ کی خواہش کو بخشتی تھی، اب تو اللہ نے میری خواہش پوری فرمادی اور اسلام کی دولت بھی عطا فرمادی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے نکاح کر لیا۔ (۱۳۱)

ویلحدہ

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ بھی عجیب شان سے ہوا۔ چڑے کا ایک دسترخوان بچھا دیا گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا، جس کے پاس جو کچھ ہے وہ لے آئے۔ کوئی کھجور دیا، کوئی خیر لایا، کوئی ستولا لایا، کوئی گھنٹی لایا۔ جب اس طرح کچھا شیا جمع ہو گئیں تو سب نے ایک جگہ

مذکورہ اہل بیت اطہار کے بھائی سیدہ ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا اور جو نفیر کا سردار تھا، والدہ رحیم بن قریظ کی بہن تھی، اور یہ دونوں خاندان یعنی بنو قریظ اور بنو نفیر، بنو اسرائیل کے ان تمام قبائل سے ممتاز سمجھے جاتے تھے جنہوں نے زمانہ دراز سے عرب کے شمالی علاقوں میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ (۱۳۲)

نکاح

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح سلام بن مشکم القرظی سے ہوا تھا۔ وہ ایک نامور شاعر اور سردار تھا، لیکن دونوں میاں بیوی میں نہ بن سکے۔ آخر کار سلام بن مشکم القرظی نے انہیں طلاق دے دی۔ طلاق کے بعد ان کے باپ نے ان کا نکاح بنو قریظ کے ایک نامور سردار کنانہ بن ابی الحقیق سے کر دیا جو اہل رافعہ تا جرجاز اور خیبر کے رئیس کا بیٹھیا تھا۔ خود بھی بلند مرتبہ تھا اور خیبر کے مشہور قائد "القوم" کا سردار تھا اور اپنے گھرانے کے ساتھ سبکی سکونت پذیر تھا۔ سن ۷ ہجری میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کی سازشوں کا قلع قمع کرنے کے لیے ان کے مرکز خیبر کا رخ کیا۔ خیبر مدینہ منورہ کے شمال مغربی علاقہ میں نہایت زرخیز مقام تھا، جہاں یہود نے نہایت مضبوط قلعے بنائے تھے۔ انہیں جب خیبر ہوئی اور مسلمانوں کو بخار علی فتح و نصرت حاصل ہوئی اور "القوم" چاہے مضبوط قلعہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔

کنانہ بن ابی الحقیق اپنے قلعہ میں جا کر رہا۔ اس کے تمام اہل و عیال کے ساتھ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بھی قید ہوئیں۔ اس جنگ میں سیدہ کے باپ، شوہر اور بیٹائی بھی مارے گئے۔ مذکورہ دونوں خاندانوں سے سیدہ کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ (۱۳۳)

سیدہ ابراہیم انصاری رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ صفیہؓ کے والد، بھائی اور خاندان کو کفر کی حالت میں میں نے قتل کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سرکراہت فرمائی۔ (۱۳۴)

حرمیم بیوی میں آدھ

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا جب خیبر میں قید ہو کر آئیں۔ وہ ابھی نئی نوبی رہن تھیں کہ ان کا شوہر جنگ میں قتل ہو گیا۔ بعض حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے حسن و جمال کا ذکر کیا، لیکن آپ ﷺ نے کوئی توجہ نہ فرمائی، اسی اثناء میں حضرت

پہچان لیا۔ اور جب واپس ہوئیں تو پوچھا:

کیف ولینھا یا عائشہ؟

ترجمہ: اے عائشہ! تم نے اسے کیسا پایا؟

وہ کہنے لگیں، ایک یہودیہ کو دیکھ کر آئی ہوں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایسا نہ کہو، وہ تو اب اسلام قبول کر چکی ہیں اور ان کا اسلام نہایت عمدہ ہے۔ (۲۱۹)

ایک روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہچان لیا اور ان کا کپڑا پاؤں پر لپکا کر فرمایا:

کیف راہبت یا شقیۃ؟ (۲۲۰)

ترجمہ: اے شقیۃ! کیسا پایا ہے؟

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کریم اور شفیق تھے۔ اپنی زوجہ کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کرتے تھے۔ جب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیرے میں گئے، لے کر روانہ ہوئی، راستہ میں اونٹنی پر مجھے نیند آئی تھی اور میرا سر کچاد سے لگ جاتا تھا، آپ ﷺ اپنے صوب مبارک سے سہارا دیتے اور فرماتے کہ اسے جھکا کر بنی اودھیان سے بیڑہ کھین گرتے جانا۔

جب صبحا کے مقام پر پہنچے، آپ ﷺ نے فرمایا، اے صفیہ! جو کچھ تیری قوم کے ساتھ ہوا مجھے اس کا افسوس ہے، لیکن انہوں نے مجس ہمارے ساتھ ایسا ایسا معاملہ کیا ہے۔ (۲۲۱)

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، جب میں ایک قیدی کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو اس وقت میری نگاہ میں آپ ﷺ سے زیادہ کوئی انسان ڈپنڈیدہ نہیں تھا، اس لیے کہ میرا باپ، مادہد، بھائی اور کئی رشتہ دار گم ہو چکے تھے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، صفیہ! تمہاری قوم نے ہمارے ساتھ یہ کچھ کیا ہے۔ سیدہ فرماتی ہیں، (پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور اخلاق کا مجھ پر ایسا اثر ہوا) جب میں اپنی جگہ سے اٹھی تو آپ ﷺ سے زیادہ اور کوئی محبوب اور پسندیدہ شخص میری نگاہ میں نہیں تھا۔ (۲۲۲)

بیڑہ کھان لیا۔ اس ویڑہ میں نہ گوشت تھا نہ ہی روٹی۔ صحابہ میں یہ بات گردش کر رہی تھی کہ آیا صفیہ ام المومنین بن گئی ہیں یا نہیں ہیں؟ صحابہ کا خیال تھا کہ اگر انہیں پردہ کرنے کا حکم ہوا جب تو ام المومنین ہیں، اور اگر پردہ نہ کیا تو سمجھا جائے گا کہ حضور کی باندی ہیں۔ (۲۲۱)

مقام صبحا میں آپ ﷺ نے جن دن قیام فرمایا اور سیدہ صفیہ پردے میں رہیں۔ جب وہاں سے روانہ ہوئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود انہیں اونٹ پر سوار کرایا اور اپنی مہمت ان پر پردہ کیا، تاکہ کوئی دیکھ نہ سکے۔ گویا یہ اعلان تھا کہ سیدہ صفیہ ام المومنین ہیں، اُم ولدہ نہیں۔ راستہ میں جب ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اونٹ پر سوار ہوئیں تو آپ ﷺ اونٹنی کے پاس بیڑہ جاتے، اپنا گھناڑا منہ پر لگا دیتے، سیدہ آپ ﷺ کے گھنے پر اپنا پاؤں رکھ کر اونٹنی پر سوار ہو جاتیں۔ (۲۱۷)

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا مہر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کرنے کے بعد ان سے نکاح فرمایا۔ ثابت باہانی نے حضرت انس سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ نے سیدہ کا مہر کیا اور فرمایا تھا؟ حضرت انس نے کہا کہ ان کو آزاد کرنا ہی مہر تھا۔ (۲۱۸)

قالہ نبوی کی مدینہ

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ پہنچے تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حادث بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر بٹھرایا، حضرت حادث بن نعمان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت جانثار صحابی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دولت سے نوازا تھا۔ وہ آپ ﷺ کی ضروریات کا خصوصی خیال رکھنا اپنے لیے سعادت دارین سمجھتے تھے۔ چنانچہ اس موقع پر بھی ان کا ایسا کام آیا۔

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے حسن و جمال کی شہرت سن کر انصار مدینہ کی خواجین اور ازواج سلیمات بھی انہیں دیکھنے آئیں۔ جن میں سیدہ زینب بنت جحش، سیدہ حفصہ، سیدہ عائشہ اور سیدہ جوہرہ رضی اللہ عنہن شامل تھیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کتاب اوڑھ کر آئی تھیں، مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

فصل وصال

امام المومنین سیدہ رضی اللہ عنہا میں بہت سے محسن اخلاق جمع تھے۔

کانت عاقلة من عقلاء النساء۔ (۲۳۳)

ترجمہ: وہ عورتوں میں بہت ہی زیادہ عقلمند تھیں۔

خلاصہ درقانی کہتے ہیں:

کانت صفیة عاقلة حلیمة فاضلة۔ (۲۳۴)

ترجمہ: سیدہ صفیہ عقل مند، بردبار، عقل والی اور فاضلہ تھیں۔

غزوہ خیبر کے بعد جب وہ اپنی چچا زاد بہن کے ہمراہ گرفتار ہو کر آ رہی تھیں تو ان کی بہن یسودہ یوں کی لاشوں کو دیکھ کر ضبط نہ کر سکی اور چیخ و پکار کرنے لگی۔ لیکن سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا، جن کا باپ، بھائی اور خاندان ہی جنگ میں قتل ہو چکے تھے، ایسے محبوب خاندان کی لاش کے قریب سے گزریں لیکن وہ سترہ محتات و مبرص تھیں، جن کی جبین قلم پر کسی قسم کی تھن نہیں آتی تھی۔ (۲۳۵)

امام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی ایک باندی نے امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ شکایات کیں کہ:

۱۔ صفیہ میں اب بھی یسودہ کا اثر باقی ہے۔

۲۔ یوم السبت یعنی منیخہ کو اچھا سمجھتی ہیں۔

۳۔ اور یسودہ یوں کے ساتھ صلہ رحمی کرتی ہیں۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان شکایات کی تفتیش و تصدیق کے لیے ایک آدمی بھیجا۔

سیدہ نے اسے جواب دیا، یوم السبت کو اچھا سمجھنے کی کیا ضرورت ہے جبکہ اللہ جل مجدہ نے اس کے بدلے یوم الجحدہ عطا فرمایا ہے۔ البتہ یسودہ یوں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم تو اسلام دیتا ہے، ان میں میرے خوش و اقبال ہیں۔ اس کے بعد باغی سے پوچھا، کیا تم نے میری شکایت کی تھی؟ اس نے کہا، ہاں! اچھے شیطان نے بگایا تھا۔ سیدہ نے اسے سزا دینے کے بجائے آزاد کر دیا۔ (۲۳۶)

امام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا جب مدینہ طیبہ آئیں تو ان کے کانوں میں سونے کا کچھ زور تھا۔ اس میں سے کچھ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو تحفہ دے دی اور جو بچہ گیا دوسری عورتوں کو دے کر خود فارغ ہو گئیں۔ (۲۳۷) یہ ہیں بطریق صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنے

کے کائنات، کردنیاتی کا قندہ ختم کر دیا۔

حب نبوی

میاں بیوی کی باہمی محبت و الفت ہی گھر کو مٹھ جنت بنا دیتی ہے اور زندگی کی گاڑی اچھی طرح دوڑاں دوڑاں دیتی ہے۔ امام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر دل و جان سے فدا تھیں۔ اپنی جان عزیز تک قربان کرنے کے لیے تیار تھیں۔ جب سیدہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم طبل ہوئے اور آپ ﷺ کی ازواج آپ ﷺ کی پیار پری کے لیے حاضر تھیں، سیدہ صفیہ نے نہایت حسرت سے کہا:

اما واللہ یا نبی اللہ لو ددت ان الذی بک ہی۔

ترجمہ: خدا کی قسم! اسے رسول اللہ ﷺ میں چاہتی ہوں کہ آپ ﷺ کی پیاری مجھے لگ جائے (اور آپ ﷺ صحت یاب ہو جائیں)۔

اس پر ازواج مطہرات سیدہ کی طرف دیکھتیں گئیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیفیت ملاحظہ فرماتے ہوئے یوں فرمایا، بخدا! صفیہ کا کہہ رہی ہے۔ (۲۳۸) یعنی ان کا اظہار عقیدت کرنا چاہتی تھیں، بلکہ بچے دل سے وہ بھی چاہتی ہیں۔

سیدہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب المطہر میں بھی ان کی نہایت محبت تھی اور ہر موقع پر ان کی والدہ داری اور دلواری فرماتے تھے۔ ایک سفر میں ازواج مطہرات بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھیں۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ اتفاق سے پیار ہو گیا۔ سیدہ نہایت جنت بخش رضی اللہ عنہا کے پاس اونٹ ضرورت سے نہ رہا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر ایک اونٹ صفیہ کو دے دو تو بہتر ہوگا۔ انہوں نے کہا، میں اس یسودہ کو اونٹ کیوں دوں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ جواب اس قدر رشاقی نہ لگا اور آپ ﷺ نے ذوالحجہ اور محرم دو مہینے یا تین ماہ تک سیدہ نہایت سے قطع تعلق رکھا۔ (۲۳۹)

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف فرما ہوئے تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، صفیہ! کیوں رو رہی ہو؟ عرض کی کہ عاقر اور خلع مجھے چھینے لگی ہیں، اور کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک زیادہ عزت اور رتبہ حاصل ہے، کیونکہ ہمیں آپ ﷺ کی بیویاں ہونے کے علاوہ آپ ﷺ کی چچا زاد بہن ہونے

کا شرف بھی حاصل ہے۔

حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عقیدہ ائمہ نے یہ کیوں نہ کیا، تم مجھ سے کیسے بہتر ہو سکتی ہو، میرے باپ حضرت ہارون علیہ السلام، میرے چچا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور میرے شوہر حضرت جبریل صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تم کیونکر مجھ سے افضل ہو سکتی ہو؟

قد بلغنی عن حفصہ و عائشہ کلام قد کذرت ذلک لہ، قال الا قلت و کیف تکنون ان خیر امنی و زوجی محمد و ابی ہارون و عسی موسیٰ، و کان الذی بلغہا الہم قالوا نحن اکرم علی رسول اللہ ﷺ منہا، و قالوا نحن ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم و بنات عمہ۔ (۲۳۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا کہ سیدہ حفصہؓ نے انہیں یہودی کی بیٹی کہا ہے، سیدہ کو اس سے سخت صدمہ ہوا اور وہ رونے لگیں۔ اسے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور رونے کی وجہ معلوم فرمائی۔ سیدہ نے بتایا کہ حفصہ مجھے کہتی تھیں، تم یہودی کی بیٹی ہو۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الذک ابنا لنبی، و ان عمک لنبی، و انک لنبحت نبی، فقیم نفیخ علیک۔

ترجمہ: تو ایک نبی کی بیٹی ہو اور میرا چچا بھی نبی ہے اور تم ایک نبی کی بیوی ہو دو کس بات میں تم پر فخر کر سکتی ہیں؟

پھر آپ ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے فرمایا، اللہ سے ڈرو۔ (۲۳۱)

سرخ میں ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ چبھ گیا اور وہ سب سے پیچھے رہ گئی تھیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پاس سے گزرے تو دیکھا، زار و قطار رو رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنا ردا اور دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے۔ آپ ﷺ آنسو پونچھتے جاتے تھے اور وہ سبہا احتیاء رو رہی جاتی تھیں۔ (۲۳۲)

ایک مرتبہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے

قد قامت کی نسبت اشارہ کیا، یعنی کوتاہ قد ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عائشہ! تم نے ایسا بات کہی کہ اگر مسند میں ڈال دی جائے تو اسے بھی گملا کر دے۔ (۲۳۳)

امت کی رہنمائی

ازواج مطہرات کے ذریعہ پیشا رساں میں امت کی رہنمائی ہوئی ہے۔ سرخ میں کتنے ہی عورتوں کے مخصوص مسائل سے امت روشناس ہوئی ہے۔ چنانچہ اسی سرخ میں ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو قیام مکی کے دوران انیام شروع ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر تو ان کے پاک ہونے تک ہمیں رکنا پڑے گا، کیونکہ پاک ہو کر طواف زیارت ادا کریں گی۔ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ سیدہ صفیہ طواف زیارت کر چکی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، پھر تو رکنے کی ضرورت نہیں۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی نہایت تحکیم فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ رمضان المبارک میں مسجد میں احکامات فرمایا۔ سیدہ صفیہؓ ملنے آئیں اور پھر کچھ دیر تک کھڑی رہیں۔ جب گھر جانے لگیں تو سیدہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تک چھوڑنے کے لیے اٹھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ انہیں لے کر مسجد کے دروازہ تک پہنچے۔ اتفاق سے دو انصاری آپ ﷺ کے پاس سے گزرے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا، دو حاضر ہو، دیکھنا یہ میری بیوی صفیہؓ ہے (انہیں یہ خیال نہ آجائے کہ رات کی تاریکی میں آپ ﷺ کے پاس کون عورت کھڑی ہے)۔ دونوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! ہم ایسا سوچ بھی کتنے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ میں وہ تمہارے دلوں میں کوئی ایسا بات ڈال دے۔ (۲۳۵)

دوسری ازواج مطہرات کی طرح ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا گھر بھی علم و عرفان کا مرکز تھا۔ مرد و زن ان سے علمی استفادہ کرتے رہتے تھے۔ جیسا کہ صبیحہ و بخت جابر فریضہ حج کی اراکین کے بعد مدینہ منورہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو دیکھا کہ کوڑی بہت سی خواتین مسائل دریافت کرنے کے لیے ان کے پاس جمع ہیں۔ صبیحہ و بخت مسائن دریافت کرنے کی غرض سے آئی تھیں، اس لیے انہوں نے کوڑی عورتوں سے مختلف سوالات کرائے جن میں خبیثہ کے حقائق بھی ایک سوال تھا۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس پر فرمایا، عراق کے لوگ اکثر

یہ مسئلہ پوچھتے رہتے ہیں۔ (۲۳۶)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت

امیر المومنین، خلیفہ چارٹ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا جب رساوی بلوالوں نے حاضرہ کر لیا اور اسبابہ زندگی (غلہ، پانی) کی ترسہ بھی بند کر دی اور گھر پر پیرو متعاذ کیا، تاکہ شوق کوئی اندر جا سکے اور نہ بھی وہ خود باہر نکل سکیں، تو ام المومنین سیدہ وصیہ رضی اللہ عنہا نے ان کے پاس کھانا پانی بھجوانے کا خاص اہتمام فرمایا۔ سیدہ خود بھی خچر پر سوار ہو کر اپنے تمام کتانہ کے ہمراہ امام مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چار دیویش کیا کہ مالک الاشتر نے جاتے ہوئے دیکھ لیا۔ اس نے آکر خچر کو مارنا شروع کر دیا۔ اس کا یہ ذلت آمیز رویہ دیکھ کر سیدہ نے الاشتر سے فرمایا، مجھے ذلیل ہونے کی ضرورت نہیں، مجھے واپس جانے دو اور خچر کو چھوڑ دو۔ پھر سیدہ نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اس خدمت پر مامور کیا کہ وہ ان کے گھر سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا اور پانی پہنچا دیں۔

سیدہ حسن رضی اللہ عنہ نے ان کے گھر اور سیدنا عثمان کے گھر کے مابین ایک ٹکڑی رکھ دی جس کے اوپر سے کھانا پانی پہنچایا جاتا تھا۔ (۲۳۷)

ام المومنین سیدہ وصیہ رضی اللہ عنہا بڑی سلیقہ شعار خاتون تھیں۔ کھانا نہایت عمدہ و پاکتی تھیں۔ سیدہ و عاتقہ صدیقہ رضی اللہ عنہما بھی ان کے کھانے کی تعریف کیا کرتی تھیں، اور کبھی کبھار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عمدہ کھانا پکا کر تحفہ بھیجا کرتی تھیں۔

زہد و عبادت

ام المومنین سیدہ وصیہ رضی اللہ عنہا زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں بھی نیک شہرت کی مالک تھیں۔ علامہ غلام الدین ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وكانت من سيدات النساء عبادة، و رعا، و زهادة و برا و صدقة و حسی اللہ عنہا و ازہاھا۔ (۲۳۸)

تذکرہ

ام المومنین سیدہ وصیہ رضی اللہ عنہا نے ترک کس ایک لاکھ روپے کی زمین و جائیداد چھوڑی تھی۔ انہوں نے اس میں سے ایک تہائی اپنے بھائی کو سیدہ کی وصیت کی تھی۔ وہ بھائی چاہو دی

تھا۔ امام شافعی سے روایت ہے کہ سیدہ وصیہؓ نے اپنے بھائی کے لیے تیس ہزار روپے کی وصیت کی تھی۔ (۲۳۹)

ساختہ ارحام

ام المومنین سیدہ وصیہ رضی اللہ عنہا نے رمضان المبارک ۵۰ھ میں وفات پائی۔ یہ زمانہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا تھا اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ (۲۴۰)

بعض حضرات نے سن ۵۲ھ ذکر کیا ہے۔ لیکن علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں، سپاہ اقول صحیح ہے۔ (۲۴۱)

[illegible]

میں آباد تھا۔ سیدہ کے والد شمعون مصری قبلی انصاری تھے، جبکہ ماریہ کی والدہ ایک رومن خاتون تھیں۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا نے اپنا بیچن اپنے کاؤں میں گزارا، پھر اپنی بہن کے ساتھ حقوس کے نخل میں منتقل ہو گئیں۔ یہ بات اہل تاریخ سے پوشیدہ ہے کہ آخر وہ کون سی چیز تھی جس نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنا شہر چھوڑنے پر براہِ راست کیا۔ کیونکہ اہل مصر کی عادت یہ ہے کہ وہ اپنا ملک نہیں چھوڑتے اور دریاے نیل کی طرح مستقل مزاج ہوتے ہیں۔ البتہ اگر کوئی سخت مجبور یا نا حق ہو تو اہل مصر اپنا ملک چھوڑنے پر بہر حال تیار ہو جاتے ہیں۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی خواہش تھی کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی طرح ہو جائیں۔ اُن کے دل میں یہ خواہش کیسے پیدا ہوئی؟ اس میں خلفِ احتمال ہیں؛ یا تو حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا نے کتبِ سابقہ کا مطالعہ کیا تھا، اُن کتابوں میں پیغمبرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ تھا۔ جیسے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَحْيَىٰ ابْنُ إِسْرَءِيلَ أَتَىٰكَ يَتِيمًا فَكَسَّاهُ ۖ وَنُفُوذًا فَعَسَىٰ أَهْلُهَا كَافِرِينَ
مُتَشَبِّهًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْفُتُوذِ وَغَنِيْبِيًّا ۚ إِسْرَءِيلُ يُنَادِيهِ مَنَافِي ۚ مَنَافِي ۚ مَنَافِي ۚ مَنَافِي ۚ
اِسْمُهَا خُفْيَةٌ. (سورۃ النصف: ۶)

ترجمہ: جب عیسیٰ بن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب کو تیرے کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا، اس کا نام "احمد" ہوگا۔

یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے قصے اور اُن کے حالات کا مطالعہ کیا ہو۔

حرمِ نبویؐ میں آمد

جب حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے شامِ حقوس کے تھا تک سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی معلوم ہوئیں، لہذا آپ ﷺ نے

سیدہ ماریہ قطیبہ رضی اللہ عنہا

سیدہ ماریہ قطیبہ مصریہ رضی اللہ عنہا "ماریہ قطیبہ" کے نام سے مشہور ہیں۔ ۶۰ھ میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شاہانِ عالم کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط لکھے تو اسکندریہ مصر قبط کے بادشاہ حقوس کی طرف بھی ایک نامہ لکھا کہ حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پہنچا۔ بادشاہ حقوس آپ ﷺ کی دعوت سے بے حد متاثر ہوا اور آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے اور عالی شان تھا تک کیسے، جن کی تفصیل اس طرح ہے:

- ۱۔ ایک حسین و جمیل باندی، جس کا نام "ماریہ بنت شمعون" تھا۔
- ۲۔ ماریہ کی بہن "سیرین" نامی باندی۔
- ۳۔ حبشی خادمہ جس کا نام "ماہور" تھا۔
- ۴۔ سفید پیشانی والا چہرہ، جس کا نام حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم نے "دلہل" رکھا تھا۔ یہ اپنے خوبصورت سفید رنگ کی وجہ سے عرب میں ایک خاص یکساں کا حامل تھا۔
- ۵۔ زمین و لکام سے منسلک مگھوڑا، جس کا نام حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم نے "سمون" رکھا تھا۔
- ۶۔ بھورے رنگ کا حمار، آپ ﷺ اسے "عطیر" کے نام سے پکارتے تھے۔
- ۷۔ ایک ہزار مثقال سونا
- ۸۔ تیس ہزار مثقالی ٹیس مصری کپڑے
- ۹۔ شہدہ و خیرہ

خاندانی تعارف

سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا مصریہ ہیں، جنہیں مورخین "قطیبہ" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ سیدہ ماریہ شہر کے ایک اعلیٰ خاندان "مفین" سے تعلق رکھتی تھیں، جو مصر کے علاقہ "انصسا"

دیں، تا کہ حضرت جابرہ مصریہ علیہا السلام کے شل ہو جائیں، جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شادی فرمائی تھی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی اس خواہش کا پورا ہونا بظاہر ناممکن تھا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذواج مطہرات میں سے اب تک کسی کے ساتھ یہ حالت پیدا نہ ہوئی تھی، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہوں نے کئی سال گزار دیے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی خواہش کو پورا فرمایا۔ وہ حاملہ ہو گئیں اور ان کے پاس حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

ایک بدگمانی کا ازالہ

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اس موقع پر بعض لوگوں کی بدگمانی سے محفوظ نہ ہو سکیں۔ مقوقس نے حضرت ماریہ اور ان کی بہن کے ساتھ مایوسانہ ایک خلام کو بھی روانہ کیا تھا، تا کہ ان دونوں کی ضروریات کی دیکھ بھال اور انتظام و انصرام کرے اور ان کی خدمت کرے۔ لہذا مایوسان کے لیے نکلنا یا چٹا کرنا تھا، پانی کے مشکیزے بھرنا اور ضرورت کا سامان خرید کر لا دینا۔

لوگوں نے طرح طرح کی باتیں بانی شروع کر دیں اور پردیسوں کا خیال کیے بغیر ان کے بارے میں بدگمانی شروع کر دی۔ اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ ایک خلام نے ایک ہاتھی سے صحبت کی ہے۔

یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی۔ آپ ﷺ نے سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا تو دیکھا کہ خلام سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کے لیے پانی بھر رہا ہے، پھر اس نے پانی کے مشکیزہ کو پھینکا اور کھجور کے درخت پر چڑھ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر ماہر بہ پڑی، کیا دیکھتے ہیں کہ وہ وحشی اور نامرد تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود چارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا قصہ عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو درست ہائے تک کاٹنا ہے، حاضر وہ چیز دیکھ سکتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔ (۲۲۱)

حضور ﷺ کے بعد سیدہ کا طرہ زندگی

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی زندگی اور آپ کی وفات کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باوقار اور ثابت قدمانہ حلیہ ثابت ہوئیں۔ لیکن حضرت ابراہیم کی وفات کے

اچنے لیے ان کا انتخاب فرمایا۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا گوری رنگت اور خوبصورت بالوں کی حامل مسین و جمیل خاتون تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا حجروں میں نہ ہیں، لہذا آپ ﷺ نے دینے کے لیے "نہی فی خیر" نامی خوبصورت علاقہ میں حضرت ماریہ کی رہائش کا انتظام کروایا۔ یہ علاقہ خوبصورت و شاداب درختوں پر مشتمل تھا۔ شاید کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جاہت یہ تھی کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو ہرگز جگہ نہ مل سکے، تا کہ یہ ان کے ملک مصر کے مشابہ ہو، کیونکہ مصر اچھی زرعی زمین پر مشتمل تھا۔

آپ ﷺ کثرت سے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے گھر کھر بلف لے جایا کرتے تھے۔ بعض اوقات ان کے پاس کئی وقت گزار دیتے۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بقیہ قتل کی جہ سے دوسری اذواج کو فطری انسوؤں لاق تھا۔ لیکن انہیں اس بات سے تسلی ہو جاتی تھی کہ حضرت ماریہ علیہا تسلی نہیں ہیں۔

سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا میں ایسی خصوصیات کا مشاہدہ فرمایا جو کسی دوسری زوجہ میں نہیں۔ یہ مصری خاتون کی شان تھی۔ وہ اپنے معاملہ میں یکساں تھیں، لہذا انہوں نے کئی خصوصیات کو حاصل کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پروا نہ کروایا۔ ان کے پاس انکڑا کھر بلف نہ جاتے۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اچھی طرح جانتی تھیں کہ وہ ایسا اس لیے آئی ہیں تاکہ خاتم الانبیاء و المرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دیہہ کر سکیں، جن کے بارے میں آسمانی کتابیں بھی خبر دیتی ہیں۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی خواہش تھی کہ وہ ایسے مسلمان سے شادی کریں جو اس نیا پر ایمان لایا ہو۔ لیکن خدا کی قدرت اور خود ہی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مربوط ہو چکی تھیں، لہذا حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا نے ان اخلاق و ادب کا اقتضا دیکھا جو انہیں اپنانے چاہئیں تھے۔ خاموشی کے ساتھ اللہ کی بندگی میں لگی رہیں۔ انسانیت کے رسول اور اپنے ذی قدر خاندان کے حقوق کی ادائیگی میں مصروف رہیں۔

فرزند ابرہہ کی ولادت

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی خواہش تھی کہ کسی مجبور و کالیہرہ ہو، وہ حاملہ ہوں اور لا کے کو ہم

بعد حضور رضی اللہ علیہ وسلم زیادہ عرصہ دنیا میں موجود نہ رہے۔ آپ ﷺ کو مرض الوفا لاحق ہوا۔ آخری وقت میں تمام زوجات آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھیں۔ یہاں تک کہ داعی اہل نے پکارا۔ آپ ﷺ نے اسے لپک لپکا اور جان جان آفریں کے سپرد کردی اور رفیع اعلیٰ سے جا ملے۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا غموں سے ڈوب گئیں اور آپ ﷺ کی وفات پر شدت الم سے آنسوئیں کی برسات ان کی آنکھوں سے جاری تھی۔

حضور رضی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ عی میں رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ مصر واپس جا کر اپنے خاندان والوں کے ساتھ مل جانے اور وہیں زندگی گزارنے کے بارے میں سوچا اور مذاقی اس کا ارادہ کیا۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا نے عبادت گزاری اور مکمل گوشہ نشینی کی زندگی گزاری۔ وہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، یعنی اپنی بہن سرین کے علاوہ کسی سے نہ ملتی تھیں۔ غلطی ازل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ کی دیکھ بھال فرمایا کرتے تھے۔ ان کے ہاں انفقہ کی زمرہ اہل بھی سنبھالی اور ان کے احوال و حاجات کا انتظام بھی اپنے ڈے لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رفیع اعلیٰ سے وصال کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غلطہ بنائے گئے۔ وہ بھی ان کی زیارت کرتے، ان کی ضروریات کو پورا کرتے اور ان کے لیے جتنی عطایا کا انتظام فرماتے، ان کی زندگی عمدہ بنانے کی کوشش اور سلی فرماتے۔

سابقہ احوال

ہجرت کے سولہویں سال، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کی خبر ہوئی تو آپ نے صحابہ کرام کو جمع فرمایا۔ حضرت ماریہ کی تجویز و تکلیف کا انتظام فرمایا اور انہیں جنت البقیع میں ان کے بیٹے حضرت ابراہیمؑ کے قریب دفن کر دیا۔

آل بیت ولادت

شاہ کونینؒ کی شہزادیاں

علامہ ترمذی (م ۹۲۳ھ) لکھتے ہیں:

ان جملہ ما اتفاق علیہ منہم ستۃ، القاسم و ابراہیم، و اربع بنات،
زینب و رقیہ و أم کلثوم و فاطمة. و کلھن ادرکن الاسلام
وہاجرن معہ. واما ابراہیم فمن ماریہ القبطیۃ. (۱)

ترجمہ: اس پر سب متفق ہیں کہ حضرت خدیجہؓ سے حضور ﷺ کی چھ اولادیں ہوئی ہیں:
قاسم، ابراہیم اور چار بیٹیاں: زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ۔ تمام بیٹیاں اسلام سے شرف ہو گئیں
اور اپنے والد گرامیؐ قدر کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کا شرف بھی حاصل کیا۔ سوا حضور ﷺ کے بیٹے
ابراہیمؓ کے، وہ مدینہ ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے۔

شہزادی زینب رضی اللہ عنہا

شہزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ
رضی اللہ عنہا کے بطن سے جنم لینے والی سب سے پہلی چشم چراغ خاندان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
تھیں۔ عربوں کی عادت یہ تھی کہ پہلے بچے کی پیدائش پر بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا کرتے تھے۔
جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مبارک نکاح کے اس شرعہ کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء جان کی اور
اللہ تعالیٰ کے اس علیہ پر اس کا شہزادہ کیا۔

سب سے بڑی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کی ولادت کے وقت حضور اقدس

ہوں اور میرے پاس ایک جھلی ہے۔" اس نے وہ جھلی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی اور عرض کیا: "میرے پاس ابوالعاص کا فہ ہے۔" جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جھلی کو کھنکھاتے ہوئے دیکھا تو حیران ہوئے اور فرمایا: "اے نسب! اللہ تعالیٰ اعلا کرے، یہ قہرِ نبی کا پار ہے۔" پھر خاموش ہو گئے اور فرمایا کہ: "یہ پارِ نسب کی والدہ نے ان کی شادی کے موقع پر انٹیں بہہ کیا تھا۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش ہو گئے۔ انہوں نے معاملہ کی سمجھی کو بھانپ لیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد ہوئے اور فرمایا: "مگر تمہاری رائے ہو تو اس کا قیدی چھوڑ دو اور اس کا مال بھی واپس کر دو۔" صحابہ نے خوشی کے ساتھ اس رائے کو قبول کر لیا۔ (۵)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے یہ وعدہ بھی لے لیا کہ وہ پہنچ کر نسب بنو ہند سے حضور کو پہنچا دیں۔

سیدہ زینبؓ کی ہجرت مدینہ

جب ابوالعاص بن ربیع کہ پہنچے تو اپنی اہلیہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کہا کہ وہ اپنے والد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہند جانے کی تیاری کر لیں۔ پھر اپنے بھائی کانانہ بن ربیع کو حکم دیا کہ ان کے لیے اونٹ تیار کریں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ کانانہ نے اپنی کمان کو پکڑا اور کھڑکایا اور ان کے وقت اونٹ کی نگاہ پکارے لوگوں کے سامنے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو کیا وہ میں بٹھا کرے کہ چل پڑے۔

قوم قریش کو اس واقعہ کی خبر ہو چکی تھی۔ یوسفیان کی جوتی ہند بخت خیر کو بھی اطلاع پہنچی۔ فزودہ کے واقعات اس کی نگاہوں کے سامنے گھوم رہے تھے اور جنگ کے حقوقوں کے چہرے اس کے تصور میں چھائے ہوئے تھے۔ وہ دروازہ قریش کی محافل میں جاتی، لوگوں کو مسلمانوں سے انتقام لینے پر براہِ حق کرتی، کیونکہ انہوں نے اس کے باپ حبہ بن ربیع، بچا شیبہ اس کے بھائی ولید بن حبہ، اس کے بچا زوہبہ اور عاص بن معید بن ابوالعاص اور اس کے سوتیلے بیٹے حظلہ بن ابی سفیان بن حرب کو قتل کر دیا تھا۔

ہند حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آئی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس کو شکوہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں، میں کہیں اپنے والد کے پاس جانے کی تیاری کر رہی تھی کہ ہند بخت

صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تیس سال کی تھی۔ (۶)

قبولِ اسلام

اعلانِ نبوت کے بعد اہل مکہ میں سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے ملتے گوش اسلام میں داخل ہوئیں، اور ان کے ساتھ سیدہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اچھا بھی مشرف بہ اسلام ہوئی۔ اس طرح آپ کی چاروں شیواہاں بھی ابتداء ہی سے تو ایمان و اسلام سے شرف پار ہو چکی تھیں۔ (۷)

عقدِ نکاح

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن باندہ بنت خویلد نے اپنے بیٹے ابوالعاص کے لیے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا رشتہ طلب کیا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خواہش بھی یہی تھی کیونکہ ابوالعاص بچپن ہی سے محمد و عاتات و خداس اور شریطانہ خلاق کے مالک تھے، اور سیدہ خدیجہ ان سے بیٹوں کی طرح محبت کرتی تھیں۔ بہر حال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سے اتفاق فرمایا، اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص کے ساتھ ہو گیا۔ اور یہ نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہوا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو ابوالعاص کو بھی ایمان کی دعوت دی گئی، لیکن وہ اپنے قہرِ دین پر عرصہ تک قائم رہے۔ (۸)

محرکہ بدر میں ابوالعاص کی شمولیت

محرکہ بدر میں ابوالعاص بھی مشرکین کے ساتھ شریک ہوئے۔ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور مشرکین نے ہر طرح کا غائب و خفا اور کام ہوئے۔ ستر نامی گمراہ سردار قتل اور ستر آدمی گرفتار ہو گئے۔ ابوالعاص بھی قید ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کو فدیہ لینے کے بارے میں فیصلہ فرمایا۔ مسلمان چاہتے تھے کہ مشرکین سے قیدیوں کے سلسلہ میں اپنا حق وصول کریں، لہذا وہ بہت زیادہ فدیہ کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اہل مکہ نے مسلمانوں کے اس مطالبہ کو اپنے قیدیوں کو آزاد کرانے کی فکر میں قبول کر لیا تھا، کیونکہ اہل مکہ جلد از جلد اپنے قیدیوں کو آزاد کرانا چاہتے تھے، تا کہ اس عار سے نکل سکیں جو ان کے مقدس دین بھگا دیا تھا۔

قیدیوں کو آزاد کرانے کے لیے آنے والوں میں ابوالعاص کے بھائی بھی تھے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: "میں زینب بنت محمد کی طرف سے آیا

الى العلم اعيار جفاء و غلظة

وفي الحروب اشباه النساء العوارك

ترجمہ: امن کے موقع پر سخت اور پچھاڑنے والے بہادر گمراہ بن جاتے ہیں، جبکہ لڑائی میں پردہ نشین عورتوں کے مثل ہو جاتے ہو۔

(یعنی: امن کے موقع پر غصہ، بہادری اور شجاعت کا مظاہرہ تو کرتے ہو، لیکن جنگ میں شریف عورتوں کی طرح شرمیلے نہ بن جاتے ہو)۔

حضرت سید رضی اللہ عنہما مقام ”دولوی“ تک پہنچ چکی تھیں، لیکن ان کے خالہ زاد کاناٹہ بن ربیع مجبور تھے کہ انہیں واپس لے لائیں۔ کیونکہ ان کا حمل بھی ضائع ہو چکا تھا اور کمر بڑی اور ہاتھی کا شکار ہو چکا تھیں۔

کچھ دن وہ گھر میں رہیں، آرام کیا، پھر سفر شروع کیا۔ یہاں تک کہ مدینہ کے قریب لڑے بن حارث اور اُن کے ساتھ موجود صحابی سے ان کی ملاقات ہوئی اور آپ مدینہ پہنچ گئیں۔^(۶)

اوپاشوں کے قتل کا حکم

نبی کے ان ولی آثار حالات کی اطلاع جب رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو
فرشتے بھی ہوئے اور غضب ناک بھی۔ آپ ﷺ نے ان ظالم اور بدکردار افراد کو کھل کر دراز تک
پہنچانے کی ضمان لی۔

متحدہ اہل ہرج و مرج و ضعیف اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ روانہ کیا۔ جس میں اس شخص شامل تھا۔ آپ ﷺ نے حکم کیا کہ اگر گنہگار بن اسو اور نافع بن عبد قیس، جس نے سیدہ زینب کی طرف دستِ حق نہم روا کر دیا تھا، دونوں کو پکڑ کر جلا دینا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: ”یوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو کمپیں دیا تھا۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہیں دو آدمیوں کو کھانا دینے کا حکم دیا تھا، بعد میں خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی شخص کے لیے یہ بات سزاوار نہیں کہ وہ آگ کی سزا کسی کو دے یا پتلا حرام دونوں کو کھنکھ کر دے۔“ (۷)

عربی زندگی

حضرت زینبؓ اپنے بچوں کے ساتھ اپنے والد صلی اللہ علیہ وسلم کی سرپرستی میں زندگی

عقبہ میرے پاس آئیں اور کہا: ”اے محمد کی بیٹی! میں نے سنا ہے کہ تو اپنے والد کے پاس جاری ہے، کیا واقعی ایسا ہے؟“ میں نے کہا کہ ”میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔“

ہم نے کہا: ”آپ ایسا نہ کریں، اگر آپ کو کس طرح ضرورت ہو تو پوچھ کر سناں، ورنہ ہر
 بابائے والد تک پہنچنے کے لیے مال کی ضرورت، ہوتا ہے آپ کی ضروریات پوری کر سکتی ہوں، آپ
 مجھ سے شہر کریں، کیونکہ جو دشمنی مردوں کے مابین ہے، وہ عورتوں کے درمیان داخل نہیں ہو سکتی۔“

مشکل کا سامنا

کفار مکہ کو حضرت نذیب رضی اللہ عنہا کے مکہ سے نکلنے کا علم ہو گیا، بقدر اہمیتوں نے حضرت نذیب رضی اللہ عنہا کا چچا کیا۔ سب سے آگے ہمارے بن اسود اور تاشی خاں عبد قیس تھے۔ ہمارے حضرت نذیب رضی اللہ عنہا کے اونٹ کو کوکر میز چھو کر اور انھیں چٹان پر گرادی۔ ان دونوں حضرت نذیب رضی اللہ عنہا حاملہ تھیں اور آپ کے حمل کو چار دانہ گزر چکے تھے۔ حمل ساقہ ہو گیا۔ حمل کے ساقہ ہو نے کی وجہ سے انھیں صنف اور مرض لاحق ہو گیا۔

ابوالعاص کا بھائی اکنانہ (جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا) کوکوس سے لڑنے کو
تیار ہوا، لیکن وہ لوگ اس سے بہت دور تھے۔ ابوحنیفانہ دور کمرزا اکنانہ بن ربیع سے شکوک کرنے کا
یوپیادیا رکھا، کہ کہا، "ہم آپ سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں، اپنے حملہ آور کو روک لو۔" ابوحنیفانہ ان کے
بالکل غریب آئی اور کہا، "اے اکنانہ! ابن الربیع! کو تونے درست کام نہیں کیا، تو علی الاطلاق اس عورت
کو کوکوس کے سامنے سے لے کر نکالنا، حالانکہ تجھے اس مصیبت کا علم تھا جو ہمیں لاحق ہوئی تھی۔ اور
تجھے ہمیں علی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر حملہ کا علم بھی ہے۔ لوگ یہ خیال کر رہے ہیں کہ یہ مصیبت ہمیں
زدنی کی وجہ سے پہنچی ہے اور اب ہم تکبر اور اور فساد ہو چکے ہیں۔ بخدا ہمیں زینب کو اس کے
والد کے پاس جانے سے روکنے کی کوئی ضرورت نہیں، لیکن جب ادا زہیں ہا مہر جا سیں گی اور
لوگ یہ جانیں گے کہ انکس کے کہ ہم نے اسے واپس کر دیا ہے تو خاموشی سے اسے لے جانا اور اسے
کے والد سے ملا دیتا۔"

جب ہندو بہت قہر کو اس سارے واقعہ اور حضرت زینبؓ کی روانگی کا علم ہوا تو انہیں بہت دکھ ہوا۔ وہ اپنی قوم کا مذاق اڑانے لگیں اور انہیں غلامت کرتے ہوئے کہا: ”ایک ایک عورت کے اہل سفر کو لڑے ہو؟ یہ ہادی کی بی بی ہیں؟“

علیہ وسلم نے "اللہ اکبر" فرمایا اور باقی لوگوں نے بھی "اللہ اکبر" کہا، اچانک سب نے ایک آواز سن۔ یہ حضرت زینب کی آواز تھی۔ وہ کہہ رہی تھیں "اے لوگو! میں نے ابوالعاص کو پناہ دے دی ہے۔"

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، "اے لوگو! جو میں نے سنا، وہ تم نے سنا ہے۔" لوگوں نے ہاں میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، "قسم ہے اس ذات کی جس کے تقدس میری جان ہے کہ میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا، یہاں تک کہ میں نے بھی وہی جانا جو تم نے سنا ہے، مسلمانوں کا ادنیٰ ترین شخص بھی پناہ دے سکتا ہے، اور تحقیق جس کو زینب نے پناہ دی، اُسے ہم نے بھی پناہ دی۔" (۸)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے پاس تشریف لائے۔ حضرت زینب نے عرض کیا، "اے رسول اللہ ﷺ! میں نے ابوالعاص کو پناہ دے دی ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اے میری بیٹی! اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو، لیکن وہ آپ کے بارے میں بے لوث نہ ہونے پائے، کیونکہ اب آپ اس کے لیے حلال نہیں ہیں۔" (۹)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ابوالعاص پر احسان

ابوالعاص نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ساری بات سنائی کہ وہ مسلمان ہو کر نہیں آئے، بلکہ وہ تو کسی اور کام کے لیے آئے ہیں۔ یعنی صورت حال یہ ہے کہ وہ اپنے لیے اور اپنی قوم کے لیے تجارت کی غرض سے شام سے واپس آ رہے تھے، ان کے ساتھ کچھ قریشی مرد بھی تھے کہ اچانک مسلمانوں کی ایک جماعت نے ان پر حملہ کر دیا، جس میں زینب کی جان حارث بن عاصی تھے اور ان کے ساتھ ایک سو خرّ آویں تھے۔ انہوں نے قریشیوں سے سارا مال چھین لیا اور قریشی قتل کے خوف سے فرار ہوئے۔ اور یہ بھی ذرے ہوئے اپنی خالد کی بیٹی کے گھر میں پناہ گزین ہوئے ہیں۔ حضرت زینب نے کہا، "میرا اپنی خالد کے بیٹے اور علی اور امام کے والد کو خوش آمدید کہتی ہوں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ارشاد فرمایا، "اس شخص کا جو تعلق ہمارے ساتھ ہے، تم حضرات اچھی طرح جانتے ہو۔ جو مال جہاد کے واسطے ہوا ہے، یہ عنایتِ خداوندی ہے۔ مگر میں پسند کرتا ہوں کہ تم لوگ اس پر احسان کرو اور مال واپس کر دو۔ اگر تم مال واپس کرنے پر

گزار دے گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے طاقت کرتے، اپنے نواسے اور نواسی کو بنار کرتے۔ حضرت زینبؓ دیکھتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے امور میں مصروف ہیں اور آپ ﷺ کی دولت جنگی کی رفتار سے دنیا کے ملکوں میں پھیلی جا رہی ہے، لیکن مکہ اور مدینہ والوں کے درمیان دشمنی برپا جا رہی تھی۔ مسلمان ان تکالیف کو فراموش نہ کر سکے تھے جو انہیں قریشی سرداروں کے ہاتھوں سے پہنچی تھیں۔ وہ دشمنی بدستور قائم تھی اور ان مقام کے موقع کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ مسلمان صحراؤں کا پتھر لگا کر کرتے تھے، تاکہ شام سے آنے یا شام کی طرف جانے والے کسی کافر کو پکڑ لیں۔ اور مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے لشکروں کے ہر جن اور قاتلوں کو تلاش کرتے تھے تاکہ مکہ کے لوگوں کو پکڑ لیں اور ان کا سامان تجارت حاصل کر لیں۔

ابوالعاص کے تجارتی قافلے پر حملہ

اسی طرح ایک مرتبہ دوسرا کفار کا چکر لگا رہا ہے کہ انہوں نے شام سے ایک قافلہ آتے ہوئے دیکھا۔ یہ اس کی گھاٹ میں بندھ گئے، پھر اس کو گھیر لیا۔ جو کچھ ان کے پاس تھا، سارے کا سارا چھین لیا۔ اگر اس قافلہ کے افراد قتل کے خوف سے فرار نہ ہو جاتے تو مسلمان ان کو قیدی بنا لیتے۔

قافلہ کے افراد اپنے شہر تک پہنچے، سوائے ابوالعاص کے۔ کیونکہ وہ مستقبل کی منصوبہ سازی کر رہا تھا۔ بہت سے قریشی لوگوں نے اسے بہت سامان دے رکھا تھا۔ جس کی واپسی کا وہ ذمہ دار تھا۔ وہ کوئی ایسا عمل سوچ رہا تھا جس کے ذریعے سارا دنیا بھر مال واپس لینے کا انتظام ہو جائے، یا پھر کوئی ایسا کام کرے جس سے مکہ والوں کو مطمئن ہو جائے کہ اس نے اپنے پاس موجود مال میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی، اور اس نے اس مال کی خاطر وہ سب کچھ کیا جو اس کی قدرت میں تھا۔ مال کے لیے ابوالعاص کی تنگ دود

آخر کار ابوالعاص اس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ اپنی خالہ زاد حضرت زینبؓ کے پاس جائے اور ان سے مال کی واپسی کا کوئی راستہ نکلا دے۔

جب رات ہوئی، وہ گھناؤں اندھیرے میں مدینہ میں داخل ہوا۔ چلتے چلتے سیدہ زینبؓ کے گھر پہنچا۔ اس نے حضرت زینبؓ کو پناہ کے لیے پکارا۔ حضرت زینبؓ نے اسے پناہ دے دی۔ صبح کی روشنی نمودار ہو چکی تھی، نماز کی صبح کی نماز کی تیاری کر رہے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ

رضامند نہیں ہو تو جس کھتا ہوں کہ تم مال کے زیادہ حقدار ہو۔“

صحابہ کرامؓ نے برضا و رغبت تمام مال واپس کر دیا یہاں تک کہ اراث کی بھیل کی ریش تک بھی واپس لوٹا دی۔ ایسا اوصاف تمام مال نے کہ کم کر مرہ روا نہ ہو گئے۔ وہاں ہر کسی کا مال اس کے سپرد کر کے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اور پھر مدینہ منورہ لوٹ آئے۔ (۱۰)

تجدید نکاح

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بلایا اور دو گواہوں اور ایک ولی کی موجودگی میں نکاح جدید کروایا۔ بعض مؤرخین کے نزدیک پہلے نکاح کو ہی لوٹا تھا۔

حضرت ابو العاصؓ، زینبؓ اور ان کے بچے علیؓ اور امامہؓ متبع ہو گئے۔ اس تعلق کو ایک سال گزرا تھا کہ ۸ ہجری شروع ہو گیا۔ حضرت زینبؓ اس واقعہ کی وجہ سے ابھی تک متاثر تھیں جو انہیں پہلی مرتبہ پیدا آئے ہوئے چٹا آیا تھا۔ ان کا اصل ساقہ ہو گیا تھا اور وہ چٹان پر گر گئی تھیں۔ وہ اس تکلیف کو محسوس کرتی رہیں۔ مرض بڑھتا رہا، کوئی علاج معالجہ اور ایسا اوصاف کی تیار داری دیکھ بھال داس نہ آئی۔ حضرت زینبؓ بستر پر پڑی اللہ کے امر کا انتظار کرتے لگیں۔ یہاں تک کہ آخری وقت آیا اور وہ دار آخرت کی طرف منتقل ہو گئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکیم دل کے ساتھ تشریف لائے۔ ان کے لیے اللہ سے دعا کی۔ عورتوں کو نصیحت کی کہ ان کو طلاق نہ دیں اور آخر میں انہیں کا نور خروید کا کہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی نماز پڑھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی۔ پھر مدینہ میں موجود صحابہ کرامؓ نے انہیں ان کے آخری گھر میں منتقل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر رحم کرے اور ان سے راضی ہو۔

شہزادی رقیہ رضی اللہ عنہا

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری شہزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش سیدہ زینبؓ کے تین سال بعد ہوئی۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی والدہ مکرمہ ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔

ازدواجی زندگی

قدیم دستور کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما کا رشتہ یعنی منگی اپنے بیٹے ابولہب کے دو بیٹوں عقبہ اور صحیحہ سے کر دیا تھا۔ یہ صرف احتساب نکاح تھا اور حقیقی اور مردی کی قربت نہیں آئی تھی۔

جب یہ بات نازل ہوئی، قُبْتُ بِنْتُ ابْنِ الْهَبِ وَقُبْتُ ابْنِ الْهَبِ نے دونوں بیٹوں پر زور دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو طلاق دے کر قارغ کر دو۔ چنانچہ طلاق دے کر انہیں علیحدہ کر دیا گیا۔ (۱۱)

سیدہ کے ساتھ عثمانؓ کا عقد

چونکہ اب اسلام کا دور دورہ شروع ہو چکا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بر قول و فعل حکم خداوندی کے تابع ہوتا تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

مَا أَنَا زَوْجٌ بِنَاتِي، وَلَكِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَزُوجُهُنَّ. (۱۲)

ترجمہ: میں اپنی بیٹی کا نکاح نہیں کرتا، بلکہ اللہ کی جانب سے ان کے نکاح کے فیصلے ہوتے ہیں۔

امراء مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

سیدنا عثمان اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہما خوش نصیب انسان ہیں جنہیں دو ہجرتوں کا شرف حاصل ہوا اور یہ اعزاز بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ پھر ہجرت حبشہ میں ہجرت کا اعزاز بھی انہی کو حاصل ہوا۔ ہجرت اولیٰ کے مہاجرین میں سب سے پہلی و اول آپ ہی تھے۔ گویا کہ ”اس مہاجرین“ کی حیثیت کے حامل تھے، اور لسان نبوت سے بھی اس شرف و افتخار کا اعلان ہوا تھا۔

شوہر کی خدمت گزار

جیسا کہ ایک واقعات پر یہی خانہ پرہیز جان سے ثابت ہوتی ہے، اور خاندان کی خدمت اپنا فرض منصبی سمجھتی ہے، سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے شوہر تاجدار کی خدمت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتی تھیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی تشریف اور تربیت تھی۔ حدیث شریف میں ہے:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو اس وقت سیدہ رقیہ اپنے شوہر عثمان رضی اللہ عنہ کا سر دھو رہی تھیں اور کھانسی سے اُن کے ہال شور مچ رہی تھیں۔ آپ نے یہ سہکارہ کیا کہ فرمایا:

يَا نَيْلَا احْسِنِي اِلٰى اُمِّي عَبْدِ اللَّهِ. فَلَمَّا شَبَّهَ اصْحَابِي بِي خُلِقَ. (۱۶)

ترجمہ: اے جان پیر! اپنے شوہر عثمان کے ساتھ حسن معاملہ اور مہذب سلوک کرنا۔ حسن اخلاق کے اعتبار سے وہ تمام کام ہیں جس سے میرے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔

اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کرشمہ تھا کہ وہ چاہے درود و عاجزادی شوہر کی خدمت میں مصروف ہیں۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ بھی کتنے خوش نصیب ہیں جن کی توصیف لسان نبوت سے کی جا رہی ہے۔

شوہر ادبی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عثمان فہمی رضی اللہ عنہ کی باہمی محبت و اُلفت اور حسن معاشرت لوگوں میں غریب الناس میں بکثرت پائی گئی تھی۔ اور اُن کے اس قابلِ حسینانہ کلمہ عمل کے لاشعور نظریہ بات زبان زد عام تھی:

احسن التواضعين واحمرا الانسان
رقية وزوجها العنبران (۱۷)

ترجمہ: میان نبوی کا سب سے اچھا جوڑا جو لوگوں نے دیکھا ہے، وہ رقیہ اور عثمان ہیں۔

سانچہ اور حمال

۴ھ میں جب کفر اور اسلام کے درمیان ایک فیصلہ کن معرکہ جنگ بدر پڑا ہوا ہے واللہ اعلم، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام غزوہ بدر کی تیاری میں مصروف تھے۔ شہزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا خوش و خرم کا عارضہ لاحق ہو گیا اور نہایت سخت تکلیف ہوئی۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان فہمی سے فرمایا، رقیہ بیمار ہیں، آپ ان کی تیمارداری کے لیے مدینہ ہی میں رہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے خادم خاص حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بھی مدینہ منورہ کے ساتھ لایا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ غزوہ بدر میں حضرت عثمان کی عدم شمولیت کی حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عاجز ادبی، جو آپ کی بیوی تھیں، بیمار تھیں۔

فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لَكَ اجْعِدْ وَجَلَ مَعْنٍ
شَهِدَ بَعْدَهُ وَ سَهْجَةً. (۱۸)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم اس کی تیمارداری کرو اور جہیں اس شخص کے ہر ایذا پر اور اُن کی بات میں سے حصہ لے گا، جتنا بدر میں شریک ہونے والے کو ملے گا۔

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۳۴۶ھ) رقم طراز ہیں:

تمام سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عثمان غزوہ بدر میں تھے اس وجہ سے شریک نہ ہو سکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے وہ اپنی بیوی حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی تیمارداری پر مامور تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بالیٰ ثبیت میں حصہ عطا فرمایا، اور شرکت بدر کے اجر و ثواب کی بشارت بھی سنائی۔ (۱۹)

بین اہلِ دین، جس میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں آ کر فتح بدر کا مژدہ سنایا، سیدہ رقیہ نے وفات پائی۔ اور مسلمان غزوہ بدر میں اللہ کی مدد کے نزول کی فرحت سے شرار ہو کر مدینہ اپس لوٹ رہے تھے، اسی خوشی میں سیدہ کے انتقال کے غم کا پہلو بھی شامل ہو گیا۔

وصال کے وقت سیدہ کی عمر بیس سال تھی۔ (۲۰)

سیدہ کا انتقال ہجرت کے دوسرے سال ہوا۔ (۲۱)

اولاد و امجاد

شہزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہا سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ دونوں کی ولادت حبشہ کے دوران ہوئی۔ ایک بچہ کا نام پیدا ہوا۔ پھر دوسرا بچہ اللہ نے عطا فرمایا، جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اسی کے نام سے حضرت عثمان غنی کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ چھ سال کی عمر میں مرغانے بچے کے چہرے پر ٹھونک ماری۔ چہرہ چورم آگیا، اور اسی عارضہ میں بچے کا انتقال ہو گیا۔ (۲۲)

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

ولادت باسعادت

شہزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی ولادت کے متعلق مؤرخین کی مختلف آراء ہیں۔ لیکن زیادہ صحیح قول یہی ہے کہ وہ اپنی بہن سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے چھوٹی اور اپنی بہن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑی تھیں۔

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی والدہ خدیجہ بنت خویلد تھیں، ان کی پیدائش مصعب کے بیان کے مطابق حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے پہلے ہوئی۔ اور علم الانساب کے اکثر علماء کے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی کے متعلق بھی بہت اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن بڑی بیٹی کے متعلق اختلاف شاذ ہے (یعنی بڑی نذیب رضی اللہ عنہا ہی ہیں)۔ اور صحیح یہی ہے کہ سب سے بڑی نذیب رضی اللہ عنہا ہیں، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رقیہ کے وصال کے بعد ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے عقد کیا۔ اور اس میں بھی یہ دلیل ہے کہ بڑی رقیہ تھیں اور ام کلثوم ان سے چھوٹی۔ کیونکہ عام دستور یہی ہے کہ پہلے بڑی کا عقد ہو کر تباہے اور پھر چھوٹی کا۔ (۲۳)

اسم گرامی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تیسری شہزادی ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ یہ اپنی کنیت "ام کلثوم" ہی کے نام سے شہرت رکھتی ہیں، اس کے علاوہ کوئی نام معلوم نہ ہو سکا۔

رحمت کا ثبات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفیق خاص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے دینے کی جانب ہجرت فرمائی۔ پھر اپنے خادم خاص زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھی گرامہ اپنے اہل بیت کو بھی دینے ہوا لایا۔ اس طرح شہزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی خاندان کے دوسرے افراد کی طرح مکہ سے دینے جانے لگیں۔

کناح کے تعلیمی اسباب

اور سیدہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے بعد محبت تھی اور یہ رشتہ محبت تام آخر قائم رہا۔ شہزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد سیدہ عثمان رضی اللہ عنہ ان کے فراق میں ہر وقت مضطرب اور غمین رہتے تھے۔

ایک دن سیدہ عثمان رضی اللہ عنہا ہی رقم و رقم کے عالم میں بیٹھے تھے کہ مجی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم آپ پر پڑی۔ مجی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو افسردہ و طول و کچ کر پچھا، ”ابو عبد اللہ! انھیں کیا ہوا ہے جو چہرے سے حزن و غل کا آگاہ رہا ہے؟“ عثمان عرض گزار ہوئے، ”اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا مجھ سے زیادہ کوئی طول و غمین ہوگا؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! رقیہ کی جدائی نے میری کمر توڑ دی ہے۔ رقیہ رضی اللہ عنہا کی موت سے خاندان نبوت سے میرا رشتہ ٹوٹ گیا ہے اور اب دوبارہ وہ مقدس رشتہ کے قائم ہونے کی کوئی امید نہیں۔“

توفیت بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عندی ورحمہا اللہ.

واقطع الظہر، وذهب الصہر لہا بیٹی وبنک. (۲۷)

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلاب اطہر میں یہ لگرا تھی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے ہم فراق کا دوا ہونا چاہیے اور ان کا رنج و مال بھر سرت شادمانی سے بدل جائے۔

سیدہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیدہ عثمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا، ہمارا عثمان رضی اللہ عنہ! میں دیکھتا ہوں کہ جب سے تمہارا یہ فاقیش ہوئی رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا ہے، تم ہر وقت اس اور غمین رہتے ہو۔ تمہاری رشتہ بھی خراب ہو رہی ہے۔ میں نے اس صورت حال کا ایک حل تجویز کیا ہے کہ آپ میری بیٹی حضرت رضی اللہ عنہ سے نکاح کرلو۔ لیکن سیدہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس پیشکش کو قبول کرنے سے پہلو جی کی اور معاملہ پر غور کرنے کو

علامہ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۲۳ھ) لکھتے ہیں:

وامام ام کلثوم ولا یعرف لہا اسم۔ لہما تعرف بکلیہما. (۲۸)

ترجمہ: اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نام معلوم نہیں، وہ مکنت ہی سے مشہور ہیں۔

اس کی شرح میں علامہ رد قانی (م ۱۱۴۳ھ) فرماتے ہیں:

لا أعلم احد اسمہا۔ والظاهر ان اسمہا کتبہا. (۲۹)

نکاح اہل

جیسا کہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں بیان ہو چکا ہے کہ آغاز اسلام سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دور کے دستور کے مطابق سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی نسبت منجھتی یا طہرانے بچا، ابواب کے دو بیٹوں قبہ اور صحیہ سے کردی تھی۔ اصلاً ان نبوت کے بعد جب آیت ”تَنْكِتْ يَدَا اَبْنَيْ لَهْمَا“ نازل ہوئی تو ابواب اور اس کی بیوی ام جہیل نے اسلام دشمنی میں دونوں بیٹوں کو طلاق دے کر یوں کو کفار مارنے کا حکم دیا۔ چنانچہ دونوں لڑکوں قبہ اور صحیہ نے ماں باپ کی رضا جوئی کی خاطر اللہ اور اس کے رسول کی عداوت میں اپنی زوجیوں کو فارغ کر دیا۔

اللہ جل جہدہ کی رحمت سے ان پاک بیویوں کا مقدر جاگ اٹھا اور یہ پاک بیوت شہزادیوں پاک بیوت خوش نصیب سیدہ عثمان زناورین رضی اللہ عنہ کے مقدس آنکھیں۔ (۳۰)

ہجرت مدینہ

حالات پائیں جا رہے کہ رحمت کا ثبات صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے جائز صحابہ کے لیے کہ مکہ میں امن و سکون کا سانس لینا دشوار ہو گیا۔ مشرکین کی ہتھیں اس حد تک بڑھ گئیں کہ وہ منظم اسلام کے قتل کے ہاتھ نہ بٹانے لگے اور تحریک اسلامی کو کھینچنے کی تدابیر سوچنے لگے۔ لیکن قدرت سے مکہ سے کسوں دور ”یثرب“ میں اسلام بابر مسلمانوں کے لیے حالات سازگار کر دیے تھے اور وہاں کے باشندوں کی ایک خاص قسمی تعداد دارک اسلام میں داخل ہو چکی تھی۔ یہ لوگ دل و جان سے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں رونق افروز ہونے کی تمنا کر سکتے تھے۔ ان حالات میں اللہ جل جہدہ نے اپنے محبوب کو ہجرت کی اجازت عطا فرمائی۔ اسی کے ساتھ مکہ کے دوسرے بلاکشان حق کو بھی دینے چلے جاسے گا، ان حاکم ہو گیا۔

من عثمان، وادل عثمان علی غیرہ لک۔ قال نعم، یا لہی اللہ!
قال زوجنی ابسک، وازوج عثمان ابسک۔ (۳۰)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عورت! کیا میں تمہیں عثمان سے بہتر دلاؤں اور عثمان کے لیے تیری بیٹی سے بہتر بیوی نہ بتاؤں؟ حضرت عمرؓ نے عرض کی، جی ضرور بتائیں اے اللہ کے نبی! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی بیٹی کا عقد میرے ساتھ کر دو اور میں اپنی بیٹی کا نکاح عثمان سے کیے دیتا ہوں۔

ایک روایت میں ہے:

لقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد زوج اللہ عثمان غیراً
من بسک، و زوج ابسک غیراً من عثمان فنزوج رسول اللہ
حفصہ، و زوج ام کلثوم من عثمان بن عفان۔ (۳۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اللہ تعالیٰ نے عثمان کے ساتھ تیری بیٹی سے بہتر عورت کا نکاح کر دیا ہے اور تیری بیٹی کے لیے عثمان سے بہتر نونہ عطا کر دیا ہے۔
ان سعد کہتے ہیں:

فخار اللہ لہما جميعاً، کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لحفصہ غیراً من عثمان، و کانت بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لعثمان غیراً من حفصہ بنت عمر۔ (۳۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے سب ہی کے لیے خیر کا نونہ موجب بنادیا کہ حفصہ کے لیے عثمان سے بہتر شوہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنادیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی (ام کلثوم) عمر کی بیٹی حفصہ سے بہتر عثمان کو عطا فرمادی۔

مروءہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خوش آئند ارشاد سے سیدہ امروہہ روق رضی اللہ عنہا کی پریشانی اور حزن و غم اٹا کر فوراً ہو گیا اور سرت و اطمینان سے چہرہ گلستا ہوا جانتا تھا۔ سیدہ امروہہ روق رضی اللہ عنہا نے خوش کن خبر سن کر جو سامنے کھڑی تھیں ان کا نکاح صلی اللہ علیہ وسلم کے سر ہونے کا شرف حاصل ہونے والا ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیدہ ام کلثوم

کہا۔ حضرت عمرؓ نے چند دن کے انتظار کے بعد سیدہ عثمان رضی اللہ عنہا کو قہر دلائی۔ انہوں نے کہا، فی الحالی نکاح کا ارادہ نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سیدہ عثمان رضی اللہ عنہ کے جواب سے ناگواری ہوئی۔ سیدہ امروہہ رضی اللہ عنہا سیدہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے بھی یہ رشتہ قبول کرنے کی ہتکیش کی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی کسی مصلحت کے پیش نظر خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔

سیدہ امروہہ رضی اللہ عنہا ایک غیرت مند اور خود ارادہ شخص تھیں، اپنی اس غیر متوقع ناکامی پر آپ کو طیش بھی آیا اور تنہا بھی ہوا۔ آپ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کی خدمت میں عثمان رضی اللہ عنہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بے اعتنائی کی شکایت پیش کی۔

کچھ روز بعد سیدہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ملاقات سیدہ امروہہ روق رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ انہوں نے کہا: ہمارا آپ نے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی ہتکیش کی اور میں نے خاموشی اختیار کی، آپ کو میری خاموشی بلکہ اللہ تعالیٰ ناگوار لگ رہی، لیکن میرے جواب نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا اور میں آپ ﷺ کے راز کو فاش نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ سے نکاح نہ کرتے تو پھر میں اس کے لیے آمادہ تھا۔ (۳۳)

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعل اللہ تعالیٰ یا عمر ان
یتابک بصفہ ہو غیر لک من عثمان، فنزوج رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم بابنہ عمر ورضی اللہ عنہ، و زوج رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ام کلثوم من عثمان۔ (۳۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر! بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر دلاؤ عطا کر دے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح فرمایا اور اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا سیدہ عثمان کے نکاح میں دے دی۔

ایک روایت ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، یا عمر! الا اذلک علی غیر لک

از وجہ احتیاج ام کلثوم علی مثل صدقہا و علی مثل عشرتها۔

فزوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایہا۔ (۳۵)

ترجمہ: اے عثمان! یہ جبرئیل امین ہیں، خبر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عہد دیا ہے کہ میں رقیہ رضی اللہ عنہا کی بہن ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح کروں اور جو میری رقیہ رضی اللہ عنہا کے لیے مقرر ہوا تھا، اس کے موافق ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا میرا ہونا اور ان کی مصاحبت اور رفاقت بھی انہی کے مطابق ہوگی۔

سیدہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هذا جبریل اعبرنی ان اللہ عزوجل امرنی ان ازوجک احتیجا

ورقیہ واجعل صدقہا مثل صدیقی احتیجا۔ (۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اناسی جبریل فقال ان اللہ بامرک ان تزوج عثمان ام کلثوم،

علی مثل صدیقی ورقیہ و علی مثل صحبتہا۔ (۳۷)

ترجمہ: حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا، اللہ جل شانہ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کریں۔ اور بتا رہا ہوں کہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا جو جو ہوا تھا، اس کے برابر ہو اور رحمت و معاضرت بھی انہی کی مثل ہو۔

تاریخ نکاح

شہزادہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدہ عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے ساقدار ربیع الاول ۳۷ھ میں ہوا اور چار ماہ بعد تبارک الیقینی ۳۸ھ میں رخصتی ہوئی تھی۔ اس طرح تھیل مدت میں یہ تقریب معید پوری ہوئی۔

فلما تولیت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلف

عثمان بن عفان علی ام کلثوم بنت رسول اللہ و کانت بکرا۔

وذلك فی شہر ربیع الاول مسۃ ثلاث من الهجرة، و ادخلت

علیہ فی هذه السنة فی جمادی الاخرۃ۔ (۳۸)

رضی اللہ عنہا کا نکاح کرنے کا فیصلہ فرمایا تھا، وہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت خنصرہ رضی اللہ عنہا سے یہ نفس خور دھڑ زہ بیت قائم کرنے کا فیصلہ فرمایا تھا۔

مذکورہ بالا احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے حق میں لفظ ”خنصرہ“ استعمال فرمایا، جو سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے لیے بہت بڑا اعزاز اور اکرام ہے۔ یہی لفظ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے بھی استعمال فرمایا۔ آپ ﷺ کی ذات والا صفات تو یقیناً سب سے بڑھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی کے لیے یہ لفظ استعمال فرما کر ان کی شان اور مقام کو اجاگر فرمایا ہے۔

علاؤہ ذلک فی رمدۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

وہ استدلال علی فضل بناتہ علی (زوجانہ) (۳۹)

حضور ﷺ کے اس ارشاد سے آپ ﷺ کی بیویوں پر بیٹیوں کی فضیلت پر استدلال کیا جاتا ہے، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خنصرہ رضی اللہ عنہا سے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو لفظ ”خنصرہ“ سے تعبیر فرمایا، جن ایک مرثت صاحبزادیوں کو زانیہ نوت سے ”خنصرہ“ کہا جائے پھر ان کے جد رسول ہوئے، سنا ان کا کہ قدر رفاقت اور بدلتی ہے۔

عثمان سے نکاح کا امر دیا

یوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چارویں صاحبزادیوں کے نکاح اللہ جل مجدہ کے علم سے ہی کیے تھے، جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

ما انا ازوج بناتی، ولكن اللہ تعالیٰ یزوجہن۔ (۴۰)

ترجمہ: میں اپنی لخت جگر شہزادیوں کا نکاح اپنی مرضی سے کسی کے ساتھ نہیں کرتا، بلکہ اللہ جل مجدہ کی جانب سے ان کے نکاحوں کے فیصلے ہوتے ہیں۔

لیکن یہ اعزاز بالخصوص اور بالاتر از سیدہ عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے مقدور میں تھا کہ ایک مرتبہ ان کا ہاتھ آپ ﷺ نے یہ بشارت عظمیٰ سنائی ہے کہ جبرئیل اللہ کا حکم لائے ہیں کہ میں ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح عثمان سے کروں۔

سیدہ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا عثمان! هذا جبریل علیہ السلام بامرنی عن امر اللہ عزوجل ان

ترجمہ: اہل جلال نے میری طرف دلی چھٹی کہ میں اپنی دو صاحبزادیوں کا یکے بعد دیگرے عثمان سے نکاح کر دوں۔

عن عائشہ قالت سمعت خلیلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بقول، اوحی اللہ الی ان الزوج کو بیعتی عثمان بن عفان، یعنی
رقیہ و ام کلثوم۔ (۳۳)

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں نے اپنے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے میری طرف دلی چھٹی کہ میں اپنی دو بیاری بیٹیوں کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دوں، یعنی سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، یہ "نور" ہے۔ عرض کیا گیا، "نور" سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

والنہی زوجتہ بنتی فلذلك سماہ اللہ عند الملائکۃ ذال نور۔ وسماہ
فی الجنان ذال نورین۔ (۳۵)

ترجمہ: اور چونکہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح کیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں ان کا نام نور رکھا اور جنت میں، "ذوالنورین" کہا گیا۔

سیدہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عثمان رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کو "ذوالنورین" کس وجہ سے کہا جاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح مجھ سے فرمایا، اس لیے آسمانوں میں مجھے "ذوالنورین" کہا جانے لگا۔ (۳۶)

سیدہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

فلک امرؤ بدعی فی السماء ذال نورین۔ (۳۷)

ترجمہ: یہ ایسا خوش نصیب آدمی ہے جس کو آسمانوں میں ذوالنورین کہا جاتا ہے۔

خاندان کا بلند مقام

وقا سیدہ یزید ہر جگہ اپنے شوہر کو بلند مرتبہ دیکھتا جاتی ہے۔ سرچشمہ مہر و وفا، مگر گوشہ

ترجمہ: جب سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اپنی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا دو بیٹے و جس۔ نکاح ماہ رجب الاول ثین ہجری میں ہوا اور اسی سال ہجادی اشرفی میں سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔

رخصتی کے وقت رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی اداوی سے فرمایا:

اما تہ اشبه الناس بعدہ ابراہیم و اہیک محمد۔ (۳۸)

ترجمہ: جان پہراؤ خوش نصیب ہے، تیرے شوہر کی شکل و صورت تیرے دادا ابراہیم اور تیرے دادا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی جلتی ہے۔

سیدہ عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی اداوی کا نکاح بھی اللہ جل شانہ کے حکم سے کر دیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما زوجت عثمان ام کلثوم الا بوحی من السماء۔ (۳۹)

ترجمہ: میں نے عثمان کے ساتھ ام کلثوم کا نکاح اللہ کے حکم سے کیا ہے۔

وما زوجتہ الا بوحی من السماء۔ (۴۰)

سیدہ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وما زوجتہن الا بوحی من السماء۔ (۴۱)

ذوالنورین رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں نظریں یکے بعد دیگرے سیدہ عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں عطا فرمائی، جس طرح سیدہ عثمان رضی اللہ عنہ کو داد اور رسول ﷺ کا شرف حاصل ہوا ہے، اس لیے اگر گاہ نبوت سے آپ ﷺ کو "ذوالنورین" کا خطاب فرماتا ہے، عطا ہوا یعنی دونوں والے۔ علمائے امت اس بات پر متفق ہیں، سیدہ عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے سوا دنیا میں کوئی ایسا شخص نہ ہوا ہے اور نہ ہی ہوگا جس کے عقد میں بھی کسی کی دو صاحبزادیاں آئی ہوں۔ یہ ایسی امتیازی فضیلت ہے کہ کئی نوع انسان میں بھی کسی میں آپ کے شریک و ہم پیک نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ اوحی الی ان الزوج کو بیعتی من عثمان۔ (۴۲)

وَالنَّاسُ وَبَعْضُهُمْ لِنَافْسِهِ غَافِلُونَ (سورۃ النور: ۳۹-۵۰)

ترجمہ: جسے چاہے دنیاں دے، جسے چاہے دے، یا جس کو چاہے بیٹے اور بیٹیاں دوں، وہ غافل رہے گا، اور جس کو چاہے یا بچہ کر دے۔

انجیل و ادولہا و سب ہی اس کے سامنے بسے ہیں، کسی کے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔

شہزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی اولاد کی نعمت سے محروم ہیں۔ موزنین کا یہی اتفاق ہے کہ سیدہ کے ہاں اولاد نہیں ہوئی۔

وَلَمْ يُولَدْ لَهُ غُفْلًا (۳۹)

ترجمہ: اور عثمان رضی اللہ عنہ کوئی اولاد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نہیں ہوئی۔

خوش پوش

شہزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا خوش پوش خاتون تھیں۔ عمدہ اور باد کا لباس زیب تن کرتی تھیں۔ سیدہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیسے صاحب ثروت شوہر کے ساتھ یہ انداز معاشرت ادا کرتی تھیں۔ اور اس سے زوجین کے درمیان تعلقات کی شائستگی اور معاشرتی خوشحالی کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

انہ و انی علی ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برد حویبر میواہ (۵۰)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ام کلثوم کو ہا یکیش تیت چادر دیکھی، جو برہنہ کی دھاریوں سے بنی ہوئی تھی۔

ساختہ احوال

شہزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی اہل کے سامنے سرنگوں ہو گئیں۔ مشیتِ ایزدی کے فیصلے کو کون ٹال سکا ہے! آخر وہ حسرتناک گمراہی بھی آئی تھی جب سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنے مقوم شوہر اور غزوہ باپ کو کچھ نہ کر رہی فردوس ہو گئیں۔ اِنَّ اللّٰهَ وَالْاٰلِیَہٗ وَارْحٰمُوْنَ۔

وَمَاتَتْ فِی شِعْبَانِ سَنَةِ تِسْعٍ مِّنَ الْهَجْرَةِ (۵۱)

رسول اللہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے دل میں بھی یہ جذبہ بدوچاقم موجود تھا۔ ایک مرتبہ انہیں یہ شوق ہوا کہ یہ معلوم کیا جائے کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں ان کے شوہر عثمان رضی اللہ عنہ کا کیا مرتبہ ہے؟ چنانچہ وہ اپنے والد بزرگوار حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتی ہیں، ”اگر اجازت ہو تو کچھ عرض کروں؟“ مثیل پاپ نے خندہ روئی سے فرمایا، ”کچھ بچی! کون ای بات ہے؟“

شہزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا شرم و حیا کے لچھے میں بولیں، ”میں آپ سے معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ میرے شوہر عثمان رضی اللہ عنہ کا مرتبہ زیادہ بلند ہے یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا؟“

بتا اہم سوال تھا! کیا ہی کتہہ آفریں بھی، جسے سن کر حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر گویا ہوئے:

وَوَجَّهْتُكَ مِنْ بَیْتِهِ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ. وَیَحِبُّ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ (۵۸)

ترجمہ: جان پھر! تجھے خوش ہونا چاہیے کہ تیرا شوہر عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول ان سے محبت کرتے ہیں۔

شہزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کا ہمارے فضیلت سن کر بید خوش ہوئیں۔

اوصاف و فصائل

شہزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نہایت نیک حرائج، خوش اطوار اور شیریں زبان تھیں۔ شوہر کی خدمت و فرمانبرداری دل و جان سے کرتی تھیں۔ یہاں بیوی کے ازاد و باقی تعلقات نہایت خوشوار ہے۔ آخر وہ ایک سیدہ عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے پاس رہیں، لیکن باہمی اخلاص و محبت کا یہ حال تھا کہ ایک بار بھی کسی گھر دھکی کی نوبت نہیں آئی۔

اولاد

اللہ تعالیٰ کی مسلیتیں دی، بہتر جانتا ہے۔ نظامِ عالم کے امور اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں، اور اولاد کا معاملہ بھی صرف اور صرف اس کے اختیار میں ہے۔ اور اللہ اور پانی ہے

یُحِبُّ لِنَفْسٍ لِّنَفْسٍ اِنْفَاثًا وَیُحِبُّ لِنَفْسٍ لِّنَفْسٍ اِنْفَاثًا. اَوْ یُحِبُّ لِنَفْسٍ لِّنَفْسٍ اِنْفَاثًا

(۵۳)

و الرب عتک و احس.

ترجمہ: اور تجھ سے تیرا یہ بھی راضی ہے۔

سیدہ عثمان و ذوالنورین رضی اللہ عنہما اس انقطاع صبر سے پر رنجیدہ اور شکستہ تھے، جن کی شکستہ خاطر کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

زوجوا عثمان، لو كان لي ثالثة لزوجته، و ما زوجته الا بالوحي من الله. (۵۴)

ترجمہ: لوگو! عثمان سے اپنی بیٹیوں کا عقد کرو۔ اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو اس کا نکاح بھی عثمان سے کرتا۔ اور میں نے عثمان سے بیٹیوں کے نکاح اللہ تعالیٰ کی وحی کی رہنمائی میں کیے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! اگر تمہاری کوئی بیٹی یا بیٹی بھینس بھر کے ہو تو تم بھی عثمان رضی اللہ عنہ سے اس کا نکاح کرو۔

لو كانت عدينا ثالثة لزوجته. (۵۵)

ترجمہ: اگر میری تیسری بیٹی بھی (بھینس نکاح) ہوتی، میں اس کا نکاح بھی عثمان سے کرتا۔ حضرت ابیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ولو كن عشرا لزوجته عثمان، و ما زوجته الا بالوحي من السماء. (۵۶)

ترجمہ: اور اگر میری دس بیٹیاں ہوتیں تو میں ایک کے بعد دوسری کا عثمان سے نکاح کر دیتا۔ میں نے اپنی بیٹیوں کا نکاح اللہ کے حکم سے کیا ہے۔

وعن عثمان قال: قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم حين زوجني ابنة الاخرى، لو ان عدي عشرا لزوجتكم واحدة بعد واحدة، فاني عتک و احس. (۵۷)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جس وقت آپ نے اپنی دوسری بیٹی کا مجھ سے عقد کیا، اگر میری دس بیٹیاں ہوتیں تو میں ایک کے بعد دوسری اس کا نکاح آپ سے کرتا، کیونکہ میں آپ سے راضی ہوں۔

ترجمہ: سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ۹۷ میں سطر آخرت پر روانہ ہو گئیں۔

اللہ جل شانہ کی شانائے بے نیازی کی وجہ سے شہزادی رضی اللہ عنہا اپنے خالق تعالیٰ سے جا ملیں، ۹۸ میں شہزادی خدیجہ رضی اللہ عنہا غلہ بریں میں جا گزریں ہو گئیں، ۹۹ میں شہزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا سب کو وارث مفارقت دے کر ہمیشہ ہمیش کے لیے وارا الفتا سے دارالہق کر رحلت فرما گئیں۔

ہر شے مسافر ہر چیز مای

کیا چاند چارے کیا سرخ د مای

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں شہزادیوں کا ساتھ ارجمال آپ ﷺ کی حیات ہی میں ہوا۔ اور بیٹیوں شہزادوں کی بھی مصروفی ہی میں داروغہ مفارقت دے کر چاں بحق تسلیم ہو گئے تھے۔ سوائے شہزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا ساری اولاد و امجاد نکاح کیلئے بے سوچے تھے، لیکن ان اللہ و بنا کے حالات میں بھی صبر و استقامت ہی کا مظاہرہ دکھایا۔ جن جاں کھل اور روح فرسا واقعات و مصائب کا سامنا انہیں سلیم استقامت کو کرتا چکا ہے، اور اللہ نے ان کو جو صمل صبر اور قوت و برداشت عطا کر رکھی ہوتی ہے، وہ ان ہی کے شانائے شان ہوتی ہے۔

مستورا تو مصلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کر رہی ہے:

عند الناس بلاء الانبياء ثم الامثل فالامثل. (۵۸)

ترجمہ: لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائشیں انبیاء کو پیش آتی ہیں، پھر جو ان سے زیادہ مشابہ ہوتے ہیں۔

یہ بھی امت کی تسکین و تسلی اور رہنمائی کا ایک عبرت انگیز نمونہ ہے۔

عثمان پر قدا احیبت بنات

سیدہ عثمان و ذوالنورین رضی اللہ عنہما کی حسن معاشرت، اپنی کردار اور بیویوں کے ساتھ انہماکی عمدہ اخلاق سے پیش آنے اور ایک شخص کی کمی کو دلچسپ جگر شہزادیوں کے ساتھ زندگی میں کوئی بھی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آنے کی وجہ سے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل عثمان رضی اللہ عنہ سے بے حد خوش اور ہر اعتبار سے مطمئن تھا۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ سے نہ صرف سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم راضی تھے، بلکہ ارشاد فرمایا:

سید باطنی القمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَوْ كَانَ لِي أَرْبَعُونَ بَنًا زَوَّجْتُ عَثْمَانَ وَاحِدَةً بَعْدَ وَاحِدَةٍ حَتَّى لَا تَقْبَلَ مِنْهُنَّ وَاحِدَةً. (۵۸)

ترجمہ: اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں کیے بعد دیگرے سب کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیتا، یہاں تک کہ کوئی بیٹی باقی نہ رہتی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ أَنَّ عُمَيْلَةَ مَاتَتْ بَنَتْ مَوْتَ وَاحِدَةٍ بَعْدَ وَاحِدَةٍ زَوْجَتِكَ أَعْرَى، حَتَّى لَا يَبْقَى مِنَ الْعَمَلَةِ شَيْءٍ. (۵۹)

ترجمہ: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ لہر لہرتے ہیں میری جان ہے، اگر میری ایک سوتیلیاں ہوتیں تو ایک کے فوت ہوجانے کے بعد دوسری کا نکاح آپ سے کر دیتا، یہاں تک کہ سو میں سے ایک بیٹی بھی باقی نہ رہتی۔

تجذیر و تحفین

حضرت ام علیہا رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی میت کو غسل دے لگیں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا، میں دفعہ پانچ دفعہ حاضر ہوتی تھی تو اس سے بھی زیادہ مرتبہ غسل دوا، اور پیری کے بچوں نے پانی سے غسل دینا اور آخر میں کافور، یا یہ فرمایا، کچھ حصہ کافور کا استعمال کر لیتا۔ (۶۰)

حضرت ام علیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا، میں پانچ مرتبہ غسل دے دوا اور اگر تم متاسب سمجھو تو اس سے زیادہ دھو دے سکتی ہو۔ غسل پانی اور پیری کے بچوں سے ہونا چاہیے۔ اور آخر میں کافور، یا یہ کہنا، کچھ کافور کا استعمال کر لیتا چاہیے اور غسل سے فارغ ہونے پر مجھے اطلاع کرنا۔

چنانچہ جب ہم غسل دے چکے تو آپ ﷺ کو اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے ہمیں اپنا ارادہ

اور فرمایا کہ اس کی قبر بنادو۔ آپ ﷺ کی مراد اپنے ارادے تھی۔ (۶۱)

حضرت حصہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں عاتق مرتبہ غسل دینا اور میت کے دائیں طرف سے اور ہونو کے اعضاء سے غسل کی ابتدا کرنا مذکور ہے۔ ام علیہا کہتی ہیں، ہم نے غسل دینے کے بعد سنگھمی کر کے ان کے بالوں کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ (۶۲)

ابن ماجہ کی روایت میں صراحت ہے کہ جس صاحبزادی کے غسل کا ذکر ان احادیث میں ہے وہ سیدہ ام کلثوم تھیں۔ لیکن بخاری کی روایات میں یہ تصریح نہیں۔ سلامہ زکاتانی لکھتے ہیں:

وفد روى الطبري و طحاوي و الواقدي و ابن سعد و الدؤلابي من حديث قليح عن هلال بن علي التصريح بالثبات ام كلثوم. (۶۳)

ترجمہ: طبری، عیاضی، واقدی، ابن سعد اور دؤلابی نے قلیح عن ہلال بن علی سے تصریح کر دی ہے کہ وہ صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۴ھ) نے بڑی محققانہ بحث فرمائی ہے۔

”قَوْلُهُ أَتَيْنِي“ بخاری شریف کی روایت میں صاحبزادی کا نام ذکر نہیں ہوا اور مشہور یہ ہے کہ یہ صاحبزادی زینب زوجہ ابوالعاص بن رافع تھیں، جو حضرت امہ کی والدہ تھیں۔ اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی تھیں۔ اور طبری کی بیان کردہ روایات کے مطابق ان کی وفات ۸ھ کے ابتدا میں ہوئی تھی، جیسا کہ مسلم شریف کی روایت ہے:

عن عاصم عن حفصة عن أم عطية قالت: لما ماتت زينب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اغسلنها. البخره.

”عاصم“ کہتے ہیں، میں نے حصہ اور محمد کی روایات میں سوا عاصم کی روایت کے صاحبزادی کا نام نہیں دیکھا۔

لیکن ابن اثیر نے راؤدی سے بڑے وثوق سے فرمایا ہے:

بان البيت المذكورة أم كلثوم زوج عثمان.

لیکن اس کی سند بیان نہیں کی۔ اور سنن زری نے قاضی عیاض کی بیرونی میں جواب تجذیر و تحفین بات کہی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال تو اُس وقت ہوا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر میں مصروف تھے۔ یہ قول بالکل غلط ہے۔ اس وقت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تھا۔ امام ابن ماجہ کی روایت میں ہے:

عن ابی ہریرہ عن ابی شیبہ عن عبداللہ ابی الطفلی عن ایوب،
"اذ دخل علینا ونحن لغسل ابنہ ام کلثوم۔" (۶۳)

اس کی اسناد امام بخاری اور امام مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام علیہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیوی کو بھی غسل دیا ہو۔ ان کا غسل دینے کا بیان متعدد مرتبہ واقع ہوا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو بھی غسل دیا ہو۔

علاء الدین عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ نے واضح طور پر لکھا ہے کہ حضرت ام علیہ رضی اللہ عنہا متون کے غسل دینے میں ہمیشہ شریک ہوتی تھیں۔

حافظ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ روایات میں تحقیق اس طرح فرماتے ہیں:

ويمكن الجمع بان تكون حضرت لهما جميعا.

ترجمہ: ہو سکتا ہے کہ حضرت ام علیہ رضی اللہ عنہا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا دونوں کے انتقال کے بعد غسل میں شریک ہوتی ہوں۔

حضرت ام علیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مِس وقت غسل دے رہی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دروازے کے باہر تشریف فرما تھے۔ ہم نے غسل سے قانع ہونے پر آپ ﷺ کو اطلاع دی تو آپ ﷺ نے نگوں کے کپڑے اس ترتیب سے عطا فرمائے: پہلے چادر، پھر قمیص، پھر اوڑھنی، پھر ایک چادر اور آخر قمیص ایک بڑی چادر جس میں جسم کو لپیٹ دیا گیا۔ (۶۵)

نماز جنازہ

شہزاد ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی کرم و برگزیدہ اور اللہ کی پیاری باندی کا جب غسل و کفن کا مرحلہ مکمل ہو گیا، سرور و عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی میت میں نماز جنازہ ادا کی۔

و صلى عليها رسول الله صلى الله عليه وسلم. (۶۶)

یہ بھی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی ایک فضیلت اور منقبت ہے کہ سرور و عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوراک کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کے لیے مغفرت و بخشش کی دعائیں فرمائیں، اور آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام کا ہم غفر بھی دعا کرنے میں شامل اور شریک تھا۔

تدفین

نماز جنازہ ادا کر لینے کے بعد سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی میت تدفین کے لیے جنت البقیع لائی گئی۔ تدفین کے لیے حضرت ابو طلحہ انصاری، سیدہ عاتقہ الرقنی، حضرت فضل بن عباس اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم قبر میں اترے اور دفن کرنے میں معاونت کی۔

ونزل فی حفرتھا ابو طلحۃ، وعلی بن ابی طالب، والفضل ابن عباس واساعۃ بن زید.

(۶۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ ﷺ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی قبر کے پاس بیٹھے ہیں اور آپ ﷺ کی آنکھیں اٹکھار ہیں، نہپ مپ آنسو بہ رہے ہیں۔ (۶۸)

لفظ "فاطر" مشتق ہے "فطم" سے یعنی منقطع کرنا اور کرنا۔ جیسے "فطم الضبی" جب بچہ کچھ کورودھ چھڑا دیا جائے۔ "فطمة بن الوضاح" سے درودھ چھڑا دیا۔ (۷۲)

علامہ سنائی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۱ھ) فرماتے ہیں، آپ کا نام "فاطر" الہامی نام تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جنم سے چھڑا لیا۔ دینی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ سے اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک فاطر رضی اللہ عنہا ہم اس لیے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں چھڑا لیا اور جنم سے آزاد کیا۔ (۷۳)

علامہ صفوانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۲۳ھ) لکھتے ہیں:

عن ابن مسعود انما سمیت فاطمہ بالہام من اللہ لرسولہ ان کانت ولادتها انما سمیت فاطمة: لان اللہ قد فطمها و ذریعتها عن النار يوم القيامة. اخرجه المحافظ الدمشقی و هو ی السی و الخطیب مروغا. لان اللہ فطمها و مجبها عن النار. (۷۴)

ترجمہ: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے انہیں اور اُن کی اولاد کو قیامت کے دن جہنم سے بچا لیا ہے۔ حافظ دمشقی نے اس روایت کو یوں بیان کیا ہے، اور عثمانی اور خطیب نے اسے صرف غار روایت کیا ہے۔

علامہ ذرقانی (م ۱۱۱۳ھ) اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قبل النبوة وان کانت بعدها فمحتمل بالوحی لان اللہ قد فطمها من الفطم و هو فطم الضبی و ذریعتها عن النار يوم القيامة ای منعهم منها. (۷۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ کا یہ نام بذریعہ الہام رکھا گیا ہے، چرا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف القا فرمایا۔

اگر سیدہ کی ولادت نبوت سے پہلے ہوئی ہو تو اسے الہام کہا جائے گا، اور اگر نبوت کے بعد ہوئی ہو تو بذریعہ آپ ﷺ کو یہ نام رکھنے کو کہا گیا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے محفوظ فرمایا اور سیدہ کی اولاد کو بھی جنم سے بچا لیا ہے۔ خسانی اور خطیب کہتے ہیں، اس روایت میں مجہول راوی پائے جاتے ہیں۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا

ولادت باسعادت

شہزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت کے متعلق امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۰ھ) لکھتے ہیں:

ولدتها و فريش تبنى البيت و ذلك قبل النبوة بخمس سنين. (۶۹)
جس زمانہ میں قریش بیت اللہ کی تعمیر میں مصروف تھے، درجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پچیس سال کو پہنچ چکی تھی اور اعلان نبوت سے کوئی چار برس پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت ہوئی۔

علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے آٹھ سو بیس سال ہوئی۔ (۷۰)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

نقل ابو عمرو عن عبيد اللہ بن محمد بن سليمان بن جعفر الهاشمي الها و لدت احدي و اربعين من مولد النبي صلى الله عليه وسلم و كان مولدها قبل البعثة بقليل نحو سنة او اكثر و هي امن من عائشة بنحو خمس سنين. (۷۱)

اسم گرامی

چوتھی شہزادی کا نام مائیم گرامی "فاطر" ہے۔ شہزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی قد رحمہ بن عبداللہ بن عبد المطلب دارودہ مخیر سیدہ فاطمہ بنت خلیلہ ہیں۔

شہزادی کے اسامہ

شہزادی سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے نام نو (۹) عدد ذکر ہیں:

- ۱۔ فاطمہ ۲۔ مبارکہ ۳۔ ذکیہ
- ۴۔ صدیقہ ۵۔ راضیہ ۶۔ مرضی
- ۷۔ محدث ۸۔ زہراء ۹۔ طاہرہ (۷۶)

القاب

شہزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے القاب بتول اور زہراء ہیں۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (۹۲۳ھ) لکھتے ہیں:

وَسَمِيَتْ بِتَوَلَّى لَا تَنْقُطُ عَنْهَا مِنْ نِسَاءِ زَمَانِهَا فَضْلًا وَهَيْئًا وَحَسَبًا
وَقِيلَ لَا تَنْقُطُ عَنْهَا عَنِ الدُّنْيَا أَلَى اللَّهِ تَعَالَى. (۷۷)

ترجمہ: انہیں بتول کا لقب اس لیے دیا گیا کہ اپنے زمانہ کی عورتوں سے حسن شرافت، فضل و کمال، حسب و نسب اور دین و دانش کے اعتبار سے بہت معزز تھیں (یعنی الگ تھیں)، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سیدہ نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے اپنے آپ کو لوگوں سے الگ کر لیا تھا، اس لیے یہ لقب عطا ہوا۔

علامہ مناصی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "بَتُولٌ" "ہاں فتح اور تاء کے ضم کے ساتھ۔

"بَتْلَةٌ بِتَلَاءٍ شَائِبَةٍ" "مہارت کے لیے ملحدہ ہوتا۔" (۷۸)

"أَفْتُولٌ" "کٹواری زادہ عورت۔" (۷۹)

"زہراء" "سیدہ کا لقب زہراء بھی تھا۔" (۸۰)

اس لقب کا وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے گلشن کا ایک پھول تھیں۔ (۸۱)

علامہ ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۷ھ) لکھتے ہیں:

الزُّهْرَةُ: الْحَسَنُ وَالْبَيَاضُ، وَقَدْ ذُهِرَ ذَهْرًا، وَالزُّهْرُ وَالْأَزْهَرُ،
الْحَسَنُ الْأَبْيَضُ مِنَ الزُّجَّالِ وَقِيلَ هُوَ الْأَبْيَضُ فِيهِ حُمْرَةٌ. (۸۲)

ترجمہ: چمکدار سفیدی، آویں کا حسین و جمیل ہونا، سرخ و سفید حسن الزہراء، حسین عورت،

پھول، چمک، دمک، بہادر۔

شیخ عبدالحی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں:

الزُّهْرَاءُ: اس لیے لقب ہوا کہ سیدہ رضی اللہ عنہا خوب رو اور حسن و جمال میں کمال مرتبہ میں تھیں۔ (۸۳)

سیدہ کی کنیت

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی کنیت "آمِ آئینہ" تھی۔ (۸۴)

طبرانی نے ابن المدینی سے روایت نقل کی ہے، "آمِ آئینہ" "سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی کنیت" جب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے۔ جب حضور انور ﷺ کے والد عینہا سے رخصت ہو گئے تو آپ فاطمہ بنت اسد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کے پاس رہے، آپ انہیں اماں ہی پکارتے تھے۔ جب فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو آپ فرمودہ ہو گئے۔ آپ کہتے تھے، آج میری ماں کی وفات ہو گئی ہے۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو "فاطمہ رضی اللہ عنہا" دی تو آپ ﷺ جب بھی بیٹی فاطمہ کو دیکھتے تو "فاطمہ بنت اسد" یاد آ جاتیں تو بیٹی سے تسلی ہو جاتی، اس لیے سیدہ کی یہ کنیت قرار پائی۔

ہجرت مدینہ

شعب ابی طالب میں پورے تین برس شہزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا پورے خاندان کے ساتھ بے اغاز مصائب و آگام برداشت کرتی رہیں۔ جب مکہ میں کافروں کا ظلم و تشدد مد سے بڑھ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے منصوبے بنائے جانے لگے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کا فیصلہ کر لیا۔ پہلے صحابہ کرام کی اکثریت ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچی گئی، بعد ازاں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جائدار، یار خاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہجرت فرمائی۔ وہاں پہنچ جانے کے چند دن بعد اپنے اہل بیت کو بھی۔ مدینہ منورہ ہوا لیا۔

حقیقہ مستونہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادی سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا عقد مستونہ

ہجرت مدینہ کے کچھ عرصہ بعد وقوع پزیر ہوا۔ اس کی تفصیلات علامہ ذرقانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۳۲ھ) کی کتاب سے پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقد کی درخواست پیش کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”اَسْتَقْبِلُ بِهَا الْاَضَاءَ“

ترجمہ: جگمگائی کا انتظار کریں۔

علامہ یازدہ کی بیان کردہ روایت میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

”مجھے اللہ تعالیٰ کی لپٹنے کا انتظار ہے۔“

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی یہ درخواست کی، مگر انہیں بھی وہی جواب ملا۔ ان دونوں حضرات نے ہامم مطہر کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاٹا، محبوب اور ہمزاد بھی ہیں، ان سے کہا جائے کہ وہ یہ درخواست پیش کریں۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ انہیں ترغیب دی، انہیں اپنے اس سروسامانی کی بناء پر ایسا کرنے میں تامل تھا لیکن ان حضرات کے اصرار سے وہ آمادہ ہو گئے۔ ولی غرامش تو ان کی بھی سبھی تھی لیکن باطنی حیاتیات پیغام کیسے پہنچاتی تھی۔ اب صحت کر کے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیج دیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی استدعا کو شرف قبولیت بخشا اور دریافت فرمایا:

هل عندك شيئي؟ فقلت فوسى وبديلي۔

ترجمہ: کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا، ایک گھوڑا اور زرہ ہے۔

ابن اسحاق کی روایت میں ہے:

هل عندك شيئي؟ قال لا۔ قال لعلما فعلت الدروع التي مصلحتكها۔

ترجمہ: کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ کہا، نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، وہ زرہ کہاں لگی جو

میں نے تمہیں دی تھی؟

مسند احمد کی روایت میں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ درخواست پیش کرنے کا ارادہ کیا:

”قللت والله مالي من شيئي“

ترجمہ: میں نے کہا، خدا کی قسم! میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔

بہر حال میں نے استدعا کر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا، کچھ بھی نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، وہ زرہ کہاں لگی جو میں نے فلاں موقع پر تمہیں دی تھی؟ میں نے عرض کیا، وہ تو میرے پاس موجود ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”فاعطها ايها“

ترجمہ: بس وہی لے آؤ۔

علامہ ذرقانی فرماتے ہیں، ان دونوں روایات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ بلکہ پہلی روایت میں لٹی سے مراد نقد و رسم دیا جتا ہے، اور دوسری روایت میں دو چیزوں کی موجودگی کا اقرار ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گھوڑا تو چاہے کے لیے ضروری ہے، البتہ زرہ فروخت کر دو۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے وہ زرہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے ۳۸۰ درہم میں خرید لی، اور پھر زرہ بیچنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو واپس دے دی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ رقم اور زرہ لے کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا۔ آپ ﷺ نے حضرت عثمان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلا یا اور فرمایا، دو تہائی خوشبو وغیرہ پر صرف کرو اور ایک تہائی سامان شادی اور دیگر اشیاء خاندانہاری پر خرچ کر دو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ جاؤ بکر، عثمان، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم اور دیگر مہاجرین و انصاریوں کو بلا لاؤ۔ اسی اثناء میں آپ ﷺ پر وحی آنے کی کیفیت عادی ہوئی۔ جب وہ کیفیت دور ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”لقد امرني وبى بذلك“

ترجمہ: مجھے اللہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

طبرانی کی روایت میں ہے:

”ان الله امرني ان ازوج فاطمة من علي“

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد علی رضی اللہ عنہ سے کر دوں۔

ابن عساکر کی روایت میں ہے، حضرت انس بیان کرتے ہیں، جب وحی کی کیفیت جاتی رہی تو آپ ﷺ نے لوگوں سے ارشاد فرمایا:

”فَإِنْ وَبَىٰ أَمْرِي أَنْ أُزَوِّجَ فَاطِمَةَ بِنَ عَلِيٍّ“

ترجمہ: مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح علی رضی اللہ عنہ سے کروں۔

جب سب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو حضور اور صفی اللہ علیہ وسلم نے خطرہ نکاح پر دعا: الْحَمْدُ لِلَّهِ الْمَحْمُودِ بِمَغْنَمِهِ، الْمَعْلُومُ بِالْقُدْرَةِ، الْمَطْمَئِنُّ بِالْمَرْهُوبِ، بِشِ عَذَابِهِ وَسَطْوِيهِ، أَنْ يُفْلِتَ أَمْرُهُ فِي سَمَائِهِ وَأَرْضِهِ، الَّذِي خَلَقَ الْخَلْقَ سَفَلَرِيهِ، وَنَزَّهَهُ بِأَخْصَابِهِ، وَأَعْلَاهُمْ بِدِينِهِ وَأَخْرَجَهُمْ مِنْهُ بِمَنْحِهِ، فَخَلَقَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَظَمَتُهُ جَعَلَ الْمَضَامِرَ نَسْبًا لَا جُفَا، أَمْرًا مُفْتَرَضًا، وَفِيهِ بِهِ الْأَرْحَامُ وَالزَّوْجُ بِهِ الْأَنَامُ فَقَالَ عَزَّ مِنْ قَابِلٍ، وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنْ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسْبًا وَجِهَةً وَأَكْبَانَ وَتِلْكَ قُلُوبُنَا، فَانْتَبَهَ اللَّهُ بِنَجْوَى إِلَى قَضَائِهِ بِنَجْوَى إِلَى قُدْرِهِ، وَلِكُلِّ قَضَاءٍ قُدْرٌ، وَلِكُلِّ قُدْرٍ أَجَلٌ، وَلِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ.

ترجمہ: اللہ کا شکر ہے جو اپنی نعمتوں کی برتر تعریف و تحسین کا سزاوار ہے اور اپنی قدرت کی وجہ سے عبادت کے لائق ہے۔ اس کا اطاعت گزار اس کے عذاب سے لرزاں و ترساں ہے۔ اس کا حکم زمین و آسمان میں نافذ ہے۔ اس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے بنایا۔ اپنے احکام کے ذریعہ انہیں الگ الگ کیا۔ انہیں اپنے دین کے ذریعہ عزت بخشی اور اپنے نبی کے ذریعے سے عظمت و سر بلندی سے بہرہ ور کیا۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے شادی میاں و داماد امر قرار دیا اور اس کے ذریعے رشتے چلائے اور اسے لوگوں کے لیے ضروری قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، ”وَبَيِّنَاتٍ لِّكُلِّ شَيْءٍ أَحْصَا جَمْعَهُ بِهِنَّ وَإِلَىٰ ذَٰلِكُمْ يُرْجَىٰ“ اور بعض کچھ لکھنا، کچھ اور دانا بنایا، اور تیرا رب

ہر چیز پر قادر ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے ہر کام کو قضاء و قدر کے تحت کر دیا ہے، اور قضاء و قدر کا ایک وقت مقرر ہے، اور ہر چیز اپنے وقت پر ہی پوری ہوتی ہے، اور ہر اجل کے لیے کتاب ہے، اور اسی کے پاس اس کتاب ہے۔

خطبہ مسنونہ کے بعد آپ ﷺ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَسْمٰوِیْ اِنْ اَزْوَاجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلٰی بْنِ اَبِی طَالِبٍ،

فَاشْهَدَا وَاِنِّیْ لَفِيْ زَوْجَتِهِ عَلٰی اَوْ بَعَاثَةَ مِثْقَالَ فَضَّةٍ“

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے چار سو مثقال چاندی کے سہرے کر دوں، تم لوگ س پر گواہ بننا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”اَوْضِیْتُ بِذٰلِکَ؟“

ترجمہ: کیا تجھے معلوم ہے؟

حضرت علی نے کہا، ”بہرہ و نعم“

”قَدْ وَضِیْتُ بِذٰلِکَ مَا وَسَّوْا اللّٰهَ عَلٰی اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“

پھر حضور اور صفی اللہ علیہ وسلم نے بدیں القاطنہ کا:

”تَجَمَّعَ اللّٰهُ شَمْلُکُمْ، وَاعْتَدَ جَدَّکُمْ، وَبَارَکَ عَلَیْکُمْ، وَاعْتَزَّجَ

مِنْکُمْ خَیْرًا“

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم دونوں کی پراگندگی کو جمع کرے تمہاری کوشش میں برکت دے گا فرمائے اور تم سے نیک و پاک اولاد پیدا کرے۔

اسباب و بقول کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے حضور سجدہ شکر ادا کیا۔ پھر ایک طلاق میں مجبور بنائی گئی جو حاضرین مجلس میں لڑائی گئیں۔ (۸۵)

سیدہ فاطمہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زہابی واقعہ نکاح کی تفصیل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے سیدہ عالمہ شہر لوی فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے رشتہ کا عندیہ دیا گیا تو میری خاموشی نے مجھے کہا، آپ کا معلوم ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

کے رشتے کی بات ہو رہی ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا اس رشتے کا عندیہ دیا جا چکا ہے۔ آپ کو کیا چیز مانے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں جاتے تاکہ وہ آپ کا نکاح اپنی صاحبزادی سے کر دیں۔

میں نے اپنی ناداری کا عندیہ کیا کہ میرے پاس کیا ہے جس پر میں نکاح کروں۔ خادم کہنے لگی، آپ ﷺ کی خدمت میں جائیں تو کسی دودھ آپ کا نکاح کر دیں گے۔ وہ مجھے بار بار امید دلائی رہی تھی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ جب میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھا تو میری آواز بند ہو گئی اور خدا کی قسم! مجھ میں ہمت نہیں تھی کہ میں آپ ﷺ کی جلالت اور ہیبت کے آگے کچھ عرض کر سکوں۔

پھر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیوں آئے؟ کوئی ضرورت، ہوتا تھا۔ میں پھر بھی خاموش رہا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمایا شاید قاطر رضی اللہ عنہا کے لیے پیغامہ نہ آئے ہوں؟ میں نے عرض کیا، ایسی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا مہر کی ادائیگی کے لیے کچھ ہے تمہارا ہے؟ میں نے کہا، جی نہیں، خدا کی قسم! آپ ﷺ نے فرمایا وہ زورہ کیا ہوئی جو میں نے تمہیں دی تھی؟ میں نے عرض کیا، وہ تو ہے، لیکن وہ جنگ میں حفاظت کے لیے ہے اور وہ بھی گھن چارورہم کی ہے۔

حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تمہارا نکاح قاطر رضی اللہ عنہا سے کیے دتا ہوں۔ تم وہ زورہ مہر کے طور پر قاطر رضی اللہ عنہا کو دے دو، یہ قاطر بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر ہوگا۔ (۸۶)

ایک روایت میں ہے کہ انصار اور مہاجرین کی ایک جماعت نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سیدہ قاطر رضی اللہ عنہا کے لیے نکاح کا پیغام پہنچانے کی ترغیب دی، جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حسبِ مذہاب ان پر لائے۔ حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اھلا و مرحبا" اور پھر خاموش ہو گئے۔ باہر کھانپا کی جماعت بیٹھر تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب سنایا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مبارک باد پیش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا پیغام منظور فرمایا۔ (۸۷)

نکاح سیدہ کے گواہ

خاتونِ جنت، سیدہ عالمہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے سیدہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نکاح کی تفصیلات مذہب حق اہل سنت و الجماعت کی کتب سے پیش کرنے کے بعد شیعہ کی تائید بھی پیش کی جاتی ہے، جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق، امیر المومنین سیدنا عمر فاروق سید و مجرب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ قرعی قسطن تھا۔ وہ سب اس پاکیزہ اور فرشتہ صفت معاشرے کے افراد تھے جن کا آپس میں پیار اور بھائی چارہ قائم تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم اجمعین نے باہم مشورہ سے طے کیا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا جائے کہ وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا اعزاز حاصل کر لیں۔ اگر انہیں کچھ مالی تقوان درکار ہو تو اس کی پیشکش بھی کر دی جائے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، یہ تینوں حضرات مشورے کر کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ مسجد میں انہیں نہ پایا تو گھر سے دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ اپنے اونٹ کے ذریعے پانی نکال کر ایک انصاری کا باغ میں سیراب کرنے گئے ہیں۔ یہ حضرات باغ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کو آتے دیکھا تو پوچھا، کیسے تھک رہے آؤ رہی ہوئی؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

خیر، خوشی کی کوئی ایسی خصلت نہیں جس میں آپ کو سبقت اور فضیلت نہ ہو۔ حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رش میں، محبت میں اور قبولِ اسلام میں جو آپ کا مقام ہے وہ بھی کسی پر غفلتی نہیں۔ سردارانِ قریش نے حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت قاطر رضی اللہ عنہ کا رشتہ طلب کیا ہے، لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔ آپ اس سعادت کے حصول کے لیے کیوں عرض نہیں کرتے؟ مجھے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان رشتہ کو آپ کے لیے روکے ہوئے ہیں۔

یہ نہ کر شہرِ خدا رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آسوا نہ آئے۔ فرمایا، اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! آپ نے میرے نہ مومن نہ نبات میں بیکار نہ پیدا کر دیا اور ایک خواہید و تمنا کو پیدا کر دیا۔ میں یہ دل سے اس سعادت کے حصول کا حتمی ہوں، لیکن مطلق اور جگہ ہتی کے باعث اس خواہش کے اظہار کی جرات نہیں کر سکتا۔

مہر قاطرہ رضی اللہ عنہا

شبہنشاہ کو یمن صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادی سیدہ قاطرہ اثر ہرادی رضی اللہ عنہا کا حق سر بھی باقی تھیں شہزادیوں! سیدہ رقیہ سیدہ زینب اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن کے برابر ہی تھا۔ جیسا کہ سیدہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما علمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکح شیئا من نسائه ولا نکح شیئا من بناته علی اکثر من ثلثی عشرة اوقیة۔ (۹۱)

ترجمہ: میری معلومات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین بیویوں اور نہ ہی اپنی بیٹیوں میں سے کسی ایک کا ہمراہ اوقیہ سے زیادہ مقرر کیا۔

ایک روایت میں ہے:

فروجہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربع مائۃ وثمانین درهما۔ (۹۲)

ترجمہ: حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ قاطرہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ۲۸۰ درہم میں فرمایا۔

خاتونِ جنت کا جہیز

شبہنشاہ سیدہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادی، خاتونِ جنت، سیدہ عالم قاطرہ اثر ہرادی رضی اللہ عنہا کو شادی کے موقع پر جو سامان دیا گیا وہ مختصر اور حسب ضرورت تھا۔ وہ آج کل کے رواج پرست مسلمانوں کے لیے ایک ادنیٰ عہرت اور قابلِ تقلید نمونہ ہے۔ اس میں نہ تو آرام دہ مآذرنِ قسم کا بیڑہ تھا، نہ بھانٹ، بھانٹ کے برتنوں کی چمکار۔

پہلے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں تھے اور ان کا کوئی ملحدہ گھر نہ تھا، اس لیے آپ ﷺ نے ان کا گھر بنانے کے لیے کچھ ضروری سامان اس موقع پر عطایت فرمایا تھا۔ جس میں ایک چادر، ایک مشکیزہ، چمڑے کا ایک گدا، جس میں ذخیرہ کھاس بھری ہوئی تھی۔ یہ سامان مروجہ جہیز کی قسم سے نہ تھا، اس لیے جہیز کا ثبوت نہ ازواجِ مطہرات کے کسی نکاح میں ہے، نہ دیگر ذاتِ طاہرات کے نکاح کے موقع پر آپ ﷺ نے یہ گدا دیا ہے، اور نہ ہی اہل عرب میں اس کا رواج تھا۔ (۹۸)

عن علی وحسب اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما

زوجہ فاطمہ بعث معها بخميلة ووسادة من ادم حشوها ليف وروحین وسقاء وجوتین۔ (۹۹)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عالم حضرت قاطرہ رضی اللہ عنہا کا عقد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کیا تو انہیں جہیز میں ایک بڑی چادر، ایک چمڑے کا کھکھ، جو کھجور کی چھال یا ذخیرہ (خشوبہ یا کھاس) سے بھرا ہوا تھا، ایک چلی اور ایک مشکیزہ اور دو گھڑے دیے گئے۔ ایک روایت میں ہے:

جهیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ فی خمیل وقربة ووسادة حشوها اذخمر۔ (۱۰۰)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عالم حضرت قاطرہ رضی اللہ عنہا کو ایک چادر، ایک مشکیزہ اور ایک کھکھ، جس میں ذخیرہ کھاس بھری ہوئی تھی، جہیز میں عطایت فرمائے۔ حضرت عمر سے روایت ہے:

سیرس مشروط، ووسادة من ادم حشوها ليف، وتور من ادم، وقربة۔ (۱۰۱)

یورین وروحانین وسقاء وجوتین۔ (۱۰۲)

ترجمہ: ایک چمڑا، ایک گدا، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، ایک چمڑے کا بڑا پیالہ اور مشکیزہ اور چادریں، دو چٹپٹیاں اور دو گھڑے۔

حضرت عطاء کی روایت ہے:

بعثت معها بخميلة ووسادة آدم حشوها ليف، وروحانین، وسقائین۔ (۱۰۳)

ترجمہ: ایک چادر، ایک گدا، جس میں کھجور کی چھال بھری تھی، دو چٹپٹیاں اور دو گھڑے۔

دعوتِ ولیمہ

خاتونِ جنت، سیدہ عالم، شہزادی قاطرہ اثر ہرادی رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے بعد سرد و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیر خدا سیدہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے دعوتِ ولیمہ کا اہتمام فرمایا۔

کرنے لگے ہوں، ہم اسے تیار کرو۔ چنانچہ عورتوں نے سیدہ عالم، خاتونِ جنت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو خوشبو میں بھاپا۔ اپنی خوشبو میں سے یعنی جس طرح کی عمدہ خوشبو عورتوں کے پاس تھی، وہ خوب لگائی، اور سیدہ کو اپنے پاس سے کپڑے زیب تن کیے اور اپنے زیورات میں سے سیدہ کو زیور بھی پہنایا۔ جب کہن کو تیار کر دیا تو سب عورتیں چلی گئیں، لیکن اسامہ بنت عمیس دنگ گئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے رکتے کا سب دریا فت فرمایا۔ انہوں نے کہا، میں آپ کی صاحبزادی کی خبر گیری کر دوں گی، جب جوان لڑکی شوہر کے پاس پہنچے گی رات ہوتی ہے تو ضرور ہی ہے کہ کوئی عورت اس کے قریب ہو۔ اگر اسے کوئی حاجت اور پیش ہو یا کسی کام کا ارادہ کرے تو اس کا تعاون کر سکے۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے حق میں دعا دی۔

اے اللہ! تو اس کی حفاظت فرما، اس کے گم سے بچھے، اس کے دائیں سے اور بائیں سے شیطان مردود کرے۔ (۱۰۸)

عرب میں یہ عام دستور تھا کہ وہاں کو مستعار زیور اور پوشاک سے تیار کر لیا جاتا تھا، بلکہ بسا اوقات سفر پر جاتے ہوئے بھی خواتین کسی سے زیور مانگ کر زیب گھو کر لیتی تھیں۔ اور عام استعمال میں آنے والا سادہ لباس، جسے آج کے معاشرہ میں کوئی وقعت نہیں دی جاتی، وہی کہن کی زیبائش کا موجب ہوتا تھا۔

ابن ابیحن کہتے ہیں، میں سیدہ عائشہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ قدر کی قمیص (یعنی ایک دوپٹہ کردار کپڑا) پہنے ہوئے تھیں۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا، میری اس باندی کو دیکھنا، اسے گھر میں رہتے ہوئے بھی یہ کپڑا پہننے سے انکار ہے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں میرے پاس اسی کپڑے کی ایک قمیص تھی۔ جب کوئی لڑکی کہن بٹائی جاتی تو میرے یہاں آدمی بھیج کر وہ قمیص منگالیتی تھیں۔ (۱۰۹)

نیا گھر

خاتونِ جنت سیدہ عالم حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے سرِ مال منتقل ہو جانے کے بعد رجعتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا، تمہارا گھر قدر سے زور ہے، مجھے آنے جانے میں تکلیف ہوتی ہے۔ میں جہیں اپنے گھر کے قریب منتقل کرنا چاہتا ہوں۔

کثانت وليتمه اصحابمن شعير وتمو وخس والحبس، التمر والافط. (۱۱۰)

و کث من عند سعد، واصح ذرة من عند جماعة من الانصار. (۱۱۱)

ترجمہ: بونوکا آنا، بھور، پیڑ، کھجور وغیرہ سب کو ملا کر طید یعنی حلونوالیا گیا۔ حضرت سعد نے ایک دھڑ بھج کر لیا اور انصار نے بھی جو کچھ دستیاب تھا، لاکر پیش کر دیا۔ حضرت فاطمہ بنت عمیس کہتی ہیں:

ولقد اولم علي علي فاطمة، فلما كانت وليمة في ذلك الزمان الفضل من وليمة. (۱۱۲)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سیدہ عالمہ رضی اللہ عنہا کی دعوت ویرمیشی بہترین اور عمدہ دعوت ویرمیشی نے اپنے زمانے میں کسی اور کی نہیں دیکھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں پسند کرتا ہوں کہ میری امت کے لیے کھانا کھانے کا وقت کھانا سنت ہو۔ اسے بال احمر ایک بکری اور چار منہ لالہ لے کر کھانا تیار کرو۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو ایک بڑے پیالے میں ڈال کر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس پیالے پر سید مبارک رکھا اور بال سے کہا، مبارک ہیں اور انصار کو کھانے کے لیے بلاؤ۔ فرمایا، جب ایک جماعت کھانا کھالے تو دوسری جماعت گھر میں داخل ہو۔ چنانچہ ایک گروہ کے بعد دوسرا گروہ آ جاکھا، یہاں تک کہ سب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے۔

جو کھانا بچ گیا تھا، اس میں آپ ﷺ نے لعابِ دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر بال رضی اللہ عنہ سے فرمایا، یہ کھانا پانی ماؤں (امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن) کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو، وہ خود بھی کھائیں اور جو عورتیں ان کے پاس آئی ہوئی ہیں، انہیں بھی کھلائیں۔ (۱۱۳)

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عورتوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا، میں نے اپنی صاحبزادی اپنے بچا کے بچنے کے کھان میں دے دی ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ اس کا جو رتبہ میرے نزدیک ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، میں اپنی لڑکے بچہ کی رخصتی

سیدہ عالم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، آپ ﷺ کے قرب و جوار میں حادثہ رضی اللہ عنہا بنی نعمان کے کئی مکانات ہیں، آپ ﷺ ان سے فرمائیے، وہ کوئی مذکور مکان نکال کر دیں گے۔

حضرت حادثہ بنی نعمان ایک حصول انصاری تھے اور کئی مکانات کے مالک تھے۔ جب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے وہ اپنے کئی مکانات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکور کیے تھے۔ جب سیدہ عالم رضی اللہ عنہا نے حادثہ رضی اللہ عنہ کے مکان کے لیے آپ ﷺ سے انصاف کی تو حضور ﷺ نے فرمایا، چاہ پورا حادثہ سے اب کوئی مکان مانگتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے، وہ پہلے ہی کئی مکان دے چکے ہیں۔

سیدہ کا زہد و تقویٰ

خاتونِ جنت، سیدہ عالم سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کلمس عبادت گزار، زہد و تقویٰ کی جگر، دنیا اور اس کی آسائشوں اور آرائشوں سے بے پروا اور بے نیاز تھیں۔ سیدہ کی زندگی میں ایسے روشن واقعات و کردار کتنے ہی ہیں جو برکت اور نور کا فیضان ہیں، اور ان کے زہد و قناعت، دور رس و تقویٰ اور ضحیتِ الہی کے حامل اور مضامینِ الہی کے حصول کا موجب ہیں۔

علامہ شمس الدین الذہبی (م ۷۴۸ھ) بیان کرتے ہیں:

ایک مرتبہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عالم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے تو اس وقت سیدہ کے گلے میں ایک سونے کا ہار تھا، شقیق ورجم والد ماجد نے فاطمہ! کیا تمہیں اچھا لگے گا کہ لوگ کہیں کہ جو صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے گلے میں آگ کا ہار ہے؟ یہ فرما کر آپ ﷺ تو چلے گئے، لیکن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ہار کو اس کے بدلے ایک غلام خرید لیا اور اُسے آزاد کر دیا۔ جب یہ خوش کن خبر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو فرمایا:

”اللہ کا شکر ہے! جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آگ سے تمنا مت عطا فرمائی۔“ (۱۱۰)

زہد و ورع اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا یہ سبب مثال گروا ہے۔ سیدہ الزہراء اور سیدہ اور میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلِ تربیت کا اثر صاحبزادی میں نمایاں تھا۔

خاتونِ جنت زہد و قناعت، دور رس و تقویٰ اور روحانی فضل و کمال کے اُس مرتبہ پر فائز ہوئیں، جہاں ان کے زہد کی کوئی عورت نہ ملتی تھی۔ اور انہوں نے سچائی کے پاکیزہ، مبارک اور

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا

مقدس مقام کو حاصل کر لیا جو اپنے عظیم والد کی میراث سے ملتا تھا۔

اہلِ المؤمنین کا تشکیلی گواہی

اہلِ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا بھی سیدہ عالم رضی اللہ عنہا کے صدق و راستی کی گواہی دیتی ہیں:

ما رأیت احدا کان احصدق لہجة من فاطمة، الا ان یكون الیہ ولہذا صلی اللہ علیہ وسلم. (۱۱۱)

ترجمہ: میں نے نہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو صاف گوارا راست پائش دیکھا، البتہ اُن کے والد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا، ما رأیت احدا قط احصدق من فاطمة غیر ابیہا. (۱۱۲)

ترجمہ: میں نے نہ فاطمہ سے زیادہ کسی کو صاف گواہی دیکھا، سوا اُن کے والد گرامی قدر کے۔

دارِ بے پردگی

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین صاحبزادی تھیں، اور اب تو صرف وہی باقی رہ گئی تھیں۔ نزدِ جنتین کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورت نازل ہوئی:

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ.

تو یہ سن کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر رقت طاری ہو گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھتے جگر کا رونا گوارا نہ ہوا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انت اول اهل بیی لحوفاہی.

اس پر سیدہ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں۔ (۱۱۳)

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پر حمل ہو گئی اور آپ ﷺ پر فحشی طاری ہونے لگی تو سیدہ رضی اللہ عنہا یہ کیفیت دیکھ کر کہنے لگیں:

وَاُخْرَبَ اَنَا.

ترجمہ: ہائے میرے باپ کی بے چینی!

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب فرمایا: ”آج کے بعد تمہارے باپ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔“ (۱۱۳)

جب آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا اور آپ ﷺ رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے تو سیدہؓ پر مصیبتِ نوٹ پڑی۔ وہ بہت لمبیں تھیں۔ آنکھوں سے سہل آنکھ دو اداں تھا۔ غم والدہ میں کبیرہ تھیں، میرے باپ کا جانِ اجر نکلنے سے آپ کو اہل کا بیٹا ماریا، آپ کو ب نے بیا لیا، وہ چلے گئے۔ ہائے میرے والد کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے۔ (۱۱۵)

سیدہؓ اہماء رضی اللہ عنہا پر والدہ گرامی قدر کے فراق کا ایسا گہرا اثر ہوا، جب تک زندہ رہیں کبھی ختم نہیں فرمایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے صحابہ کرام کا رخ ہو گئے تو سیدہؓ عالمِ مریضی اللہ عنہا نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا:

”تمہارے دلوں نے کیسے برداشت کر لیا کہ تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈال رہے ہو۔“ (۱۱۶)

مرضی الوفات

مرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خاتونِ جنت، سیدہؓ عالم، جگر گوشہ رسول سیدہؓ فاطمہؓ بول رضی اللہ عنہا نہایت مغموم رہتی تھیں، اور اس پر چشیں گونی کا بیترکاری سے انتظار ہونے لگا جو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رازِ دہانہ طور پر فرمائی تھی، ”میرے وصال کے بعد اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملو گی۔“

یہ ایامِ ہمدردی کن کے ساتھ چورے کیے۔

سیدہ کی اولاد بیٹے اور دہیاں کم تھیں۔ آپ کی تیار داری کی خدمت انجام دینے سے قاصر تھے۔ قدرت نے یہ خدمت سیدہؓ اہماء رضی اللہ عنہا بابت تمہیں کو کھانا فرمائی تھی۔ یہ خوش بخت خاتونِ سیدہؓ جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں، ان سے کوئی اولاد نہیں تھی۔ غزوہ موتہ میں ان کی شہادت کے بعد سیدہؓ اہماء سیدہؓ فاطمہؓ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کھانا میں آئیں۔

جب خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو ان کی تیار داری میں سیدہؓ اہماء جنت تمہیں زوجہ کرمہ علیہ السلام سیدہؓ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہر چہرہ صبر کیا۔ اور اس حقیقت کا شیدہ عالم، کبھی

اعتراف ہے کہ امیر المومنین سیدہؓ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ کرمہ سیدہؓ اہماء جنت تمہیں خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے آخری ایام میں جس تیار داری کی خدمات سرانجام دیتی رہی ہیں۔ چونکہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے حواشی میں انتہائی حیا و شرم تھی، اس لیے انہوں نے حضرت اسماء جنت تمہیں رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کھنے جتنا وہ شرمور کوئی کیے بے پردگی ہوتی ہے، جس کو میں ناپسند کرتی ہوں۔ میرا جنازہ لے جاتے وقت اور تدفین کے وقت چروے کا پورا لحاظ رکھا جائے۔ سوائے اپنے اور میرے شوہر کے کوئی سے میرے غسل میں مدد نہ لے، اور مات میں جنازہ لے کر جائے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا، یا بختِ رسول اللہ! میں نے ملکِ حبش میں دیکھا ہے کہ جنازہ پرورشِ خشت کی ششیں باندھ کر اوپر کپڑا ڈال دیتے ہیں، جس سے ڈوٹی کی صورت بن جاتی ہے۔ یہ کہہ کر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے مجبور کی چند ششیں منگوائیں، انہیں جوڑ کر ان پر کپڑا تان کر سیدہؓ بول رضی اللہ عنہا کو ڈھالیا۔ سیدہؓ بعد سرور ہوئیں کہ یہ بخیرین طریقہ ہے۔

مَا أَحْسَنَ هَذَا وَ أَجْمَلُهُ

سیدہؓ فاطمہؓ بول رضی اللہ عنہا جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ام المومنین سیدہؓ زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کا جنازہ بھی اسی طرح اٹھایا گیا۔ (۱۱۷)

نمازِ جنازہ

خاتونِ جنت، جگر گوشہ رسول سیدہؓ فاطمہؓ بول رضی اللہ عنہا کے غسل اور تجنیز و تنقیف کے بعد نمازِ جنازہ پڑھانے کا مرحلہ پیش آیا۔ نمازِ جنازہ کی امت کے فرائض کس شخصیت نے انجام دیے؟ حدیث، تاریخ، اہل سنت و جماعت اور کتبِ شیعہ میں تین نام ملتے ہیں: سیدہؓ علی المرتضیٰؓ، سیدہؓ عباسؓ، یا سیدہؓ ام المصطفیٰؓ اور سیدہؓ ابوبکر رضی اللہ عنہما۔ (۱۱۸)

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد امام جعفر مرتضیٰ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں: حضرت فاطمہؓ زہراؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئیں تو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے تشریف لائے تو سیدہؓ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا، آپ جنازہ پڑھیں۔ تو سیدہؓ علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، آپ علیہ السلام رسول ہیں، آپ سے پیش قدمی نہیں کر سکتا۔ پس امیر المومنین سیدہؓ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مقدم ہو کر نمازِ جنازہ پڑھائی۔

عن جعفر ابن محمد عن ابیہ قال ماتت فاطمة بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجاء ابو بکر و عمر یصلوا فقال ابو بکر لعلي ابن ابی طالب تقدم فقال ما کنت لاتقدم وانت خليفة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتقدم ابو بکر و صلی علیہا (۱۱۹)
علامہ حرثی البکری روایت نقل کرتے ہیں:

عن مالک عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جده علی بن حسن قال ماتت فاطمة بین المغرب والعشاء، فحضرتھا ابو بکر و عمر و عثمان و الزبیر و عبدالرحمن بن عوف فلما وضعت لیصلی علیہا، قال علی تقدم یا ابو بکر. قال وانت شاهد یا ابا الحسن. قال نعم، تقدم، فواللہ لا یصلی علیہا غیرک. فیصلی علیہا ابو بکر و رضی اللہ عنہم اجمعین. ودفنت لیلاً، خرج البصری، وخرجہ ابن السمان فی لعمرفقة. (۱۲۰)

ترجمہ: حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد محمد باقر سے اور وہ اپنے والد حضرت زین العابدین سے روایت کرتے ہیں کہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی وفات مغرب اور عشاء کے درمیان ہوئی۔ چنانچہ ابو بکر، عمر، عثمان، زبیر اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم نمازِ جنازہ کے لیے تشریف لائے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے امیر المومنین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا، تشریف لائیں۔ حضرت ابو بکر نے کہا، اے ابوالحسن! آپ کی موجودگی میں میں کیسے جنازہ پڑھاؤں؟ انہوں نے کہا، آپ تشریف لائیں، خدا کی قسم! آپ کے بغیر کوئی دوسرا شخص سیدہ کا جنازہ نہیں پڑھاؤں گا۔ پس ابو بکر نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ پڑھا لی اور وہ رات کو دفن کر دی گئیں۔

تدفین

اس بات پر سب اہل کائنات ہے کہ خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی تدفین رات کے وقت محل میں آئی۔ جنازہ بڑی خاموشی سے اٹھایا گیا۔ جو باہم کے علاوہ بہت تھوڑی تعداد میں صحابہ شریک ہو سکے۔ سیدنا علی المرتضیٰ، سیدنا عباس اور سیدنا فضل بن عباس رضی

اللہ عنہم نے اس مقدس امانت کو قبر کے سپرد کیا۔

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی آخری آرام گاہ کہاں بنی؟ اس میں متعدد اقوال پائے جاتے ہیں:

- ۱۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا دفن دار عقیل کے ایک گوشے میں ہے۔
- ۲۔ آپ کی تربت جنت البقیع میں ہے۔
- ۳۔ سیدہ الفداء رضی اللہ عنہا اپنے گھر ہی میں مدفون ہیں، جو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مقدس کے متصل ہے۔

پہلے قول کے مطابق امام ابن سعد روایت نقل کرتے ہیں:

محمد بن عمر کہتے ہیں، میں نے عبدالرحمن بن ابی سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر مہارک جنت البقیع میں واقع مسجد جس کے پاس نماز پڑھنا زبردستی جاتی ہے، اس کے قریب واقع ہے۔ انہوں نے کہا، واللہ! وہ مسجد ایک خاتون رقیہ ثانیہ کے تئیں کرائی تھی اور سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا دار عقیل کے ایک گوشے میں مدفون ہیں۔ ان کی قبر اور راستہ کے درمیان سات ذراع کا فاصلہ ہے۔ (۱۲۱)

ابن زہال نے لکھا ہے کہ موزع مسعودی نے ۳۳۴ھ میں جنت البقیع میں ایک قبر پر کتبہ دیکھا، جس پر تحریر تھا:

هذه القبر فاطمة الزهراء (۱۲۲)

علامہ ابن کثیر اور علامہ عسقلانی نے بھی جنت البقیع کی روایت بیان کی ہے۔ (۱۲۳)

علامہ نور الدین علی بن علی احمد اسکووی رحمۃ اللہ علیہ (۹۱۱ھ) نے بڑی تفصیل سے اس پر کلام کیا ہے۔ ابن شیبہ سے متعدد روایات نقل کی ہیں کہ سیدہ خاتونِ جنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر جنت البقیع میں ہے۔ پھر ابن شیبہ ہی سے ایک روایت ذکر کی ہے کہ ان کی قبر ان کے گھر ہی میں بنائی گئی تھی، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسر اٹھ کر اسی جگہ قبر مہارک بنائی گئی تھی۔ سیدہ کی قبر بھی ان کے نسر اور جگہ بنائی گئی تھی۔ بعد میں یہ جگہ عمر بن عبدالمطلب نے مسجد میں شامل کر لی تھی۔ (۱۲۴)

خاتونِ جنت کو سیدہ عباس، سیدہ ملی اور سیدہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہم نے قبر

خاتونِ جنت، سیدہ عائشہؓ، پھر گوشتِ رسولِ ستیہ و قاطرہ بتولِ رضی اللہ عنہا کی حیاتِ تک سیدہ علیٰ المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ یہ محض سرورِ عالمِ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے احترام و اکرام کی بنا پر تھا۔ اور یہ احترام حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے دونوں اہلِ بیتِ عاقل اور ستیہ و عثمان و زینب و اہلِ بیتِ رضی اللہ عنہم نے بھی ملحوظ رکھا تھا۔

سیدہ قاطرہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بطن سے سیدہ فاطمہ علیٰ المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پانچ اولادیں ہوئی ہیں: سیدہ نا حسن، سیدہ نا حسین، سیدہ نا محمد، سیدہ نا قاسم، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہم (۱۲۶)

نبی ﷺ کے شہزادے

اللہ جل جلالہ نے اپنے حبیبِ محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تین شہزادے اور چار شہزادیاں مرحمت فرمائی تھیں۔ ایک بیٹے، حضرت ابراہیم کے علاوہ ساری اولاد ام المومنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پیدا ہوئی، جبکہ حضرت ابراہیم کی والدہ مکرمہ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ بیعتِ نبوی سے پہلے مکہ میں پیدا ہوئے، اور یہی سب سے بڑے تھے۔ ان کی کنیت سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ”ابو القاسم“ تھی۔ یہ زیادہ عرصہ زندہ رہ سکے اور شیرِ خوارگی کے زمانہ ہی میں انتقال ہو گیا۔ (۱۲۷)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

پھر اللہ جل مجدہ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر احسان فرمایا اور انہیں دوسرا بیٹا عطا فرمایا، جس کا نام ”عبداللہ“ اور لقب طاہر اور طیب تھے۔ ان کی ولادت حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کے بعد مکہ میں ہوئی۔ پھر اللہ جل شانہ کی مشیت کا ظہور ہوا، عبداللہ کا انتقال طفولیت کے زمانہ میں ہو گیا۔ پہلے حضرت قاسم فوت ہوئے اور بعد میں حضرت عبداللہ بھی اللہ کو پیار سے ہو گئے۔

اس پر عاصم بن وائل لکھی نے آپ ﷺ کی شان میں کہا تھا: ”بے اولاد اور بے نام و نشان رہتے والا شخص ہے۔“

اس موقع پر اللہ جل شانہ نے سورۃ الکہف نازل فرما کر اس کا وعدا انھیں جواب دیا:
 ﴿إِنَّا أَفْضَلُكَ الْكَافِرُونَ. قَضَىٰ لِيْكَ وَالْخَزْرَاءُ. إِنِّيٰ مُبْتَغِيْكَ هُوَ
 الْخَزْرَاءُ.﴾ (سورۃ الکہف)

ترجمہ: ہم نے آپ کو کفر عطا کیا، لہذا آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی
 کریں۔ بلاشبہ آپ کا دشمن ہی ہے نام و نشان رہے گا۔

علامہ بخاری اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

آپ کا دشمن ہے نام و نشان رہے گا نہ آپ۔ اس لیے کہ قیامت تک پیدا ہونے والا ہر
 مومن آپ کی اولاد میں سے ہے۔ اور آپ کا ذکر خیر مشرہوں پر اور ہر عالم اور ہر ذکر کرنے والے کی
 زبان پر ہمیشہ جاری رہے گا۔

اللہ کے ذکر سے ابتدا کی جائے گی اور پھر آپ کا ذکر کیا جائے گا۔ لہذا آپ جیسے شخص کو
 بے نام و نشان رہنے والا نہیں کہا جاسکتا۔ بے نام و نشان رہنے والا درحقیقت آپ کا دشمن ہے، جسے
 دنیا و آخرت میں کوئی یاد کرنے والا نہیں ہوگا۔ اور جب بھی اس کا تذکرہ ہوگا تو لعنت کے ساتھ
 ہوگا۔ (۱۸۸)

سورہ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عبد اللہ کی بدت رضاءت پوری کرنے کے
 لیے جنت میں حصہ یعنی آٹا کا انتظام ہو چکا ہے۔ (۱۸۹)

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے فرزند ابرہہ کا نام "ابراہیم" تھا۔ یہ ذی الحجہ
 ۸ھ میں پیدا ہوئے اور ان کی والدہ سیدہ ماریہ مصریہ قطیفہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ ﷺ نے
 ساتویں دن بیٹے کے حقیقہ میں ایک کبریٰ ذبح کی۔ اس کے سر کے بال منڈوا کر ان کے وزن کے
 برابر چاندی صدقہ قربانی اور بال وزن کرنے کا ارشاد فرمایا۔

انصار و بندگان کو دودھ پلانے کے انتظام میں رشتہ کر رہے تھے اور ہر شخص چاہتا تھا کہ
 حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو لے جائے اور ان کی رضاءت کا بندوبست کرے۔ اس اثنا میں
 بنو نجار سے تعلق رکھنے والے صحابی براء بن اوس کی اہلیہ ام بردہ خولہ بدت منہ و حاضر خدمت ہوئیں

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بیٹے کو دودھ پلانے کے سلسلہ میں گفتگو کی۔ پھر وہ حضرت
 ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلانے لگیں۔ ام بردہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو اپنے
 بیٹے کے حصے کا دودھ چایا کرتی تھیں، اور دودھ چا کر بیٹے کو اس کی ماں کے حوالے کر دیتی
 تھیں۔ (۱۹۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم (مرصعہ) کو کعبہ کا ایک درخت عطا کیا تھا اور انھیں
 سات کبریاں بھی عطا کی تھیں، تاکہ وہ جب بیٹے کی خوراک کو پھراندہ کر سکیں تو ان کے ذریعے کی کو
 پورا کر لیں۔ ام بردہ رضی اللہ عنہا بیٹے کو مستقل طور پر دودھ پلانے کا انتظام نہ کر سکیں، لہذا ان کے
 بعد ام سیف رضی اللہ عنہا نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلانے کی ذمہ داری سنبھال
 لی۔ (۱۹۱)

حضور ﷺ کے بیٹے سے محبت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے ام سیف رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف
 لے جایا کرتے تھے۔

حضرت شیام فرماتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تشریف لے جا رہے تھے، میں
 حضور ﷺ کے پیچھے چلنے لگا، یہاں تک کہ حضور ﷺ ابوسف کے گھر کے پاس پہنچ کر روک گئے۔
 ابوسف اپنی دو کچی میں چھوٹ کر رہے تھے، جس کی وجہ سے چہرے پر کھریں دھواں ہو رہا تھا۔ میں
 تیزی سے چل کر حضور ﷺ سے آگے نکل گیا اور ابوسف کے پاس پہنچ کر ان سے کہا، اے
 ابوسف! غم نہ کر، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں۔ ابوسف غم نہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے
 اپنے بیٹے ابراہیم کو آواز دی اور اُسے سینے سے لگا لیا اور وہ بات فرمائی جہاں اللہ نے چاہی۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ہوئے تو اپنے بیٹے سے ملاقات کرتے، اُس کو گود
 میں اٹھاتے، اسے پیار کرتے اور اس میں انیت و سرت اور دل بھی محسوس کرتے۔ کبھی حضور ﷺ
 اپنے بیٹے کو اٹھاتے اور انھیں اپنی اذواق کے پاس لے جاتے، بچہ ان کے حوالے بھی کر
 دیتے۔ (۱۹۲)

ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال بے طحال

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرزند ولید کی پرورش اور شوق کا مشاہدہ فرما رہے

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بہن سیرین کو قتل دینے کے لیے فرمایا۔ "جنت میں ابراہیم کے لیے اتنی ہی دودھ پلانے والی کا انتظام ہو چکا ہے۔"

اس پر وہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو قتل دیا اور بھجور کی شاخوں کی چادر پانی پر ڈال دیا۔ لوگوں نے انہیں اٹھایا اور ایک جگہ لے گئے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ اور بہت سے مسلمان موجود تھے، یہاں تک کہ وہ سب جنت اہلی بن گئے۔ حضور ﷺ نے ان کی نماز، جنازہ پڑھائی، چار بکیریں لیں۔ نعل بن عباس اور امامہ بنت زیاد رضی اللہ عنہم قبر میں اترے۔ حضور ﷺ قبر کے دہانے پر تقریباً فرما ہوئے اور فرمایا: "ہم نے اسے اپنے ساتھی حنان بن مفلح کے ساتھ رکھ دیا۔" پھر آپ ﷺ نے ایکہ ایش کا خلا دیکھا تو اسے بند کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا: "ہم نے اسے اپنے ایکے عکے آدمی کے ساتھ دفن کر دیا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر ہانے علامت کے طور پر ایک پتھر رکھا، اور فرمایا: "یہ پتھر طبع نقصان نہیں دے سکتا، لیکن زندہ لوگوں کی آنکھوں کی خطک کا ذریعہ ہے، اور آدمی جب کوئی نیک کام کرتا ہے تو اللہ پاک چاہے جس کرات اچھی طرح کرے۔"

پھر حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے قبر کی مٹی کو ہوا کیا اور فرمایا: "کوئی شخص پانی کا مٹکیزہ لا سکتا ہے؟" ایک انصاری آدمی فوراً پانی کا مٹکیزہ لے آیا۔ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ اسے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر پر پھونک دو۔ (۱۳۵)

سورج مگر بن

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی موت کے وقت سورج گرہن ہو گیا۔ لوگوں نے اسے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی کرامت خیال کیا اور کہا: "سورج کو ابراہیم رضی اللہ عنہ کی موت کی وجہ سے گرہن لگا ہے۔" جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو فرمایا: "سورج اور چاند اللہ کی دو نشانیاں ہیں۔ ان میں کسی کی زندگی یا موت کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ جب تم ان کو اس حالت میں دیکھو تو انما زکے دینے اللہ کے ذکر میں مصروف ہو جاؤ۔" (۱۳۶)

محمد حسین نوکل فرماتے ہیں:

یہ ایک بہت بڑی نشانی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مصیبت و فحش کی المناک گھڑی کے اندر

تھے۔ اس سے دل لگی اور متکلف فرماتے۔ لیکن یہ سلسلہ زیادہ عرصہ جاری نہ رہا۔ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بیچ سال کے ہوئے اور حضور ﷺ کا آن کے ساتھ تھیں تعلق میں اضافہ ہو گیا تو عرض نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو اٹھیرا۔ ان کی والدہ بے چین اور پریشان ہو گئیں۔ انہیں سمجھ نہ سوجھ رہا تھا کہ کیا کریں۔ اپنی بہن سیرین کو دھوکے کے لیے بلایا۔ وہ دونوں بچے کی دیکھ بھال اور تیمارداری کرنے لگیں۔ اس کے لیے دو انی تلاش کی، بچے کو "نعل بن عباس" لے گئے۔ لیکن مرض شدت اختیار کر رہا تھا۔ وہ اور علاج معالجہ کسی کام نہ آیا۔ اچانک انہیں بچے کا سانس آگھڑتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ تیزی سے بچے کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ حضور ﷺ ابراہیم رضی اللہ عنہ کی حالت کی خبر ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ عبدالرحمن بن عوف کے کندھے پر سہارا لگائے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ کے چہرے سے شدید غم کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ پھر بچے کی روح نکلیں۔ غصہ کی سی جدا ہو گئی۔ (۱۳۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کی لہری جاری ہو گئی۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ "اے ابراہیم! ابراہیم! میری مقابلے میں تیرے کسی کام نہیں آسکتے۔" حضور ﷺ نے بچے کی ماں اور خالہ کو جتنے ہوئے سنا تو انہیں منع کیا اور ان کی بات فرمائی: "اے ابراہیم! اگر موت امر حق اور سچا وعدہ شد ہوئی اور یہ کہ ہمارے انگوٹھوں کو پھلوں کے ساتھ ملنا ہے تو ہم تجھ پر اس سے بھی زیادہ غم کرتے۔"

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "بھئی! آنسو بہا رہی ہیں دل ٹھٹھکیں ہے، لیکن ہم زبان سے وہی بات نکالیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو۔ اور اسے ابراہیم! ہم تیرے فراق پر بڑے دکھی ہیں۔"

جب مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھٹھکیں دیکھا تو مسلمان بھی حضور ﷺ کے غم میں ٹھٹھکیں ہو کر روئے گئے۔ اور بعض مسلمانوں نے حضور ﷺ کی تکلیف دہ بیٹائی کو کم کرنے کی کوشش بھی کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اندکام یاد دلانے جو آپ ﷺ نے فرمائے تھے۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں نے جنہیں ٹھٹھکیں ہوئے سے متوجہ نہیں کیا، بلکہ میں نے تو بلند آواز کے ساتھ روئے سے منع کیا ہے۔ اور جو حالت تم میری دیکھ رہے ہو، یہ تو دلہن کی محبت اور رحمت کا اثر ہے۔ اور جو شخص رحمت کو ٹھٹھکیں کرتا کوئی دوسرا بھی اس کے لیے رحمت کو ٹھٹھکیں

بھی اپنے مصیبت رسالت سے غافل نہیں ہوئے! اس حدیث کو بڑھ کر مستشرقین (غیر مسلم علماء اسلام) نے بھی حضور ﷺ کی عظمت و جلالت کا اعتراف کیا اور وہ اپنی حیرانگی و حضور ﷺ کی عظمت اور اس بات کی معرفت کے اعلان کو نہیں چھپا سکے کہ وہ شخص یقیناً سچا ہے جو ایسے حالات میں بھی سچائی اور حق سے دستبردار ہونے پر راضی نہیں۔

محمود غفلی نے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کا دن ۲۹ رشتوال ۱۰ ہجری بمطابق ۲۷ جنوری ۶۱۲ عیسوی روزِ بدیع بتایا ہے۔ اس دن مدینہ میں مکمل طور پر سورج گرہن ہوا تھا۔

شاہِ کونین ﷺ کے نواسے، نواسیاں

اہل بیت رسول ﷺ میں جس طرح آپ ﷺ کی بیہ جاں اور بیٹیاں شامل ہونا دلائل قاطعہ اور براہین سلفہ سے ثابت ہو چکا ہے، یہ بھی حتم قرعہ ملی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اہل ہادی اولاد کو یعنی آپ ﷺ کے نو اسوں اور نو اسیموں کو اہل بیت سے خارج کر دیا گیا ہے۔ سوائے خاتون بنت سیدہ النساء ستیہ و فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد کے، اس میں بھی دلیل سے کام لیا گیا ہے۔

اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نو اسے اور نواسیاں اپنے کی نسبت سے آل اہل العاصیہ آل عثمان اور آل علی ہیں، لیکن مجازاً آل بنی مائس کی مناسبت سے وہ بھی مجازاً آل بیت ہیں۔

+ شہزادی سیدہ و نجب بنت رسول اللہ ﷺ وچہ محترمہ حضرت ابوالعاص الاسوی

• علی • امامہ

+ شہزادی سیدہ و رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ وچہ محترمہ حضرت عثمان غنی الاسوی

• عبداللہ

+ شہزادی سیدہ و فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ وچہ محترمہ حضرت علی المرتضیٰ الہاشمی

• حسن • حسین • ام کلثوم • نجب

رضی اللہ عنہم اجمعین

نواسہ رسول علی بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ

شہزادی سیدہ و نجب رضی اللہ عنہا کے لخت جگر علی بن ابی العاص بن الریح بن عہدی بن عہد الخفس، اور نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حضرت علی بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنی غاضرہ کی ایک خاتون کا دودھ پیا تھا۔ دشمنان کی بدعت پوری ہو جانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے زیر کفالت لے لیا تھا، کیونکہ ان کے باپ ابوالعاص اس وقت کہ میں حرم تھے اور نوز اسلام نہیں لائے تھے۔^(۱)

روایتی شجرہ طیبہ اس طرح ہے: ابو محمد حسن بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب قرشی مطلبی۔

آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ ذول قاطر زہراء مگر گوشت رسول تھیں۔ اور آپ کے چربہ زرد گوار سیدنا علی المرتضیٰ ابن عم رسول تھے۔ اس لیے آپ کی ذات گرامی دو ہرے شرف کی حامل تھی۔

سنہ ہجری کے تیسرے سال رمضان المبارک میں معدنی نبوت کا یہ گوہر شب چراغ استقامت و سبے نازاری کی انکسار و صلہ و مسامت کی بے سکون ملکوت کا شہنشاہ، دو شب نبوت کا سوار، مقدس و فساد کا کنج کوثر افراستے عالم وجود میں آیا۔

رجب عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے "حسن" نام تجویز فرمایا۔ پیدائش کے ساتویں دن حقیقت کیا۔ حقیقت میں وہ بچے کے سر کے بال اتروائے اور ان کے ہم وزن چاندی خیمات کی۔

عہد نبوی

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن کے ساتھ جو غیر معمولی محبت تھی، وہ کم خوش قسمتوں کو نصیب ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے بڑے ناز و غم سے ان کی پرورش فرمائی۔ کبھی آغوش شفقت میں لیے ہوئے نکلتے، کبھی دو شب مبارک پر سوار کیے ہوئے برآمد ہوتے۔ ان کو دیکھنے کے لیے روزانہ صاحبزادی فاطمہ کے گھر حریف لے جاتے۔ کبھی حالت نماز میں پشت مبارک پر چڑھ جاتے۔ جہاں غار نا نہایت پیار اور محبت سے ان طفلانہ خوبیوں کو برداشت کرتے۔ ابھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ آٹھ سال ہی کے تھے کہ یہ بابرکت سایہ سر سے اٹھ گیا۔

عہد صدیقی

سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسندِ نعین خلافت ہوئے۔ آپ بھی ذات نبوی کے خلق کی وجہ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ بڑی محبت فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز عصر سے فارغ ہو کر نکلے، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ راستے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بھیج دیکھا۔ حضرت ابوبکر نے پیار سے اٹھایا، کندھے پر اٹھالیا، اور فرمانے لگے، خدا کی قسم! یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے، علی کے مشابہ نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ منکروا دیے۔^(۹)

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے عبد خلافت میں دونوں بھائیوں کے ساتھ ایسا ہی محبت آمیز برتاؤ رکھا۔ جب آپ نے کبار صحابہ کے وظائف مقرر کیے تو حضرت اس مہم میں شریک ہوئے تھے۔ لیکن آپ نے ان کا بھی باج گزارا، ماباندہ خلیفہ مقرر فرمایا۔^(۱۰)

امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے زمانے میں ایسا ہی شفقت آمیز طرز عمل جاری رکھا۔ صدیقی اور فاروقی دور میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنی کم سن کی باعث کسی کام میں حصہ نہیں لے سکتے تھے۔ سیدنا عثمان کے مہم میں وہ جہاں ہو چکے تھے، چنانچہ اسی دور میں ان کی محلی زندگی کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے آپ طبرستان کی فوج کشی میں بھاپہ اندہ شریک ہوئے۔

جب امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسندِ خلافت خالی ہو گئی اور مسلمانوں کی نگاہ انتخاب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر پڑی، اور وہ ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے تھے تو حسن رضی اللہ عنہ نے عدالت عاقبت اعلیٰ سے والد بزرگوار سے عرض کیا کہ جب تک تمام ممالک اسلامیہ کے لوگ آپ سے خلافت کی درخواست نہ کریں، اُس وقت تک آپ اسے قبول نہ کریں۔

لیکن سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خلیفہ کا انتخاب صرف مہاجرین و انصار کا حق ہے۔ جب وہ کسی کو خلیفہ تسلیم کر لیں تو پھر تمام ممالک اسلامیہ پر اس کی اطاعت واجب ہو جاتی ہے۔^(۱۱)

امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص لینے کے معاملہ میں صحابہ کی آراء مختلف ہو گئیں۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ، حضرت علی، حضرت زہراء اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم سے اس کا مطالبہ کر رہے تھے۔ لیکن حالات کی تکلیف، امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو قصاص لینے سے رکاوٹ تھی، جس سے باہمی اختلافات کی تلخ بڑھ گئی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت

خلافت کے پانچویں سال عید رمضان المبارک ۴۰ھ میں ابن ملجم کے ہاتھوں امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مجروح ہو گئے، جس کے باعث آپ کی شہادت واقع ہو گئی۔ اسی روز کوٹوں نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔^(۱۲)

نواسہ رسول سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

حسین نام ابو عبد اللہ کنیت، سید شباب اہل بیت اور رحمت اللہ علیہ، والد گرامی قدس سرہ اور سیدہ ہول جگر گوشہ رسول طاهر والدہ ماجدہ تھیں۔ اس لحاظ سے آپ کی ذات ستودہ صفات قریش کا خلاصہ اور بنی ہاشم کا سطرچی، شجرہ طیبہ ہے۔ حسین بن علی بن ابی طالب بن ہاشم بن عبد مناف قرشی ہاشمی و مطہی۔

ع دل و جان با وفہ دیتا ہے جب خوش قسمی

پیدا کی

ابھی آپ حکم دار میں تھے کہ حضرت ام فضل بنت عارض نے خواب دیکھا کہ کسی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر ان کی گود میں رکھ دیا ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، میں نے ایک ناگوار اور بھیا تک خواب دیکھا ہے، جو ناقابل بیان ہے۔ آپ ﷺ کے اسرار پر انہوں نے خواب بیان کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، یہ تو مبارک خواب ہے۔ قاطعہ کے ہاں لڑکا پیدا ہو گا اور تم اسے گود میں لوگی۔ (۱۲)

ولادت با سعادت کی خبر سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعریف لائے۔ لومو لو کو دیکھا۔ کانوں میں اذان دی۔ نام رکھا۔ سر کے بال اتروا کر ہم وزن چاندی حیرات کرنے کا حکم دیا۔ چہرہ پر زکوة کے حکم کے مطابق سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے عقیقہ کیا۔ (۱۷)

خلافت محمدی اور خلافت فدوی میں مردان چڑھے۔ خلافت عثمانی میں عثمانی شباب کی پانچوں کوچیوں نے لگے۔ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اپنے برادر بزرگ کے شانہ بشانہ شریک کار رہے۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے دستبردار ہو جانے کے بعد ۵۶ھ میں جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لینا چاہی تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بھی ان حضرات کے ساتھ تھے جو اس بیعت کے حق میں نہیں تھے۔ یزید کی ہمنوائی اور اس کی بیعت سے انکار اور گریز پر آقا فرمیدان کر بلا میں خانوادہ نبوت کی شہادت پر متوجع ہوا۔ پانچ روزہ قیامت خیز سلاطین امتی کی کھلبلا امت کا آقا میدان جنگ کے آئین پر طلوع ہوا۔ طویل اور شدید جنگ کے بعد محرم الحرام ۶۱ھ مطابق ستمبر ۶۸۱ء کو خانوادہ نبوی کا آقا بے دہانت بیعت

زما خلافت سنبھالنے کے بعد جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کی فوج میں اختلاف و اختصار پایا جاتا ہے تو آپ ان سے بیزار اور مایوس ہوئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جہاں شام کے ساتھ ممکن آچکے تھے، ایک خط کے ذریعے صلح کی مشروط پیش کی۔ اگر وہ شرط قبول کر لیں تو وہ امارت سے حضرت معاویہ کے حق میں دستبردار ہو جائیں گے اور مسلمان خون ریزی سے بچ جائیں گے۔ لوگوں کو اس خط کا علم ہوا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں اتفاق رائے ہو گیا۔ (۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشین گوئی اپنی زندگی میں فرمادی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ امید ہے کہ اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے گا۔“ (۱۴)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں فہرہاؤں کے متعلق ارشاد فرمایا:

الحسن والحسين سيد شباب اهل الجنة.

ترجمہ: حضرت حسن اور حضرت حسین جن جنتوں کے سردار ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هما وبعثناهما من الدنيا.

ترجمہ: حسن اور حسین میں سے جس کی شہادت ہو گی۔

شہادت کا واقعہ

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو ۵۵ھ میں زہر دیا گیا، جو ان کی شہادت کا باعث ہوا۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اپنے عظیم والد ماجد کی جگہ ۶۱ھ میں ولی مقرر ہوئے۔ اسی سال سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی۔ آپ کی خلافت چھ ماہ رہی۔

اس طرح ۳۹ھ یا ۵۵ھ میں اس یورپی نیشنل سہارے نے تازی نے اس دنائے دنی کو خیر باد کہا۔ وفات کے وقت عمر مبارک ۷۷ یا ۷۸ سال تھی۔ اور جنت البقیع میں راحت گزریں ہوئے۔

اولاد میں آٹھ لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑیں۔ یوں کی تعداد بہت زیادہ بیان کی جاتی ہے۔

کے لیے روپوش ہو گیا۔

اولاد

سیدہ حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں علی اکبر، عبداللہ اور ایک چھوٹے صاحبزادے واقعہ کر بلا میں شہید ہوئے۔ امام زین العابدین زعمہ فتح کئے، ان کی سے نسل چلی۔ صاحبزادوں میں یکے، قاسم اور نسیب ہیں۔

امام زین العابدینؑ

نام و نسب

علی نام، ابو الحسن کنیت، زین العابدین لقب، سیدہ حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند اصغر اور ریاض نبوت کے گل تھے۔ میدان کر بلا میں اہل بیت نبوی کا چمن آجڑے کے بعد یہی ایک پھول باقی رہ گیا تھا، جس سے دنیا میں شیعہ سیادت پھیلی اور حسین کا نام باقی رہا۔

روحانی شجرہ آفتاب سے زیادہ روشن اور ماجتاب سے زیادہ منور ہے۔ ناصحیاتی شجرہ مختلف فیہ ہے۔ مشہور روایت کے مطابق آپ اہل ان کے آخری تاجدار پر کرد کے نواسے یعنی مانی شہر بانوں کے فرزند اور منند تھے۔

واقعہ کر بلا کے وقت عمر مبارک ۳۳ سال تھی آپ کی ولادت ۲۸ اور وفات ۹۵ھ میں ہوئی۔ امام زین العابدین کی نسل دنیا میں چھ فرزندوں سے بانی ہے۔ محمد باقر، عبداللہ، ہاشم، زید الشہید، محمد اور شرف، حسین الاصفہر و علی الاصفہر۔

دو بیٹیاں ام کلثوم اور صدیقہ تھیں۔

عبداللہ

امام باقر کے برادر شفیق ہیں۔ ان کی نسل محمد الارقطہ سے جاری ہے۔

اس کا ایک بیٹا اسماعیل تھا۔ ان کے دو بیٹے حسین اور محمد تھے اور محمد کی نسل زے قم اور ہر جان میں پائی جاتی ہے۔

زید الشہید

ان کی والدہ ام ولد تھیں۔ ان کا۔ ۱۵ اصفہر ۲۱ھ میں ہوا۔ چار فرزند تھے۔ یحییٰ، جو

اٹھارہ سال کی عمر میں شہید ہو گئے۔ ان کی ایک بیٹی اور تین بیٹے تھے۔ حسین ذی الدعو، یعنی مومن الا شہال اور محمد، ان سے نسل چلی ہے۔

محمد الشرف

زید شہید کے برادر شفیق ہیں۔ ان کی نسل علی الاصفہر سے جاری ہوئی۔ ان کے تین فرزند تھے: قاسم، عمر اور ابو محمد یحییٰ۔ نسل کثیر باقی ہے۔

حسین الاصفہر

ان کی والدہ ساعدہ ہے، جو ام ولد ہیں۔ حسین الاصفہر نے ۷۵ھ میں وفات پائی۔ بیٹے: عبداللہ، عبداللہ، علی، ابو محمد یحییٰ، سلیمان تھے۔ تاجز عراق، شام اور مغرب میں نسل پائی جاتی ہے۔

علی الاصفہر

ان کی نسل افسس سے جاری ہے۔ افسس کی نسل علی الحوری، عمر، حسین، حسن، مسروق، عبداللہ الشہید سے جاری ہے۔

امام باقر

محمد نام، باقر لقب، ابو جعفر کنیت ہے۔ باقر باطلوم، وافر باطلوم، جلیل القدر تھے۔ صحاح میں ان کی مرویات پائی جاتی ہیں۔

واقعہ کر بلا کے وقت تقریباً تین سال عمر تھی۔ ان کی نسل امام جعفر صادق سے جاری ہے۔ (۱۸)

نواسی رسول سیدہ ام کلثومؑ

ام کلثوم نام، والدہ کریم کا نام علی بن ابوطالب، بن عبداللہ و جدہ کا اسم گرامی قاسم بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سیدہ ام کلثوم کو رسول اللہؐ سیدہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نور نظر اور جگر گوشہ سیدہ و قاسم تولد ہیں۔

ابن والدہ محترمہ کے وصال کے بعد اپنی خالہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی سیدہ امہ بنت العاص، جن سے سیدہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا تھا، کی پرورش اور نگہداشت و شفقت و محبت میں پروان چڑھیں۔

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح محسن بن جعفر بن ابی طالب سے کر دیا تھا۔ ان کے انتقال کے بعد محسن کے بھائی محمد بن جعفر بن ابی طالب سے اور محمد کے وصال کے بعد عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تھا۔ (۲۲)

نواسی رسول سیدہ زینب بنت علی

نام زینب، والدہ کرامی قدو علی بن ابی طالب، اور والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ خاتونِ جنت اور نواسی رسول ہیں۔

عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے نکاح ہوا۔ جن سے علی، محسن، امیر المومنین، محمد اور ام کلثوم پیدا ہوئے۔ (۲۳)

میدانِ کربلا میں قافلہ شہداء کے ہمراہ تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے دشمن کے کید و شر سے محفوظ رکھا۔

علامہ سیدہ قائم محمود لکھتے ہیں:

۵۸ ہجری الاولیٰ ۵۵ میں ولادت ہوئی اور ۱۵ ربیع ۲۲ میں وصال ہوا۔ فاطمہ الزہراء بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور تاریخ اسلام کی محترم شخصیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں۔

انہیں عقیدہ بنی ہاشم کہا جاتا تھا۔ ام کلثوم اور ام الحسن آپ کی کنیت تھی۔ صدیقِ معترفی ان کا لقب تھا۔ ولادت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام زینب رکھا۔ ساتویں دن حضور انور ﷺ نے حقیقہ فرمایا۔ چھ سات برس کی تھیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بیٹے محمد بن عبداللہ بن جعفر کر بلا میں شہید ہوئے۔ واقعہ کربلا کے بعد حضرت زینب و عشق میں اپنی بہت کے ساتھ رہیں۔ استقامت، عبادت، ایثار، جہاد اور حلیت دین کا جو نمونہ آپ نے فرمایا، اُس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ (۲۴)

مذکورہ اہل بیت اطہار

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے نواسی رسول سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا رشتہ طلب کیا اور ایک انتہائی معقول بات بھی کہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ لِي نَسَبٌ وَ نَسَبٌ مَقْطُوعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَلَا نَسَبِي وَ سَبَبِي.

ترجمہ: قیامت کے دن ہر ایک سلسلہ نسب ختم ہو جائے گا، لیکن میرا سلسلہ نسب منقطع نہیں ہوگا۔

اس لیے میری خواہش ہے کہ اس رشتے کے ذریعے حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میرا نسب قائم ہو جائے تاکہ قیامت کے دن یہ منقطع نہ ہونے پائے۔

چنانچہ عیسیٰ اللہ رحمہ اللہ صحابہ کرام، جن میں حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہم، اور دیگر صحابہ جریں شامل تھے، نے مجلس نکاح منعقد کی، اور سیدہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ (۲۵)

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی ولادت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے پہلے ہو چکی تھی۔ ظہیرؓ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سیدہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کا رشتہ طلب کرتے ہوئے کہا، میں اس رشتے کے ذریعے وہ عزت و کرامت حاصل کرنا چاہتا ہوں جو دوسرے کسی رشتے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

سیدہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اولاً معترفی کا ذکر پیش کیا، لیکن پھر سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی رضا مندی حاصل ہو جانے پر پراض لکھ میں مہاجرین اور معزز صحابہ کرام کی مجلس میں چاہیں ہزار درم ہر کے عوض نکاح کر دیا۔ (۲۶)

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نواسی رسول متبویل ﷺ کے بطن سے امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد، ایک بیٹا اور ایک بیٹی رقیہ پیدا ہوئی۔ زید بن عمرو سیدہ ام کلثوم بنت سیدہ فاطمہ بنوں دونوں اس بیٹا ایک ہی دونوں ہوتے اور دونوں کا جائزہ ایک ساتھ پڑھا گیا۔ (۲۷)

حواشی

آل اور اہل بیت کی توضیح

- ۱۔ لسان العرب، ج ۱۱، ص ۱۴۰، اہل
- ۲۔ ایضاً ص ۲۹
- ۳۔ القاموس المکمل، ج ۲، ص ۱۴۶
- ۴۔ مفردات القرآن، اردو، ج ۱، ص ۵۸
- ۵۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا، ج ۱، ص ۵۳
- ۶۔ مفردات القرآن، اردو، ج ۱، ص ۵۹
- ۷۔ ایضاً ص ۵۸
- ۸۔ شرح مہذب، ج ۳، ص ۳۳۸
- ۹۔ فتح الباری، ص ۱۹۲، کتاب الدعوات، حدیث نمبر ۶۳۵۸
- ۱۰۔ الدعوات، ج ۱، ص ۱۳۳
- ۱۱۔ الدعوات، قاری، ج ۳، ص ۶۸-۶۸۱
- ۱۲۔ الجواز، ج ۱، ص ۲۶، کتاب الطہرہ
- ۱۳۔ ترجمہ، ص ۲۵، کتاب الایمان
- ۱۴۔ الجواز، ج ۱، ص ۲۲۳، کتاب الطہرات
- ۱۵۔ ائین جامع، کتاب النکاح
- ۱۶۔ الجواز، کتاب النکاح
- ۱۷۔ ترجمہ، ج ۲، باب النکاح
- ۱۸۔ بخاری، ج ۱، ص ۱۵۵

- ۱۹۔ بخاری، ج ۲، ص ۸۸، کتاب الطهارة، باب لفقة المفسر علی اهلہ
 ۲۰۔ مسلم، ج ۱، ص ۳۹
 ۲۱۔ بخاری، ج ۱، ص ۲۳۳، کتاب الحج، باب الزیارات، ج ۱، ص ۱۰۰
 ۲۲۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۵۹۵، بخاری، ج ۲، ص ۲۳، ص ۱۰۰
 ۲۳۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۱۲۹، صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۶۵، کتاب التوضیہ
 ۲۴۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۶۵، کتاب التوضیہ، حدیث ۱۰۰
 ۲۵۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب قبر ۱، حدیث ۱۶۳۶، صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب فی الکفاف والقتل، حدیث ۱۵۵۰
 ۲۶۔ منہ السنن، باب الجواب الیہ، باب عقیدۃ آل محمد، ص ۳۰۶
 ۲۷۔ بخاری، ج ۲، ص ۹۵۶، کتاب الرقاق
 ۲۸۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۰۹
 ۲۹۔ ایضاً
 ۳۰۔ ایضاً، ص ۳۰۹
 ۳۱۔ ابوداؤد، ج ۱، ص ۱۲۲، کتاب الفرائض
 ۳۲۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۵۵۶، کتاب الفرائض، حدیث ۱۲۵۰
 ۳۳۔ معارف اللہ، ج ۵، ص ۲۳۲-۲۳۳
 ۳۴۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۹۳۱
 ۳۵۔ از تہذیب البخاری، ج ۲، ص ۵۱۹
 ۳۶۔ اشرف الجواب، ص ۸۵
 ۳۷۔ شفا قاضی عیاض، ج ۲، ص ۲۶، شرح شفا القاری، ج ۲، ص ۱۱۵، بخاری، ج ۱، ص ۱۶۱
 ۳۸۔ شرح منہب، ج ۳، ص ۳۹۹
 ۳۹۔ ابوالحسن، ج ۲، ص ۱۵۴
 ۴۰۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۵۵۶، کتاب الفرائض، باب فضل صاحب باب فضل علی بن ابی طالب، حدیث ۲۳۸۸
 ۴۱۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۳۵، کتاب الزکوٰۃ، باب تحريم الزکوٰۃ علی رسول اللہ
 ۴۲۔ شرح نووی، مسلم، ج ۱، ص ۳۳۳، شرح منہب، ج ۳، ص ۳۳۸
 ۴۳۔ شفا قاضی عیاض، ج ۲، ص ۳۷
 ۴۴۔ مستدرک، ج ۳، ص ۲۸۹، بخاری، ج ۲، ص ۲۸۵
 ۴۵۔ مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۱۸۷
 ۴۶۔ بخاری، ج ۱، ص ۱۱۵، حدیث ۱۱۵۰، مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۱۸۷
 ۴۷۔ بخاری، ج ۱، ص ۱۱۵، حدیث ۱۱۵۰، مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۱۸۸
 ۴۸۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۵۷۰، ص ۵۷۰، کتاب الرقاق، باب لا تدخلوا بیوت النبی
 ۴۹۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۶۰
 ۵۰۔ ترمذی، ج ۲، ص ۱۵۴، کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب
 ۵۱۔ در اسما، ج ۲، ص ۲۶۵-۲۶۴
 ۵۲۔ احسان فی روضان، ص ۳، مدخل چہارم، از سلسلہ البلاغ
 ۵۳۔ تفسیر معارف القرآن اور لکھی، ج ۲، ص ۲۶۵
 ۵۴۔ تفسیر معارف القرآن، ج ۳، ص ۱۳۹
 ۵۵۔ تفسیر جواہر القرآن، ج ۳، ص ۴۳۹
 ۵۶۔ میرت مصطفیٰ، ج ۳، ص ۲۸۷
 ۵۷۔ ایضاً، ص ۲۸۷
 ۵۸۔ تفسیر معارف القرآن اور لکھی، ج ۳، ص ۱۳۹
 ۵۹۔ بخاری، ج ۱، ص ۱۶۱، کتاب الدعوات، حدیث ۱۶۵۸
 ۶۰۔ مرقاة المفاتیح، ج ۱، ص ۳۷۷، مناقب اہل بیت
 ۶۱۔ احادیث، ج ۳، ص ۶۸-۶۸۱
 ۶۲۔ تنقیح مضامین، ص ۲۰۰
 ۶۳۔ اعلام النبلاء، ج ۲، ص ۴۰۱
 ۶۴۔ تفسیر حقانی، ج ۲، ص ۹۰
 ۶۵۔ تفسیر قرطبی، ج ۱، ص ۱۱۳
 ۶۶۔ تفسیر بیہقی، ج ۳، ص ۵۲۹
 ۶۷۔ تفسیر بحر المحیط، ج ۳، ص ۲۳۲-۲۳۳
 ۶۸۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۲۸۴
 ۶۹۔ بخاری، ج ۱، ص ۱۶۰، حدیث ۲۳۵۸

- ۱۹۔ مستدام احمد، ج ۱ ص ۳۵۳
- ۲۰۔ طبقات ابن سعد، ج ۳ ص ۳۳۳: اسد الغابہ، ج ۳ ص ۱۱۰
- ۲۱۔ سنن ترمذی، ج ۲ ص ۱۶۷: ایواب الناقب، باب مناقب ابی الفضل
- ۲۲۔ مستدام احمد، ج ۱ ص ۳۵۰: مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۳۴۹
- ۲۳۔ مجمع بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ تعالیٰ - ولی الرقاب والغرمین - حدیث نمبر ۱۳۶۸: مجمع مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فی تعلقہ الزکوۃ حدیث نمبر ۹۸۳
- ۲۴۔ سنن ترمذی، ایواب الناقب، ج ۲ ص ۲۱۷
- ۲۵۔ اسد الغابہ، ج ۳ ص ۱۱۲
- ۲۶۔ طبقات ابن سعد، ج ۳ ص ۳۳۱
- ۲۷۔ اسد الغابہ، ج ۳ ص ۱۱۰
- ۲۸۔ ایضاً ص ۱۱۲
- ۲۹۔ اسد الغابہ، ج ۳ ص ۱۸۲
- ۳۰۔ الاستیعاب، بر حاشیہ الاصابہ، ج ۳ ص ۲۰۸: اسد الغابہ، ج ۳ ص ۱۸۳
- ۳۱۔ الاصابہ، ج ۳ ص ۲۰۸
- ۳۲۔ اسد الغابہ، ج ۳ ص ۳۳۰
- ۳۳۔ ایضاً ص ۱۹۷
- ۳۴۔ ایضاً
- ۳۵۔ اسد الغابہ، ج ۳ ص ۱۹۳: الاصابہ، ج ۲ ص ۳۳۰
- ۳۶۔ ایضاً
- ۳۷۔ مستدام احمد، ج ۱ ص ۳۵۹
- ۳۸۔ مستدام احمد، ج ۱ ص ۳۵۸: مجمع الزوائد، ج ۹ ص ۳۳۰
- ۳۹۔ طبرانی، کبیر، ج ۱ ص ۲۱۰
- ۴۰۔ بخاری، ج ۱ ص ۵۳۱
- ۴۱۔ الاستیعاب، بر حاشیہ الاصابہ، ج ۲ ص ۳۵۲: اصلہ، ج ۱ ص ۳۲۹
- ۴۲۔ الاستیعاب، ج ۳ ص ۳۵۲
- ۴۳۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱ ص ۳۱۶
- ۴۴۔ اسد الغابہ، ج ۳ ص ۳۳۳
- ۴۵۔ الاصابہ، ج ۳ ص ۱۱۵: الہدایہ والنہایہ، ج ۱ ص ۲۲۲
- ۴۶۔ الاستیعاب، ج ۳ ص ۳۲۶: بر حاشیہ الاصابہ والنہایہ، ج ۱ ص ۲۲۲
- ۴۷۔ الاستیعاب، ج ۳ ص ۳۲۸: بر حاشیہ الاصابہ
- ۴۸۔ سیرت علی المرتضیٰ، ج ۲ ص ۲۲
- ۴۹۔ تفسیر بغوی، ج ۳ ص ۳۵۰: سورۃ قصص
- ۵۰۔ تفسیر کشاف، ج ۳ ص ۳۲۲
- ۵۱۔ تفسیر زاد المسیر، ج ۳ ص ۳۸۸: سورۃ قصص
- ۵۲۔ تفسیر کبیر، ج ۱ ص ۱۳
- ۵۳۔ تفسیر قرطبی، ج ۱ ص ۲۹۹
- ۵۴۔ تفسیر نسائی، ج ۳ ص ۳۳۰
- ۵۵۔ تفسیر بحر المحیط، ج ۱ ص ۱۲۶
- ۵۶۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۳ ص ۳۹۲
- ۵۷۔ تفسیر درمثور، ج ۶ ص ۳۸۰: سورۃ قصص
- ۵۸۔ تفسیر جامع البیان، ج ۱ ص ۵۶: تفسیر نسائی، ج ۲ ص ۳۱۸: تفسیر بغوی، ج ۲ ص ۳۳۰: تفسیر کشاف، ج ۲ ص ۳۱۴: تفسیر کبیر رازی، ج ۸ ص ۱۹۵: تفسیر زاد المسیر، ج ۴ ص ۳۰۳: تفسیر قرطبی، ج ۸ ص ۷۷: تفسیر درمثور، ج ۴ ص ۲۷۱
- ۵۹۔ مجمع بخاری، ج ۱، کتاب البیئز، باب اذا قال المشرک عند الموت لا الہ الا اللہ، حدیث نمبر ۱۳۶۰: بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تعدی الی طالب، حدیث نمبر ۳۸۸۳، الحدیث نمبر ۳۰۰۵: بخاری، کتاب التفسیر، باب ما کان للنبی والذین امنوا ان یتخفروا للمشرکین، حدیث نمبر ۳۰۰۵: بخاری، کتاب التفسیر، حدیث نمبر ۳۰۰۵: بخاری، کتاب اللہ انما اولہ و آخرہ حدیث نمبر ۶۸۰: مجمع مسلم، کتاب اللہ انما اولہ و آخرہ حدیث نمبر ۳۲۱: مستدام احمد، ج ۲ ص ۳۳۳: ج ۳ ص ۵۳۳
- ۶۰۔ الاستیعاب، ج ۳ ص ۲۶۶: تحت علی بن ابی طالب: الہدایہ والنہایہ، ج ۱ ص ۲۲۲
- ۶۱۔ الہدایہ والنہایہ، ج ۱ ص ۲۲۲
- ۶۲۔ تاریخ الخلفاء، ج ۱ ص ۱۶۳: بحال سیرت علی المرتضیٰ، ج ۲ ص ۲۶

- ۶۳- طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۳۴۰، تحت مغل بن ابوطالب
 ۶۴- طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۳۴۳: اسد الغابہ، ج ۳، ص ۳۳۲
 ۶۵- طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۳۳۶: اسد الغابہ، ج ۳، ص ۳۲۳
 ۶۶- اسد الغابہ، ج ۳، ص ۳۲۳
 ۶۷- ایضاً
 ۶۸- مستدرک حاکم، ج ۱، ص ۲۰۸-۲۰۳: ج ۵، ص ۲۹۰
 ۶۹- طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۳۳۹: صحیح بخاری، فرد و غیر
 ۷۰- بخاری، ج ۱، ص ۶۱۱، کتاب المغازی، باب فرد و غیر
 ۷۱- اسد الغابہ، ج ۱، ص ۲۸۸: طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۳۳۲
 ۷۲- صحیح بخاری، ج ۲، ص ۶۱۱ فرد و غیر
 ۷۳- اسد الغابہ، ج ۱، ص ۲۸۸
 ۷۴- طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۳۳۹: ترمذی، ج ۲، ص ۲۱۷: مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۳۰۹
 ۷۵- طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۳۳۶
 ۷۶- صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۵۵: کتاب الجہاد، باب غزوہ ذی قرد و غیرہا
 ۷۷- البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۲۳۶
 ۷۸- ایضاً، ج ۲، تحت فضل النبی کر
 ۷۹- طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۱۲: البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۱۹۷: سیرت حلبیہ، ج ۲، ص ۲۸
 ۸۰- طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۱۲
 ۸۱- مستدرک حاکم، ج ۱، ص ۳۶۸: البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۳۳۶
 ۸۲- البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۲۰
 ۸۳- سیرت ابن ہشام، ج ۳، ص ۲۲۸: فرد و غیرتی
 ۸۴- سیرت ابن ہشام، ج ۳، ص ۲۵۹
 ۸۵- طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۹۹: تحت سریدہ علی بن ابی طالب الی بنی سعد بن بکر
 ۸۶- بخاری، ج ۲، ص ۳۷۷: کتاب الصلح
 ۸۷- بخاری، ج ۲، ص ۲۰۵: کتاب المغازی، باب فرد و غیر
 ۸۸- بخاری، کتاب المغازی، باب فرد و غیرتی
- ۸۹- مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۱۸
 ۹۰- البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۵۵: تحت سیدہ
 ۹۱- ابن اثیر، ج ۳، ص ۱۲۹: بحوالہ سیر الصحابہ، ج ۱، ص ۲۶۶
 ۹۲- البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۳۳۲
 ۹۳- طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۵
 ۹۴- ایضاً، ص ۳۶
 ۹۵- ایضاً
 ۹۶- مستدرک حاکم، ج ۶، ص ۳۳۴
 ۹۷- ایضاً، ص ۳۳۴
 ۹۸- الاصابہ، ج ۳، ص ۲۵۹
 ۹۹- سیرت ابن ہشام، ج ۱، ص ۱۹۳: تحت ذوالج عبداللہ بن ابی
 ۱۰۰- مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۲۹۸
 ۱۰۱- سیرت ابن ہشام، ج ۱، ص ۱۹۳
 ۱۰۲- طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۱۵۲
 ۱۰۳- ایضاً، ص ۱۵۳
 ۱۰۴- ایضاً، ص ۲۵۳
 ۱۰۵- ایضاً، ص ۱۵۳
 ۱۰۶- ایضاً

آل بیت سنی

- ۱- کنز الہدیٰ والارشاد، ج ۲، ص ۲۱۳
 ۲- زرقانی، ج ۱، ص ۲۷۰
 ۳- طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۶۱-۶۲: شرح زرقانی، ج ۱، ص ۲۷۰
 ۴- طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۲۶۲: زرقانی، ج ۱، ص ۲۷۰
 ۵- سیرت ابن ہشام، ج ۱، ص ۲۰۰
 ۶- صحیح بخاری، ج ۱، کتاب الوفی

- ۷۔ طبرانی، مع ۲۲ ص ۲۵۱
۸۔ سیرت ابن ہشام، مع ۱ ص ۳۹
۹۔ سیرت ابن ہشام، مع ۲ ص ۵۷
۱۰۔ طبقات ابن سعد، مع ۸ ص ۲۵۱: الاصابہ، مع ۴ ص ۲۸۳
۱۱۔ طبقات ابن سعد، مع ۸ ص ۲۹۴
۱۲۔ صحیح بخاری، مع ۱ ص ۵۳۹: صحیح مسلم، مع ۲ ص ۲۸۴
۱۳۔ ایضاً
۱۴۔ مستدرک احمد، مع ۱ ص ۲۰۵
۱۵۔ البدایہ والنہایہ، مع ۳ ص ۱۷۷
۱۶۔ زوائد الخوارزمی، مع ۱ ص ۱۰۵
۱۷۔ مستدرک احمد، مع ۲ ص ۲۲۲
۱۸۔ صحیح بخاری، مع ۵ ص ۲۸۳: صحیح مسلم، مع ۲ ص ۲۸۳
۱۹۔ طبرانی کبیر، مع ۲ ص ۲۳۱: صحیح احمد، مع ۱ ص ۲۶۵
۲۰۔ اسد الغابہ، مع ۳ ص ۲۳۵
۲۱۔ بخاری، مع ۱ ص ۲۶۶
۲۲۔ ابوداؤد، مع ۲ ص ۱۹۷: کتاب الادب
۲۳۔ سیرت عائشہ، ۱۸
۲۴۔ ترمذی، مع ۲ ص ۱۷۷: تفسیر سورۃ المؤمنین
۲۵۔ الاصابہ، مع ۲ ص ۳۳۱
۲۶۔ الاصابہ، مع ۱ ص ۳۵۹: تذکرہ عائشہ، الاصابہ، مع ۳ ص ۲۵۰
۲۷۔ ابوداؤد، مع ۳ ص ۱۹۷: کتاب الادب، باب فی المرأة النخی: مستدرک احمد، مع ۶ ص ۱۸۶، ۱۵۱
۲۸۔ مستدرک احمد، مع ۶ ص ۹۳
۲۹۔ مستدرک احمد، مع ۶ ص ۱۰۷، ۱۰۸: تہذیب طبرانی کبیر، مع ۲ ص ۲۳۳: مستدرک حاکم، مع ۴ ص ۳۷۸
۳۰۔ کشف البغیاء، مزیل الاندلس، مع ۱ الشہر علی السنۃ الثانی احمد عطا حسنی، مع ۱ ص ۳۷۷
- ۳۱۔ سیرت عائشہ، مع ۱ ص ۱۸
۳۲۔ مجمع التہذیب، مع ۱ ص ۵۵۸
۳۳۔ سیر اعلام النبلاء، مع ۲ ص ۱۴۰
۳۴۔ حلیۃ الاولیاء، مع ۲ ص ۴۳
۳۵۔ سیر اعلام النبلاء، مع ۲ ص ۱۳۵
۳۶۔ تہذیب طبرانی کبیر، مع ۲ ص ۲۳۳
۳۷۔ سیرت عائشہ، مع ۱ ص ۲۹
۳۸۔ طبقات ابن سعد، مع ۱ ص ۱۱۴
۳۹۔ تہذیب طبرانی کبیر، مع ۲ ص ۱۸۳
۴۰۔ صحیح بخاری، مع ۱ ص ۵۵۱: باب تزویج عائشہ، مستدرک احمد، مع ۲ ص ۱۷۱، ۱۵۸
۴۱۔ سنن ترمذی، مع ۲ ص ۲۲۸
۴۲۔ صحیح بخاری، مع ۲ ص ۱۰۳۸
۴۳۔ ایضاً، کتاب الرضا
۴۴۔ شرح نزول فی علی النواصب، طبع جدید، مع ۱ ص ۳۸۷
۴۵۔ معتقب ابن ابی شیبہ، مع ۷ ص ۵۲۸
۴۶۔ مستدرک حاکم، مع ۱ ص ۱۳
۴۷۔ مستدرک حاکم، مع ۱ ص ۱۴: ابی طبرانی کبیر، مع ۲ ص ۲۳۳
۴۸۔ ترمذی، مع ۲ ص ۲۲۸
۴۹۔ ابن ابی شیبہ، مع ۷ ص ۵۴۹
۵۰۔ ارباب النبی، مع ۹
۵۱۔ اسد الغابہ، مع ۵ ص ۵۰
۵۲۔ سیر اعلام النبلاء، مع ۲ ص ۱۳۰
۵۳۔ ترمذی، مع ۲ ص ۵۸: ابواب التہذیب، باب ما جاء فی معیشۃ النبی
۵۴۔ التزویج، مع ۳ ص ۱۸۸
۵۵۔ ایضاً، مع ۱ ص ۱۹۴
۵۶۔ ایضاً، مع ۵ ص ۳۰۵

- ۵۷۔ طبع الاولیاد ج ۲، ۲۴ ص ۴۲
- ۵۸۔ ادب الشرف امام بخاری ص ۸۰، باب ۵۵۵: نقوش، حدیث نمبر ۲۸۰
- ۵۹۔ مشہد امام احمد، ج ۶، ص ۹۹
- ۶۰۔ ادب المفرد فیضی من یعول یعقبا، ص ۲۵، باب نمبر ۴۷
- ۶۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۸۲
- ۶۲۔ سیرت عائشہ نقوش ۱۲۹
- ۶۳۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۹۸
- ۶۴۔ ایضاً
- ۶۵۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۹۸: زرقاتی، طبع جدید، ج ۲، ص ۳۷۸
- ۶۶۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۹۸
- ۶۷۔ ایضاً
- ۶۸۔ مسلم، ج ۱، ص ۴۷۳: مشہد امام احمد، ج ۶، ص ۹۸
- ۶۹۔ مجمع الجرائی کبیر، ج ۲۳، ص ۳۰، حدیث نمبر ۸۰: الہدایہ والنجایہ، ج ۳، ص ۱۳۲: زرقاتی، طبع جدید، ج ۳، ص ۴۷۷
- ۷۰۔ سیرت النبی، ج ۲، ص ۳۱۳
- ۷۱۔ الہدایہ والنجایہ، ج ۸، ص ۷۰
- ۷۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۷۵: زرقاتی، طبع جدید، ج ۳، ص ۴۹۱
- ۷۳۔ مشہد امام احمد، ج ۶، ص ۴۲۲: مجمع الزوائد، ج ۳
- ۷۴۔ مجمع المسلمین، ج ۱، ص ۴۷۳: طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۷۰: زرقاتی، طبع جدید، ج ۲، ص ۳۷۸
- ۷۵۔ الاصابہ، ج ۳، ص ۳۳۹: زرقاتی، طبع جدید، ج ۳، ص ۳۸۰
- ۷۶۔ بخاری، ج ۱، ص ۲۶
- ۷۷۔ بخاری، ج ۲، ص ۷۷
- ۷۸۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۶۹
- ۷۹۔ ایضاً، ص ۲۷۱
- ۸۰۔ الاصابہ، ج ۳، ص ۳۳۹
- ۸۱۔ الہدایہ والنجایہ، ج ۸، ص ۷۰
- ۸۲۔ اسد الغابہ، ج ۵، ص ۶۹
- ۸۳۔ طبرانی کبیر، ج ۳، ص ۳۶: الاصابہ، ج ۳، ص ۳۳۹
- ۸۴۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۸۲: الاصابہ، ج ۳، ص ۳۶۸
- ۸۵۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۸۳
- ۸۶۔ بخاری، ج ۲، ص ۷۷: کتاب الکناج
- ۸۷۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۸۵: الاصابہ، ج ۳، ص ۳۶۹: برعاشیہ
- ۸۸۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۸۶: مستدرک حاکم، ج ۲، ص ۱۵
- ۸۹۔ الاصابہ، ج ۳، ص ۴۷۳
- ۹۰۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۸۶
- ۹۱۔ مشہد امام احمد، ج ۶، ص ۲۸۵
- ۹۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۸۷: الاصابہ، ج ۳، ص ۴۷۳
- ۹۳۔ الاصابہ، ج ۳، ص ۳۱۲: برعاشیہ: الاصابہ، ج ۳، ص ۳۰۳
- ۹۴۔ طبرانی کبیر، ج ۲۳، ص ۵۷
- ۹۵۔ اسد الغابہ، ج ۵، ص ۳۶۶: زرقاتی، طبع جدید، ج ۳، ص ۱۱
- ۹۶۔ الاصابہ، ج ۳، ص ۳۱۳: برعاشیہ: الاصابہ، ج ۳، ص ۳۱۳
- ۹۷۔ طبرانی کبیر، ج ۲۳، ص ۵۸
- ۹۸۔ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۳۱
- ۹۹۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۰۲
- ۱۰۰۔ الاصابہ، ج ۳، ص ۳۱۵
- ۱۰۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۰۳
- ۱۰۲۔ ایضاً
- ۱۰۳۔ ایضاً، ص ۲۸۷
- ۱۰۴۔ الاصابہ، ج ۳، ص ۳۵۸
- ۱۰۵۔ ایضاً
- ۱۰۶۔ سیرت حلبیہ، اردو، ج ۶، ص ۲۲۸
- ۱۰۷۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۸۶

۱۰۸۔ الزوائد الجلی

۱۰۹۔ الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۵۳ بحاشیہ الاصابہ

۱۱۰۔ الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۵۳ بحاشیہ الاصابہ

۱۱۱۔ فتح الباری، ج ۶، ص ۲۲۸، کتاب المناقب

۱۱۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۲۸

۱۱۳۔ اسد الغابہ، ج ۵، ص ۵۸۸، الاصابہ، ج ۳، ص ۳۵۸

۱۱۴۔ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۳۳، کتاب النکاح

۱۱۵۔ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۳۳، ترمذی، ج ۲، ص ۱۸۹، أبواب الدعوات، مسند احمد، ج ۳، ص ۷۷

۱۱۶۔ زرقانی، طبعی، ج ۳، ص ۳۹۸

۱۱۷۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۰۰

۱۱۸۔ اینی

۱۱۹۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۰۰، مسند امام احمد، ج ۶، ص ۳۱۳

۱۲۰۔ مسند امام احمد، ج ۶، ص ۲۷-۲۸

۱۲۱۔ طبقات ابن سعد

۱۲۲۔ مسند امام احمد، ج ۶، ص ۳۰

۱۲۳۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۰۹، کتاب النکاح

۱۲۴۔ کتاب الاذکار، حرم، ج ۱، ص ۲۳۳

۱۲۵۔ زرقانی، طبعی، ج ۳، ص ۳۰۰

۱۲۶۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۴۳

۱۲۷۔ الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۱۴، بحاشیہ الاصابہ

۱۲۸۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۳۹، سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۱۱۳

۱۲۹۔ سیرت الخطی، ج ۳، ص ۳۰۹

۱۳۰۔ زرقانی، طبعی، ج ۳، ص ۳۱۰

۱۳۱۔ مسند امام احمد، ج ۳، ص ۳۹، صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۶۸

۱۳۲۔ طبرانی، کبیر، ج ۳، ص ۳۹

۱۳۳۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۷۰، سورة احزاب، صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۶۸

۱۳۴۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۶۸

۱۳۵۔ صحیح بخاری، ج ۲، کتاب التفسیر، سورة احزاب

۱۳۶۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۱۸۰، بحوالہ جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین

۱۳۷۔ معارف القرآن، طبعی، ج ۶، ص ۲۱۹

۱۳۸۔ بخاری، ج ۱، ص ۱۹۱، صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۹۱

۱۳۹۔ مشرک حاکم، ج ۳، ص ۲۵

۱۴۰۔ سیرت حلبیہ، زاد، ج ۶، ص ۳۳۳، زرقانی، طبعی، ج ۳، ص ۳۱۳

۱۴۱۔ شریعہ نووی، صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۹۱

۱۴۲۔ الاصابہ، ج ۳، ص ۳۱۴

۱۴۳۔ الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۱۵، الاصابہ، ج ۲، ص ۶۵

۱۴۴۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۹۱، الاصابہ، ج ۲، ص ۲۳

۱۴۵۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۳۰۹

۱۴۶۔ طبقات ابن سعد، ج ۶، ص ۳۰۰، الاصابہ، ج ۳، ص ۳۱۳

۱۴۷۔ اینی

۱۴۸۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۰۹، الاصابہ، ج ۲، ص ۶۵، الاصابہ، ج ۳، ص ۳۱۳

۱۴۹۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۰۰، الاصابہ، ج ۳، ص ۳۱۳

۱۵۰۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۰۴

۱۵۱۔ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۳۶۵، کتاب الشہادۃ، باب تعدیل النساء، بعضہن بعضا

۱۵۲۔ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۳۶۵، زرقانی، طبعی، ج ۳، ص ۳۱۳

۱۵۳۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۲، ص ۱۱

۱۵۴۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۰۰

۱۵۵۔ الہدایہ، کتابیہ، ج ۳، ص ۱۲۸

۱۵۶۔ معارف القرآن، بحوالہ جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین، ص ۱۸۸

۱۵۷۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۰۰-۳۰۱

۱۵۸۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۰۲، بحوالہ لیساء، ج ۱۳، ص ۷۰

۱۵۹۔ مشکوٰۃ شریف، ج ۸، ص ۳۰۸، باب املا سلاطی

- ۱۶۰۔ مسلم، ج ۲، ص ۲۸۹: کتاب الادب
 ۱۶۱۔ مسلم، ج ۲، ص ۲۸۹: روش النکاح، ج ۱، ص ۲۱۹: الاستیعاب، ج ۲، ص ۲۶۱: بر حاشیہ الاصابہ
 ۱۶۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۰۳: اسد الغابہ، ج ۵، ص ۳۲۰
 ۱۶۳۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۰۳
 ۱۶۴۔ الہدایہ والنہایہ، ص ۳۴: سیرت ابن ہشام، ج ۳، ص ۳۰۴
 ۱۶۵۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۸۱: مغز وہرہ منقح
 ۱۶۶۔ طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۱۸۱
 ۱۶۷۔ طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۰۳: سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۵۸۲
 ۱۶۸۔ الہدایہ والنہایہ، ج ۴، ص ۱۵۹
 ۱۶۹۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۰۳: زرقانی، طبع جدید، ج ۲، ص ۳۶۷
 ۱۷۰۔ مستدرک حاکم، ج ۴، ص ۷۷
 ۱۷۱۔ اینڈ
 ۱۷۲۔ طبری، ج ۱، ص ۲۱۳: حاشیہ، ص ۵۹
 ۱۷۳۔ الاستیعاب، ج ۱، ص ۲۹۹: بر حاشیہ الاصابہ، ج ۱، ص ۲۸۱: ترجمہ: حادثہ بن ابی ضرار؛
 قصص نبوی، آردو، ج ۱، ص ۳۸۵: جہان الاشرق، ج ۲، ص ۳۹۹
 ۱۷۴۔ مستدرک حاکم، ج ۶، ص ۷۷: الجہانگیری، ج ۲۳، ص ۶۱: مستدرک حاکم، ج ۴، ص ۷۷: الہدایہ
 والنہایہ، ج ۴، ص ۱۵۹: طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۰۳
 ۱۷۵۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۰۳: الاستیعاب، ج ۲، ص ۲۵۹: بر حاشیہ الاصابہ
 ۱۷۶۔ مسلم، ج ۲، ص ۳۵۰: کتاب الادب: مستدرک حاکم، ج ۱، ص ۳۲۵
 ۱۷۷۔ ترجمہ: زرقانی، طبع جدید، ج ۲، ص ۳۶۷
 ۱۷۸۔ بخاری، ج ۱، ص ۲۶۹
 ۱۷۹۔ مسلم، ج ۱، ص ۳۳۵: کتاب الزکوٰۃ
 ۱۸۰۔ الہدایہ والنہایہ، ج ۸
 ۱۸۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۹۹: مستدرک حاکم، ج ۲، ص ۳۸
 ۱۸۲۔ الاستیعاب، ج ۲، ص ۳۰۳: بر حاشیہ الاصابہ: مستدرک حاکم، ج ۴، ص ۳۰
 ۱۸۳۔ الاصابہ، ج ۲، ص ۳۰۵
- ۱۸۴۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۸۱: الاصابہ، ج ۲، ص ۳۰۵: مستدرک حاکم، ج ۴، ص ۳۰
 ۱۸۵۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۸۱
 ۱۸۶۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۸۱: الاصابہ، ج ۲، ص ۳۰۵: مستدرک حاکم، ج ۴، ص ۳۰
 ۱۸۷۔ اینڈ
 ۱۸۸۔ الہدایہ والنہایہ، ج ۴، ص ۱۵۹
 ۱۸۹۔ مستدرک حاکم، ج ۴، ص ۷۷
 ۱۹۰۔ مستدرک حاکم، ج ۶، ص ۷۷
 ۱۹۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۸۱
 ۱۹۲۔ الاستیعاب، ج ۲، ص ۲۵۹: بر حاشیہ الاصابہ
 ۱۹۳۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۸۱
 ۱۹۴۔ الہدایہ والنہایہ، ج ۴، ص ۱۵۹
 ۱۹۵۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۸۱
 ۱۹۶۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۸۱
 ۱۹۷۔ الاستیعاب، ج ۲، ص ۳۰۳: بر حاشیہ الاصابہ
 ۱۹۸۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۸۱
 ۱۹۹۔ الہدایہ والنہایہ، ج ۴، ص ۱۵۹
 ۲۰۰۔ الہدایہ والنہایہ، ج ۴، ص ۱۵۹: الاصابہ، ج ۲، ص ۳۰۵
 ۲۰۱۔ انساب الاشراف، ج ۱، ص ۴۰۴: نکاح الزواج، ج ۱، ص ۱۶۲
 ۲۰۲۔ الاصابہ، ج ۲، ص ۳۰۵
 ۲۰۳۔ سیرت اصحاب، ج ۹۰
 ۲۰۴۔ ازواج النبی، ج ۱، ص ۲۱۳: فتح الباری، ج ۴، ص ۲۷۸: حدیث نمبر ۲۰۳۵: کتاب الکفای
 ۲۰۵۔ الاستیعاب، ج ۲، ص ۳۰۳: بر حاشیہ الاصابہ: طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۰۵
 ۲۰۶۔ الاستیعاب، ج ۲، ص ۳۰۳
 ۲۰۷۔ زرقانی، طبع جدید، ج ۲، ص ۳۶۹
 ۲۰۸۔ سیرت المعصومین، ج ۳، ص ۳۳۵: سیرت اصحاب، ج ۹۰

۲۰۹۔ سیر الصالحات میں ۹۰

۲۱۰۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۰۵؛ الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۹۹ بر حاشیہ الاصابہ؛ اسد الغابہ، ج

۵، ص ۴۵

۲۱۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۰۸

۲۱۲۔ ابوداؤد، ج ۲، ص ۲۱۰، باب ما جاء فيهم من الصفي

۲۱۳۔ بخاری، ج ۵، کتاب الصلوٰۃ؛ ابوداؤد، ج ۲، ص ۲۱۰

۲۱۴۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۱۰

۲۱۵۔ اوسط القسین، ص ۱۲۰

۲۱۶۔ بخاری، ج ۲، ص ۶۰۲

۲۱۷۔ ایضاً

۲۱۸۔ ایضاً، ص ۶۰۳

۲۱۹۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۰۸-۳۰۹؛ زرقانی، طبع جدید، ج ۳، ص ۳۳۵

۲۲۰۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۰۸؛ الاصابہ، ج ۳، ص ۳۳۷

۲۲۱۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۹۸، کتاب المناقب، حدیث نمبر ۱۵۳۸

۲۲۲۔ زرقانی، طبع جدید، ج ۳، ص ۳۲۹

۲۲۳۔ اسد الغابہ، ج ۵، ص ۳۹۰

۲۲۴۔ الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۳۸ بر حاشیہ الاصابہ؛ زرقانی، ج ۳، ص ۳۹۹؛ زرقانی، طبع جدید، ج ۳،

ص ۳۳۵؛ الاصابہ، ج ۳، ص ۳۳۷

۲۲۵۔ اسد الغابہ، ج ۵، ص ۳۹۵

۲۲۶۔ الاصابہ، ج ۳، ص ۳۳۷

۲۲۷۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۰۹؛ الاصابہ، ج ۳، ص ۳۳۷

۲۲۸۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۰۹

۲۲۹۔ مستدرک امام احمد، ج ۶، ص ۱۱۳، ص ۲۶۱

۲۳۰۔ ترمذی، ج ۲، ص ۴۴۹، ابواب المناقب، مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۲۹

۲۳۱۔ ترمذی، ج ۲، ص ۴۴۹، ابواب المناقب، مستدرک امام احمد، ج ۳، ص ۱۳۵

۲۳۲۔ زرقانی، ج ۳، ص ۳۹۹؛ زرقانی، طبع جدید، ج ۳، ص ۳۳۵؛ اوسط القسین، ص ۱۲۰؛ مستدرک امام احمد،

ج ۶، ص ۱۳۷

۲۳۳۔ مستدرک امام احمد، ج ۶، ص ۳۳۷؛ ابوداؤد، ج ۲، ص ۱۸۹، کتاب الادب، باب فی الخویۃ

۲۳۴۔ بخاری، ج ۱، ص ۲۳۷، کتاب الحج، باب حاضرت المرأة بعد ما طافت

۲۳۵۔ بخاری، ج ۱، ص ۲۴۲، باب دخل یخرج المعتقد لحوالجه الی باب المسجد؛ مسلم،

ج ۲، ص ۲۱۶، کتاب السنن، باب انہ یستحب لمن رؤی عیالیا یا مودة؛ مستدرک امام احمد، ج

۶، ص ۲۴۷

۲۳۶۔ مستدرک امام احمد، ج ۶، ص ۲۴۷

۲۳۷۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۰۹

۲۳۸۔ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۳۹، واقعات ۵۰ھ

۲۳۹۔ سیرت حلبیہ، اردو، ج ۱، ص ۳۳۹؛ زرقانی، طبع جدید، ج ۳، ص ۳۳۹

۲۴۰۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۰۹؛ الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۳۸ بر حاشیہ الاصابہ

۲۴۱۔ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۳۹

۲۴۲۔ زرقانی، ج ۳، ص ۳۳۸؛ عمدة الزوائد، ج ۲، ص ۳۰۸

۲۴۳۔ ابن شہام، ج ۳، ص ۲۹۶، ص ۳۰۶

۲۴۴۔ الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۷۰؛ اوسط القسین، ج ۱، ص ۱۱۳-۱۱۵

۲۴۵۔ الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۰۹؛ الاصابہ، ج ۳، ص ۳۳۸؛ سیرت ابن شہام، ج ۳، ص ۲۹۶

۲۴۶۔ معارف ابوریس، ج ۶، ص ۲۹

۲۴۷۔ الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۰۵ بر حاشیہ الاصابہ

۲۴۸۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص ۲۳۹؛ البحر، ج ۸، ص ۸

۲۴۹۔ طبرانی، کبیر، ج ۲، ص ۲۳۹؛ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۹۵؛ حدیث نمبر ۱۵۳۶؛ مستدرک حاکم، ج

۳، ص ۳۸

۲۵۰۔ مستدرک امام احمد، ج ۶، ص ۳۳۱

۲۵۱۔ ایضاً، ص ۳۳۲

۲۵۲۔ ایضاً، ص ۳۳۳

۲۵۳۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۳۴۷؛ طبقات ابن سعد، ج ۸، الاصابہ، ج ۳، ص ۳۱۳

۲۵۴۔ مستدرک امام احمد، ج ۶، ص ۳۳۲

۲۵۶۔ مجمع الرواۃ، ج ۹، ص ۲۹۲، حدیث نمبر ۱۵۳۶

۲۵۷۔ الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۰۸، بحاشیہ الاصابہ

۲۵۸۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۱۶

۲۵۹۔ تفسیرات کے لیے دیکھئے طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۵۵؛ شرح زرقانی، طبع جدید، ج ۳، ص ۳۹۱-۳۵۹

آل بیت ولادت

۱۔ مواہب اللہ فیہ شرح زرقانی، ج ۵، ص ۳۱۳

۲۔ الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۱۱، بحاشیہ الاصابہ

۳۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۵۸

۴۔ سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۲۶۳؛ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۵۸

۵۔ ابوداؤد، ج ۱، ص ۴۲۶

۶۔ سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۲۶۶

۷۔ بخاری، ج ۲، ص ۴۳۳؛ سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۲۶۸

۸۔ سنن بیہقی، ج ۹، ص ۹۵

۹۔ سنن بیہقی، ج ۹، ص ۹۵؛ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۲۳۹

۱۰۔ الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۱۸، بحاشیہ الاصابہ؛ سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۲۶۹

۱۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۶۱

۱۲۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۲۹۹

۱۳۔ کنز العمال، ج ۱۳، ص ۵۸

۱۴۔ الہدایہ، ج ۳، ص ۶۶

۱۵۔ الاصابہ، ج ۳، ص ۳۰۴

۱۶۔ کنز العمال، ج ۱۱، ص ۵۸۱؛ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۲۸۸

۱۷۔ شرح مواہب اللہ فیہ، ج ۳، ص ۲۴۳

۱۸۔ بخاری، ج ۲، ص ۴۳۴

۱۹۔ الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۰۲، بحاشیہ الاصابہ، حدیث نمبر ۱۵۳۶

۲۰۔ فتح البخاری، ج ۵، ص ۵۹

۲۱۔ الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۰۷

۲۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۶۱

۲۳۔ الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۱۱، بحاشیہ الاصابہ

۲۴۔ شرح زرقانی، ج ۳، ص ۳۲۵

۲۵۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۶۲؛ تفسیر قرطبی، ج ۱۳، ص ۲۳۴

۲۶۔ اسد الغابہ، ج ۵، ص ۶۱۲؛ الہدایہ، ج ۵، ص ۳۰۸

۲۷۔ کنز العمال، ج ۱۳، ص ۳۲۰، حدیث نمبر ۳۶۲۰۰

۲۸۔ بخاری، ج ۲، ص ۶۷۷، کتاب الزکات، باب عوض الاسنان اہلۃ او اھلۃ علی اھل الخیر

۲۹۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۲۹۹

۳۰۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۰۷؛ کنز العمال، ج ۱۳، ص ۳۱۱

۳۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۸۵

۳۲۔ ایضاً، ص ۲۸۶

۳۳۔ زرقانی، شرح مواہب جدیدہ، ج ۳، ص ۲۲۶

۳۴۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۲۹۹

۳۵۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۲۹۹؛ کنز العمال، ج ۱۱، ص ۵۸۹، حدیث نمبر ۳۲۸۱۶؛ ج ۱۳، ص ۳۲۰

حدیث نمبر ۳۶۲۰۰

۳۶۔ کنز العمال، ج ۱۱، ص ۵۸۸، حدیث نمبر ۳۲۸۱۶؛ ج ۱۳، ص ۳۲۰، حدیث نمبر ۳۶۲۰۰

۳۷۔ کنز العمال، ج ۱۱، ص ۵۸۸

۳۸۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۶۲؛ الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۰۷؛ اسد الغابہ، ج ۵، ص ۶۱۲؛ الہدایہ، ج ۵، ص ۳۰۸

۳۹۔ کنز العمال، ج ۱۱، ص ۵۹۰، حدیث نمبر ۳۲۸۱۶

۴۰۔ کنز العمال، ج ۱۱، ص ۵۸۶، حدیث نمبر ۳۲۸۱۶؛ ج ۱۳، ص ۳۲۰، حدیث نمبر ۳۲۸۱۶

۴۱۔ کنز العمال، ج ۱۱، ص ۵۹۱، حدیث نمبر ۳۲۸۱۶

۴۲۔ کنز العمال، ج ۱۳، ص ۳۲۰، حدیث نمبر ۳۶۲۰۰

- ۳۳۔ کتبخانہ اہل بیت، ج ۱۳، ص ۳۱۲
- ۳۴۔ کتبخانہ اہل بیت، ج ۱۳، ص ۵۳: حدیث نمبر ۳۶۲۲۹
- ۳۵۔ کتبخانہ اہل بیت، ج ۱۳، ص ۵۳
- ۳۶۔ کتبخانہ اہل بیت، ج ۱۳، ص ۶۰
- ۳۷۔ ایضاً
- ۳۸۔ کتبخانہ اہل بیت، ج ۱۳، ص ۵۶: حدیث نمبر ۳۶۲۳۰
- ۳۹۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۶۶: الاستیعاب بر حاشیہ الاستیعاب، ج ۳، ص ۴۸۷
- ۵۰۔ بخاری، ج ۲، ص ۸۳۸، کتاب الیاس، باب الخمر والفساد، طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۴۶۲: الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۶۶
- ۵۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۴۶۲: استیعاب، ج ۵، ص ۲۱۶: البدایہ، ج ۵، ص ۳۹
- ۵۲۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۴۴۳
- ۵۳۔ کتبخانہ اہل بیت، ج ۱۳، ص ۶۰: حدیث نمبر ۳۶۲۳۱
- ۵۴۔ تہذیب الخلفاء، ج ۱، ص ۱۸۳: مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۶۱: کتبخانہ اہل بیت، ج ۱۳، ص ۵۷
- ۵۵۔ کتبخانہ اہل بیت، ج ۱۳، ص ۵۶: حدیث نمبر ۳۶۲۳۲
- ۵۶۔ کتبخانہ اہل بیت، ج ۱۳، ص ۶۱: حدیث نمبر ۳۶۲۳۳
- ۵۷۔ تہذیب الخلفاء، ج ۱، ص ۱۸۳: مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۶۱: کتبخانہ اہل بیت، ج ۱۳، ص ۵۷
- ۵۸۔ کتبخانہ اہل بیت، ج ۱۳، ص ۶۰: حدیث نمبر ۳۶۲۳۴
- ۵۹۔ کتبخانہ اہل بیت، ج ۱۳، ص ۴۴: زرقانی، ج ۳، ص ۴۳۷
- ۶۰۔ مسکن ائمانیہ
- ۶۱۔ بخاری، ج ۱، ص ۱۶۷: کتاب الجہاد، باب غسل المیت و وضوء بالماء و السدر
- ۶۲۔ ایضاً
- ۶۳۔ زرقانی شرح مواہب، ج ۳، ص ۴۸۸
- ۶۴۔ شرح الباری، ج ۳، ص ۱۸۸: کتاب الجہاد، باب غسل المیت و وضوء بالماء و السدر
- ۶۵۔ مستدرک حاکم، ج ۶، ص ۴۸۰
- ۶۶۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۴۶۲: استیعاب، ج ۵، ص ۴۱۶
- ۶۷۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۴۶۲
- ۶۸۔ بخاری، ج ۱، ص ۱۶۷: کتاب الجہاد، باب غسل المیت و وضوء بالماء و السدر
- ۶۹۔ تہذیب الخلفاء، ج ۱، ص ۱۸۳: مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۶۱: کتبخانہ اہل بیت، ج ۱۳، ص ۵۷
- ۷۰۔ کتبخانہ اہل بیت، ج ۱۳، ص ۵۶: حدیث نمبر ۳۶۲۳۵
- ۷۱۔ الاستیعاب بر حاشیہ الاستیعاب
- ۷۲۔ استیعاب، ج ۵، ص ۴۱۶
- ۷۳۔ الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۷۷
- ۶۸۔ بخاری، ج ۱، ص ۱۶۷: کتاب الجہاد، باب غسل المیت و وضوء بالماء و السدر
- ۶۹۔ تہذیب الخلفاء، ج ۱، ص ۱۸۳: مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۶۱: کتبخانہ اہل بیت، ج ۱۳، ص ۵۷
- ۷۰۔ کتبخانہ اہل بیت، ج ۱۳، ص ۵۶: حدیث نمبر ۳۶۲۳۵
- ۷۱۔ الاستیعاب بر حاشیہ الاستیعاب
- ۷۲۔ استیعاب، ج ۵، ص ۴۱۶
- ۷۳۔ الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۷۷

- ۹۳۔ زرقانی علی صواب، ج ۲، ص ۳۵۷، زوج کا طبع، ج ۳، ص ۳۳۳، ذکر اولاد الکرام
- ۹۵۔ زرقانی علی صواب، ج ۲، ص ۳۵۸
- ۹۶۔ نئی و نئی، ج ۲، ص ۳۳۳-۳۳۵
- ۹۷۔ معارف احمدیہ، ج ۸، ص ۳۳۹
- ۹۸۔ ایضاً
- ۹۹۔ مستدام احمد، ج ۱، ص ۱۰۴
- ۱۰۰۔ مستقیم نسائی، ج ۲، ص ۵۷، کتاب النکاح، باب جہاز الخرج لرجل ابنہ
- ۱۰۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۵۴
- ۱۰۲۔ ایضاً ص ۲۵۵
- ۱۰۳۔ الاصابہ، ج ۲، ص ۴۷
- ۱۰۴۔ صواب الدینیہ مع زرقانی، ج ۲، ص ۳۶۶
- ۱۰۵۔ زرقانی شرح صواب، ج ۲، ص ۳۶۶
- ۱۰۶۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۵۴، صواب الدینیہ مع زرقانی، ج ۲، ص ۳۶۶
- ۱۰۷۔ تہذیب طبری، کتبہ، ج ۲، ص ۳۶۶، مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۴۲۳، طبقات قاضی خضائی، ج ۱، ص ۱۳۹
- ۱۰۸۔ تہذیب طبری، کتبہ، ج ۲، ص ۳۶۶، مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۴۲۳، طبقات قاضی خضائی، ج ۱، ص ۱۴۲
- ۱۰۹۔ بخاری، ج ۱، ص ۳۵۸، کتاب النہی، باب الاستعصرہ للعروس عند النہا
- ۱۱۰۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص ۱۲۴
- ۱۱۱۔ الاستیعاب، ج ۲، ص ۳۷۷، بحالیہ الاصابہ، ذکر قاضی الخضر، ج ۱، ص ۲۳۷
- ۱۱۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۳۷۷، ذکر قاضی الخضر، ج ۱، ص ۲۳۷
- ۱۱۳۔ تہذیب درمنثور، ج ۸، ص ۶۰۲، ص ۶۰۳، بخاری، ج ۲، ص ۶۲۸
- ۱۱۴۔ بخاری، ج ۲، ص ۶۳۱
- ۱۱۵۔ ایضاً
- ۱۱۶۔ ایضاً
- ۱۱۷۔ اسد الغابہ، ج ۵، ص ۵۲۳، طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۵۷
- ۱۱۸۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۵۷، البدایہ النہایہ، ج ۲، ص ۳۳۳
- ۱۱۹۔ کنز العمال، طبع جدید، ص ۵۱۵، حدیث نمبر ۳۵۶۷۷، فضائل الصحابہ کرام
- ۱۲۰۔ المعذنی، کنز العمال، طبع قدیم، ج ۶، ص ۳۱۸
- ۱۲۱۔ دیلمی، النسخۃ لمحب لطبری، ج ۱، ص ۱۵۶، تحت وقایع الطاهر
- ۱۲۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۵۸، تحت ذکر قاضی الخضر، ج ۱، ص ۲۳۷
- ۱۲۳۔ خلاصۃ الاولیاء، ج ۴، ص ۴۷
- ۱۲۴۔ البدایہ النہایہ، ج ۲، ص ۳۳۳، الاصابہ، ج ۲، ص ۳۸۰
- ۱۲۵۔ خلاصۃ الاولیاء، ج ۳، ص ۹۰، ذکر قاضی الخضر، ج ۱، ص ۲۳۷
- ۱۲۶۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۵۷
- ۱۲۷۔ نسب قریش، ج ۲، ص ۳۳، تحت اولاد قاضی الخضر، ج ۱، ص ۲۳۷
- ۱۲۸۔ سیرت ابن ہشام، ج ۱، ص ۲۲۷، طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۶۳
- ۱۲۹۔ تفسیر کشاف، ج ۳، ص ۸۰۷
- ۱۳۰۔ مستدام احمد، ج ۲، ص ۳۰۴، ص ۳۰۷
- ۱۳۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۵۷
- ۱۳۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۵۷، زرقانی، ج ۲، ص ۳۶۶
- ۱۳۳۔ زرقانی، ج ۲، ص ۳۶۶
- ۱۳۴۔ بخاری، ج ۱، ص ۳۷۷، طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۶۵
- ۱۳۵۔ طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۶۵، زرقانی، ج ۲، ص ۳۶۶
- ۱۳۶۔ بخاری، ج ۱، ص ۳۷۷، کتاب الکسوف
- شاہد و تائید کے لئے اس کے لواحقین
- ۱۔ اسد الغابہ، ج ۲، ص ۳۷۷، الاصابہ، ج ۲، ص ۵۲
- ۲۔ تہذیب طبری، کتبہ، ج ۲، ص ۳۶۶، مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۴۲۳
- ۳۔ الاصابہ، ج ۲، ص ۵۱۰، اسد الغابہ، ج ۲، ص ۳۷۷
- ۴۔ بخاری، ج ۱، ص ۳۷۷، کتاب الطہرۃ، ج ۲، ص ۸۸۷، باب رحمت الولد
- ۵۔ الاستیعاب، ج ۲، ص ۳۷۷، بحالیہ الاصابہ، تحت لامرہ، ج ۱، ص ۲۳۷، الاصابہ، ج ۲، ص ۳۸۰
- ۶۔ کتاب سلیم بن قیس، ج ۱، ص ۲۶۶، بحالیہ الاصابہ، ج ۲، ص ۳۸۰

تذکرہ اہل بیت اطہارؑ	۳۲۸	۰۶
۷۔ الاصابہ، ج ۳، ص ۳۵۴، تحت مفیرہ بن نوفل؛ اسد الغابہ، ج ۵، ص ۳۰۷؛ الاستیعاب، ج ۴، ص ۲۴۶ بر حاشیہ الاصابہ		۰۴
۸۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۶۱؛ تحت ذکر رقیہؑ		۱۵
۹۔ بخاری، ج ۱، ص ۵۳۰، کتاب المناقب، الحسن والحسین		۱۶
۱۰۔ فتوح البلدان بلاذری، ذکر عطاء عمر بن خطاب		۱۸
۱۱۔ اخبار القوال، ص ۱۵۵، بحوالہ سیر صحابہ، ج ۶، ص ۱۶		۹۹
۱۲۔ الہدایہ والنبایہ، ج ۸، ص ۱۴		۰۰
۱۳۔ ایضاً، ص ۱۶		۰۱
۱۴۔ بخاری، ج ۲، ص ۱۰۵۳، کتاب الفتن		۰۲
۱۵۔ بخاری، ج ۱، ص ۵۳۰، کتاب المناقب		۳
۱۶۔ مشدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۷۶		۴
۱۷۔ اسد الغابہ، ج ۲، ص ۱۸		۰۵
۱۸۔ رحمت للعالمین، ج ۲، ص ۱۱۹-۱۲۰		۰۶
۱۹۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۶۲		۰۷
۲۰۔ الاستیعاب، ج ۴، ص ۳۹۰ بر حاشیہ الاصابہ		۰۸
۲۱۔ ایضاً		۰۹
۲۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۶۳		۱۰
۲۳۔ ایضاً، ص ۳۶۴		۱۱
۲۴۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا، ج ۲، ص ۱۰۰۳		۱۲
		۳
		۱۴
		۱۵
		۱۶
		۱۷
		۱۸
		۱۹

تذکرہ اہل بیت اطہار

اللہ جل مجدہ نے جس طرح حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خاندان کو دینی و دنیوی سیادت و قیادت سے سرفراز کیا، آپ ﷺ کے گھرانے کو بھی دنیا جہان کے گھرانوں میں افضل، معزز اور اشرف بنایا۔ زیر نظر کتاب میں معروف اصطلاح ”خاندان“ کے بجائے ”آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم“ اور ”اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم“ جیسی پاکیزہ اور ارفع نسبت سے تذکرہ کیا گیا ہے۔ قرآن وحدیث کے تناظر میں ”آل اور اہل بیت“ کے استعمال پر بحث کی گئی ہے۔ لفظ ”آل“ اپنے وسیع تر معنوں میں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان، ازواجِ مطہرات، اولادِ اطہار، صحابہ کبار اور ہر پرہیزگار متقی امتی پر محیط ہے، جبکہ ”اہل بیت“ کی حقیقی اور اصلی مصداق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات ہیں، اور انہی کی اولاد، یعنی چاروں صاحبزادیاں بھی ان کے ساتھ اس شرف میں برابر کی شریک و سہیم ہیں۔ اس ضمن میں علماء، مفسرین اور محدثین کی تصریحات بھی کتاب کا حصہ ہیں۔

Al-Fath Publications

—♦ Rawalpindi, Pakistan

alfathpublications@gmail.com

+ 92 322 517 741 3

www.vprint.com.pk

US \$ 23.

Rs. 330.

